علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں۔ ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

حل شدہ امتحانی پرچہ (گیس پیپر) کورس کوڈ : 9443

علم التعلیم سطح : بی ایس پروگرام

سوال نمبر 1۔ اسلامی تعلیم کی ماہیت، خصائل اور اس کے اجزائے ترکیبی قرآن وسنت کی روشنی میں اُجاگر کریں۔

جواب:

تعلیم کے خصائل اور اجزائے ترکیبی: مسلمان فضلا و محققین تعلیم کو محض علم وفن کے محدود معنی میں استعمال کرنے کی بجائے اسے وسیع تر تناظر میں رکھ کر دیکھنے کے شیدائی ہیں یہی وجہ ہے وہ تعلیم کی اصطلاح کو ناکافی سمجھتے ہوئے اس کی متبادل اصطلاحیں اور اضافی معانی تجویز کرتے رہتے ہیں۔ اکثر حضرات تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت یا تہذیب کا لفظ ضرور شامل کرتے ہیں مثلاً محمد قطب مصری اور سید ابوالاعلیٰ مودودی تعلیم وتربیت کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں اور تربیت کو تعلیم کا جزو لاینفک تصور کرتے ہیں۔ ڈاکٹر سید محمد النقیب العطاس (1979 ص ا) تعلیم کی بجائے تادیب کی اصطلاح زیادہ موزوں سمجھتے ہیں۔ وہ رسول اکرم ﷺ کی اس حدیث سے استشہاد کرتے ہیں ''ادبنی ربی فاحسن تادیبی میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور کیا ہی عمدہ میری تادیب کی'' دراصل تعلیم کو تربیت یا تادیب کے انداز میں دیکھنا سلف صالحین سے چلا آ رہا ہے۔ آٹھویں صدی ہجری کے مشہور ماہر تعلیم قاضی ابن جماعہ (1354 ص 50,47) متوفی 733 ہجری تعلیم سے مراد تربیت وتادیب اور تہذیب لیتے ہیں۔ اس میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ سیرت وکردار یا تہذیب واخلاق کے بغیر اسلامی تعلیم کا تصور ہماری اسلامی روایت میں سراسر محال ہے۔ گویا علم اور سیرت سازی اسلامی تعلیم کے دو اجزاء ہیں جن میں ثانی الذکر کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ یہ اہمیت قرآن وسنت اور اسلامی روایات کی رو سے ثابت شدہ حقیقت ہے جناب رسالت مآب کا مشہور قول ہے ''بعثت لاتمم مکارم الاخلاق میں اس لیے مبعوث ہوا کہ محاسن اخلاق کو نقطۂ عروج تک پہنچا دوں'' رہا قرآن حکیم تو وہ الحمد سے والناس تک سارا درس سیرت ہے اسلامی تعلیم کے اجزائے ترکیبی کی مفصل فہرست سید محمد سلیم (1980ء ص 69) نے اپنی کتاب ''ہندو پاکستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت'' میں پیش کی ہے۔ سید صاحب کی تحقیق کے مطابق مسلمانوں کی تعلیم کے پانچ اجزاء مسلم ہیں۔

1۔ تلقین۔ وعظ ونصیحت کے ذریعے عام مسلمانوں کی تربیت کرنا۔ 2۔ تدریس۔ درس وتدریس کا عمل۔

3۔ تربیت۔ اخلاق حسنہ پیدا کرنا اور بری عادتیں چھڑانا۔ 4۔ تادیب۔ آداب معاشرت سکھانا اور سلیقہ مندی پیدا کرنا۔

5۔ تدریب۔ مشق اور ریاضت کرانا۔

اس سے ظاہر ہوا کہ اسلامی تعلیم تلقین بھی ہے اور تدریس بھی۔ یہ اخلاق وکردار سنوارنے کا عمل بھی ہے اور رذائل اخلاق سے پاک کرنے کا عمل بھی۔ پھر اس میں بدن کی چستی و پھرتی بھی شامل ہے۔ آداب واطوار بھی اس کا حصہ ہیں۔ گویا انتقال عملی کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سارے اجزاء اس میں شامل ہیں۔ حتیٰ کہ منصب خلافت ارضی کے تقاضے پورے کرنے کی صلاحیت بھی اسلامی تعلیم کا لازمی جزو ہے نیز آخرت یعنی عظیم مستقبل کا قرآنی تصور اس پر مستزاد ہے۔ حق بات یہ ہے کہ اسلامی تعلیم اپنے اجزائے ترکیبی کی کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے دنیا کے ہر تصور تعلیم سے زیادہ جامع اور برتر ہے۔ خیر یہ تو ہیں انسانوں کی تعبیرات اب آیئے دیکھیں خود قرآن اجزائے ترکیبی کے بارے میں کیا رویہ اختیار کرتا ہے۔

اگر غور وفکر سے کام لیا جائے تو قرآن حکیم سے تعلیم کے اجزائے ترکیبی مستنبط کئے جا سکتے ہیں۔ قرآن تربیت یا تادیب وتہذیب کی بجائے تعلیم کے لئے ''تعلیم'' ہی کی اصطلاح استعمال کرتا ہے البتہ اس کے مفہوم کو بے پناہ وسعت عطا کر دیتا ہے قرآن کے مطالعہ سے تعلیم کا ایک مخصوص تصور ابھرتا ہے۔ اس بارے میں ہمیں ایک ایسی مرکزی آیت مل جاتی ہے جو قرآن میں چار مختلف مقامات پر اجزائے تعلیم کی معمولی تقدیم تا تاخیر کے ساتھ بتکرار بیان ہوئی ہے دراصل اسلامی تعلیم کا منشور دعائے براہیمی ہے جس میں رب العالمین سے امت محمدیہ کے لئے عرضداشت کی گئی تھی'' **وابعث فيهم رسولاً منهم يتلو عليهم آيا تك ويذكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة** (البقرہ۔129)''اے پروردگار ان میں انہی میں سے رسول مبعوث فرمایئے جو انہیں آپ کی آیات پڑھ کر سنائے اور ان کا تزکیہ نفس کرے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے'' اب سنیئے سورۃ آل عمران میں جواب خداوندی ''**لقد مناالله على المومنين از بعث فيهم رسولاً من انفسهم يتلوا عليهم آيته ويذكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة** (آل عمران۔164)'' اس آیت مبارکہ سے تعلیم کے چار اجزاء مرتب ہوتے ہیں اور وہ ہیں تلاوت آیات، تزکیہ نفس، تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت۔ اور لطف یہ ہے کہ یہ چہارگانہ پہلو معلم انسانیت کے وظائف کے حوالہ سے بیان ہوئے ہیں۔ جدید ماہرین تعلیم آج اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ تعلیم وتدریس کا تصور معلم کے وظائف واعمال کے حوالہ سے ہی پیش کرنا چاہیئے یہ خدا کی حکمت بالغہ کا کرشمہ ہے کہ قرآن صدیوں پہلے اس اپروچ کی بسم اللہ کر دیتا ہے۔ بہر حال قرآن کی رو سے تعلیم کے اجزائے ترکیبی حسب ذیل ہیں۔

ا۔ **تلاوت آیات:** تلاوت آیات کا مطلب ہے قرآنی آیات لوگوں کو پڑھ کر سنانا اور ان کی تبلیغ واشاعت کرنا۔ آیات کا لفظ بڑا معنی خیز ہے۔ ضروری ہے معلم معنی و مفہوم ذہن میں رکھ کر تلاوت کیا کرے اور آیات الٰہی کو ان کے وسیع معنوں میں پیش کرے۔ احکام خداوندی معجزات اور سورتوں کے ٹکڑوں کے علاوہ اور بہت سی چیز

Download Free Assignment from solvedassignmentsaiou.com 03345504551

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

وں پر لفظ آیات کا اطلاق ہوتا ہے انفس و آفاق میں جتنی نشانیاں بکھری پڑی ہیں وہ سب آیات الٰہی کے تحت شمار ہوں گی وہ مختلف بولیاں ہوں یا نوامیس فطرت، نفسی اصول ہوں یا تاریخی آثار و شواہد و سائنسی حقائق ہوں یا معاشرتی و تمدنی اصول و کوائف وہ سب آیات ہی کہلاتے ہیں اور لطف یہ کہ ان سب کو دلائل و براہین کے ساتھ پیش کرنا ہی پیغمبر کا کام ہوتا ہے اور یہ دلائل آیات کے اندر بھی موجود ہوتے ہیں گویا آیت خبر بھی ہے اور دلیل بھی بہر حال تلاوت آیات سے مراد ہے آیات الٰہی کی تبلیغ و اشاعت اور یہی وہ پہلا فریضہ ہے جسے اللہ کا رسول نبوت و رسالت پر مامور ہوتے ہی انجام دینے لگتا ہے۔ ظاہر ہے اسلامی احکام و مسائل اور عقائد و اقدار وغیرہ کی تبلیغ و اشاعت مسلمان معلم کا بھی فریضہ ہے کالج یا جامعہ کو کوئی پروفیسر یہ نہیں کہہ سکتا کہ تبلیغ دین مولویوں کا کام ہے اور نہ ہی وہ نظریاتی تبلیغ Indoctrination کے بارے میں غیر جانبدار رہ سکتا ہے۔

۲۔ تزکیہ نفس: احکام الٰہی کی محض تبلیغ ہی کافی نہیں نفس میں بنیادی فکری و عملی انقلاب لانے کی بھی ضرورت ہے جب تک ذہن کو غلط افکار سے پاک نہ کیا جائے اور قلب کو راہ حق کے لئے تیار نہ پائیں تبلیغ رائیگاں جاتی ہے۔

تزکیہ نفس سے مراد ہے نفس کو فکری کجرویوں اور قلبی آلائشوں، کدورتوں سے پاک کر کے فضائل کے آب حیات سے سیراب کرنا اور نشو و نما دینا۔ دراصل نفس کی پاکیزگی، روحانی و اخلاقی نشو و نما دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

قرآن کی رو سے نفس انسانی کی تین اقسام ہیں۔ نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ، نفس امارہ برائی پر ابھارتا ہے جیسے سورہ یوسف میں ہے۔

ان النفس الامارة بالسونفس لوامه سے مراد ضمیر یا دل کی آواز ہے جو برائی کے ارتکاب پر انسان کو ملامت کرتی ہے۔ اور نفس مطمئنہ ایسا نفس ہے جو ہر طرح پر سکون و مطمئن ہے۔ مومن کا مطلوب بھی آخری قسم ہے جسے خدا کے حضور شرف باریابی حاصل ہوگا اور سے ہی بروز قیامت خدا یوں مخاطب فرمائے گا ''**یاایتها النفس المطمئنه ارجعی الیٰ ربك راضية مرضيه فادخلي في عبادی وادخلی جنتی۔**

اسلامی ادب میں تزکیہ نفس تشکیل کردار اور تعمیر سیرت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن شخصیت کی مثبت نشو و نما کو کامیابی اور اس کی منفی کارکردگی کو نامرادی قرار دیتا ہے۔ **قد افلح من زکها وقد خاب من دسّها** ''جس نے اس (نفس) کی نشو و نما کی وہ کامیاب و کامران رہا اور جس نے اس کی تعمیری قوتوں کو دبا دیا (اور نشو و نما نہ ہونے دی) تو وہ ناکام و نامراد رہا'' حق بات یہ ہے کہ قرآن کا تمام تر زور تزکیہ نفس پر ہے کیونکہ اسی کی ترقی و تعمیر پر اخروی زندگی کی سرفرازیوں کا دارومدار ہے۔ یہی وجہ ہے صلحائے امت نے نفس کی برائیوں پر بار بار تنبیہ کی ہے اور اس کی اچھائیوں پر ترغیب دلائی ہے الغرض تزکیہ نفس کا مطلب ہے قلب و ذہن کو منفی اور ناپاک افکار و عادات سے پاک کرنا اور اس میں عمدہ اور تعمیری افکار و عقائد اور اعلیٰ اخلاق و فضائل راسخ کرنا۔

سوال نمبر2۔ محمد الغزالی اور جان ڈیوی کے تعلیمی نظریات کا جائزہ لیں۔

جواب۔

محمد الغزالی

غزالی اسلامی تعلیمات کا شیدائی تھا۔ وہ خدا اور رسول مقبول ﷺ کی تعلیمات کو مسلمانوں کے ذہنوں میں راسخ کرنا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عظیم فلسفی ہونے کے بوجود انہوں نے غیر اسلامی فلسفیوں کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں تمام فلسفے قرآن و سنت کے آگے ہیچ سمجھتے تھے۔ دنیا اخروی کامیابی کا ذریعہ ہے مطلوب آخرت ہے اور مطلوب المطلوب ذات خدوندی! یہ تھا کہ غزالی کا تعلیمی فوکس اور عمل جانبدار ہونے کی مکمل عکاسی سمجھا جاتا تھا۔

مقاصد تعلیم۔ امام غزالی کی سوچ اور افکار کی ترتیب کچھ اس طرح سے ہے۔

ا۔ اسلامی خطوط پر سیرت و کردار کی تشکیل: طلبہ عقائد میں پختہ ہوں عمدہ اخلاق اور عمل کے دھنی بن جائیں۔

۲۔ **رضائے الٰہی کا حصول:** اللہ کی رضا اس کے احکام کی اطاعت کا نام ہے۔

۳۔ عقل کی نشو و نما کرنا تا کہ حیوانی صفات پر انسانی اوصاف غالب ہر ہیں۔ جبلی رجحانات حد اعتدال میں رہیں اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

۴۔ آخرت کی تیاری چوتھا عظیم مقصد ہے دنیا آخرت کے لیے جائے عمل ہے۔ اگر آپ قرآن حکیم کا مطالعہ کریں تو دیکھیں گے کے غزالی کے مقاصد کی قرآن سے بھرپور تصدیق ہو جاتی ہے۔

تعلیمی افکار۔

فطرت انسانی۔ امام غزالی نے اس ضمن میں بڑی دلچسپ باتیں کی ہیں فرماتے ہیں کہ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے جسم اور دل، دل غیر مادی اور باطنی چیز ہے جو باقی تمام صلاحیتوں کو کنٹرول کرتا ہے۔ اگر جسم کی سلطنت سمجھ لیں تو روح بادشاہ، عقل وزیر، غصہ سپاہی اور باقی حواس اور قوتیں فوج ظفر موج۔ ہر انسان میں تین قسم کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ حیوانی، شیطانی، ملکوتی انسان کی بھلائی اسی میں ہے کہ ملکوتی قوت باقی دو پر غالب رہے۔ روح انسانی کے دو پہلو ہیں (ا) علم (۲) غضب (۳) شہوت۔ بھلائی اسی میں ہے کہ ان پہلوؤں میں اعتدال قائم ہو جائے۔ اعتدال کی صورت میں یہ اوصاف بالترتیب عقل، شجاعت، اور عفت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور یہی عمدہ اخلاق کا سرمایہ ہے۔ افراط و تفریط کی صورت میں نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ غزالی کا انسانی کی فطرت کا تجزیہ بڑا

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

0334 5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

حقیقت پسندانہ لگتا ہے۔

موسیقی کی تعلیم۔ حیران کن بات یہ ہے کہ غزالی موسیقی کی تعلیم کے محقق ہیں۔حق بات سے اسے کیا چیز باز رکھ سکتی ہے امام کہتے ہیں کہ موسیقی روح کی غذا ہے اس سے طبیعت میں فرحت آجاتی ہے انسان تو کیا پرندے اور حیوانات بھی موسیقی سے لطف اندوز ہوتے ہیں کئی پرندے فطرت کے موسیقار ہیں۔لہٰذا موسیقی حلال ہے البتہ ایک شرط ہے وہ یہ کہ موسیقی کا مواد پاکیزہ اور بلند ہو۔سفلی جذبات کو انگیخت نہ دے اگر یہ نہ وہ سکے تو پھر موسیقی حرام اور مردہ ہے۔

طالب علم۔ امام غزالی نے طالب علم کو بڑی دلسوزی کے ساتھ نصیحتیں کیں ہیں۔اور طالب علم کو براہ راست متوجہ کر کے کہا ہے کہ۔

جان عزیز! اگر علم حاصل کرنے کا شوق ہے تو اپنا سب دل و جان علم کے حوالے کر اور دنیا کے مشاغل کم کر دے اپنے استاد سے تواضع اور ادب سے پیش آ علم پر تکبر نہ کر اگر زندگی میں وقار مطلوب ہے تو فن میں کمال پیدا کر اور عمدہ فنون میں کوئی نہ کوئی فن ضرور سیکھ لینا اپنے فن کو بری عادات سے پاک کر اور باطن کو خوب آراستہ کر لے یقین رکھ کہ علم دل کی ضرورت ہے۔آخرت کا طلب گار بن کر جا تا کہ تجھے خدا تعالیٰ اور مقربان ملاء اعلیٰ کے ہمسائیگی کا شرف حاصل ہو۔**آمین۔**

جان ڈیوی کا نظریہ تعلیم:

ڈیوی بچے کی انفرادیت پر بہت زور دیتا ہے مگر اس کا تعلیمی فوکس معاشرتی ہے اور معاشرتی زندگی کے حوالے سے ہی بات کرتا ہے اس کے نزدیک تعلیم اور عملی زندگی میں تفریق کرنا تعلیم کے بے جان بنانا ہے درج ذیل اصول اس کی نظریہ تعلیم کی نمائندگی کرتے ہیں۔

(i) بچہ تعلیم کا مرکز ہے:

تعلیم بچے کے لیے ہے نہ کہ بچہ تعلیم کے لیے تعلیمی پروگرام بچوں کی صلاحیتوں، دلچسپیوں اور رجحانات کے حوالہ سے منظّم کیا جائے۔انفرادی اختلافات کا خیال رکھا جائے۔

(ii) تعلیم زندگی ہے:

حقیقی تعلیم وہی ہے جو معاشرتی زندگی کے امور وسائل سے واسطہ رکھے محض نظری مضامین پڑھا دینا فضول حرکت ہے لہذا جو پیشے اور کام معاشرہ میں چل رہے ہیں انہوں کو موضوع تعلیم بنایا جائے۔

(iii) تعلیم تجربے کی تنظیم نو ہے:

ڈیوی کا ایمان ہے کہ علم تجربے سے برآمد ہوتا ہے اور یہی علم با معنی اور مفید ہوتا ہے اس لیے بچوں کو ذاتی تجربات کے مواقع بہم پہنچائے جائیں اور ان کو تجربات کی توسیع وتجدید پر ابھارا جائے۔

(vi) طالب علم فعال ہو:

استاد پس منظر میں رہے طالب علم خود کام کرنا سیکھے وہی خود اپنے تعلیمی امور وسائل سے پنجہ آزمائی کرے ہاں جب ضرورت ہو تو استاد محض رہنمائی کردے۔

(v) جمہوریت کو ترویج ہو:

مقابلہ کی بجائے بچوں میں جذبہ تعاون کو فروغ دیا جائے جمہوری اصولوں کو عملاً نافذ کیا جائے۔بچے جمہوری فضاء میں پروان چڑھیں اور جمہوری طور پر اپنے فیصلے خود کر سکیں ان اصولوں کی روشنی میں ڈیوی یہ نصاب تحریر وتجویز کرتا ہے۔

اجتماعیت اور فلسفہ۔

جان اس بات کا بھی قائل ہے کہ فلسفہ اور اجتماعیت کے درمیان توازن ہونا چاہیے۔اس فلسفے کو ماننے والوں کو عوام کی زیادہ فکر لاحق ہوگئی ہے جوان کے کھانے پینے سے لیکر ان کے کمانے کے ذرائع تک کے بارے میں پریشان رہنے لگے ہیں اس بات کو وقتی طور پر فائدے کے لیے اس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اس کا سب سے بڑا فائدہ ضرورت منداور مستحق افراد کے معیار زندگی کو بہتر بنانا اور ان کے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بنانا ہے لیکن اس نظریئے کو ماننے والے تعلیم اور طالب علم کی کردار سازی پر عمل درآمد اور توجہ سے کوسوں دور ہوتے چلے جائے گے۔استاد معاشرے کا سرگرم رکن ہوتا ہے اسے ہی قائد کا کردار ادا کرنا ہوتا ہے معاشرے کی تطہیر وتعمیر میں حصہ لینا وہ اپنا فطری عمل سمجھتا ہے۔وہ طلبہ کا رہنما مشیر بھی ہے اور ناصح مشق بھی۔اسے اپنی رائے کے اظہار میں قطعاً کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیے لیکن اگر اس بات کو گہرائی سے سمجھا جائے تو یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ اس عمل کے دوران اساتذہ پر ذمہ داریاں تو عائد کی جارہی ہیں لیکن طلبہ کو مکمل آزادی حاصل ہو رہی ہے۔طلبہ کے ذہنی کیفیت کو فعال بنانے کے لیے اس پر کچھ طرح کی ذمہ داریاں ڈالنا بھی بہتر نتائج برآمد کر سکتا ہے۔

نصاب:

ڈیوی کا ایمان ہے کہ مدرسے کا نصاب اتنا وسیع ومتنوع ہے جتنی خود معاشرتی زندگی یہ نصاب پہلے سے طے شدہ نہیں اور نہ ہی یہ چند مخصوص مضامین کا مجموعہ ہے بچے ہی معاشرے یا کمیونٹی سے نصاب لے کر آئیں گے اور وہ استاد کی رہنمائی میں خود ل کر اسے تشکیل دیں گے۔یہ نصاب دراصل بچوں کے ذاتی تجربات پر ہی مشتمل ہو گا لہذا یہ لچکدار، زندہ اور با مقصد ہو گا۔حق بات یہ ہے کہ ڈیوی کا نصاب مدرسے کی چاردیواری کو پھلانگ کر کھیتوں، کارخانوں، منڈیوں اور ورکشاپوں میں پہنچ جاتا ہے۔وہ معاشرتی گروہوں سے قریبی رابطہ رکھ کر ان کے مسائل اور ضرورتوں سے آگاہی حاصل کرتا ہے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں
میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی کی پی ڈی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آئیڈی کے نمبر پر رابطہ کریں
Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی ، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

سوال نمبر3۔ پاکستان میں تو تعلیم کا نظریاتی کردار تفصیل سے بیان کریں۔

جواب

نظریہ: اس سے پہلے کہ موضوع زیر بحث کا جائزہ لیا جائے ہمیں نظریہ کا مفہوم معلوم ہونا چاہئے۔عمرانیات کی اصطلاح میں نظریہ حیات Idialogy اپنے ضابطہ کو کہتے ہیں جو اپنف فکری وفلسفیانہ بنیاد کا حامل ہو۔اور تمدن و معاشرے کی گتھیاں سلجھاتا ہو۔کسی تہذیبی و سیاسی یا معاشرتی تحریر کے لائحہ عمل کے عملی بیان کو آئیڈیالوجی کہتے ہیں۔ان تعریفوں کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ نظریہ حیات کسی تحریری یا نظام تمدن کے وہ عقائد و افکار ہیں جن پر اس کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔نیز وہ معاشرتی تہذیبی اور سیاسی لائحہ عمل بھی اس میں شامل ہے جو ان افکار سے ماخوذ ہوتا ہے۔

اسلامی نظریہ حیات: جب ہم اسلامی نظریات کی اصطلاح کی بات کرتے ہیں تو اس سے مراد وہ فکری نظام اور لائحہ عمل ہے جو اسلام نے پیش کیا۔پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ نے 27 ستمبر 1971ء کو لاہور میں ملک کے ممتاز دانشوروں،ماہرین اور اساتذہ کو نظریہ پاکستان کے موضوع پر ایک گروہی بحث کی دعوت دی۔اس بحث میں دوسری باتوں کے علاوہ شرکاء سے نظریہ پاکستان کی تعریف متعین کرنے کی درخواست کی گئی۔ان میں جو چند تعریفیں سامنے آئیں ان کے مطابق۔'' نظریہ پاکستان اور اسلام ہم معنی ہیں۔نظریہ پاکستان تعلیماتِ اسلام کی عملی صورت کا نام ہے۔(علی لجپال)'' نظریہ پاکستان انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کا نام ہے اور یہ کہ ان نظریات سے بچنا جو اس کے منافی ہیں۔علامہ علاؤالدین صدیقی نے اپنے مقالے میں نظریہ پاکستان کی تعریف میں کہا کہ'' نظریہ پاکستان اس چیز کا نام ہے کہ اس سرزمین کے اندر اسلام رائج ہو۔افراد پر بھی اور جماعتوں و حکومت پر بھی اور تمام قوتوں سے قوی تر قوی یہاں اسلام ہو۔'' ڈاکٹر سید عبداللہ نے نظریہ پاکستان کے تجزیے میں کہا کہ'' یہ نظریہ عبارت ہے اول اسی عقیدے سے کہ پاکستان دو قومی تصور کا نتیجہ ہے۔دوسرے یہ کہ مسلمان قومیت فقط اسلام یعنی رنگ و نسل اور زبان نہیں عقیدہ اسلام ہے۔لہذا پاکستان کی قومیت اسلام ہے۔تیسرے یہ کہ مسلمان ایک منفرد قوم ہے۔اس لئے ان کی معاشرت،تہذیب و علم الاخلاق بھی منفرد ہے۔'' عبدالقادر کے خیال میں نظریہ پاکستان اس عقیدت اور نصب العین کا نام ہے جس کی بنیاد قیام پاکستان کی تحریک کے دوران رکھی گئی۔یہ عقیدہ بلاشبہ اسلام تھا اور یہ نصب العین تھا کہ اسلام کے دو قومی تصور کی بنیاد پر ہندستان میں مسلمانوں کی ایک ایسی آزاد ریاست قائم کی جائے جس میں رہتے ہوئے وہ اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی کی تنظیم اسلامی اصولوں اور شعائر کے مطابق کر سکیں۔

نظریہ پاکستان کے تقاضے: نظریہ پاکستان سے آگاہی کے بعد اس کے تقاضوں کو آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے یعنی جس مقصد کی خاطر مسلمانان پاک و ہند نے اتنی عظیم قربانیاں دیں اس کو انفرادی اور اجتماعی زندگی کا مرکز بنایا جائے اور اسی آزاد مملکت میں اسلامی نظام حیات کا قیام عمل میں لایا جائے جس کے چند اہم تقاضے مندرجہ ذیل ہیں۔یعنی سیاسی تقاضے،معاشی تقاضے،معاشرتی تقاضے،اخلاقی تقاضے،روحانی تقاضے،قومی تقاضے اور بین الاقوامی تقاضے۔

نظریہ پاکستان اور تعلیمی پالیسی: دنیا کی پسماندہ سے پسماندہ اقوام بھی ہمیشہ ترقی کی نئی راہوں کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہیں۔ترقی کی اس تگ و دو میں تعلیمی نظام کا جائزہ نہایت اہم ذریعہ ہے کیونکہ تعلیم ہی ایک ایسا منظّم ذریعہ ہے جس کی وساطت سے معاشرہ اپنی اقدار بنیادی اپنی آنے والی نسلوں کو منتقل کرتا ہے۔ان اقدار کی بقاء سے معاشرے کی بقاء وابستہ ہوتی ہے۔ان اقدار کی منتقلی سے ہی معاشرہ اپنی صفحوں میں ہیئت کو برقرار رکھ سکتا ہے۔اسی لئے جب کوئی حکومت ملک میں تبدیلی کی خواہاں ہوتی ہے تو سب سے پہلے وہ تعلیمی حکمت عملی پر نظرثانی اور غور و فکر کرتی ہے۔اپنی تمام تر توجہ تعلیم کی تنظیم و تشکیل نو پر صرف کرتی ہے۔

☆ آج کل تعلیمی اصلاحات کو جو توجہ دی جا رہی ہے اس کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ تعلیم ہی معاشرے کے لئے باشعور اور ہنرمند افراد مہیا کرتی ہے۔

☆ سائنسی ترقی کی بدولت جب معاشی سرگرمیوں میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں تو تعلیم میں ایسی تبدیلیاں ناگزیر ہو جاتی ہیں جو نئی صلاحیتوں کی مناسب تربیت کے لئے ضروری ہوں۔

☆ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں نہ صرف ترقی پذیر بلکہ ترقی یافتہ اقوام بھی تعلیم میں تبدیلیوں پر غور و خوض کرتی نظر آتی ہیں۔

قائداعظم محمد علی جناح تعلیم کی اہمیت سے پوری طرح آگاہ تھے۔قیام پاکستان کے فوراً بعد تعلیم کو با مقصد بنانے کے لئے پہلی قومی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔اس کانفرنس میں اپنے پیغام میں قائداعظم نے فرمایا۔'' تعلیم خصوصاً صحیح قسم کی تعلیم کی اہمیت پر جتنا بھی زور دیا جائے کم ہے۔ایک صدی سے زائد عرصے کے نو آبادیاتی تسلط کے دوران میں ہمارے عوام کی تعلیم پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی اس لئے اگر کم از کم وقت میں حقیقی پالیسی اور پروگرام کو اپنے عوام کی آرا سے ہم آہنگ کرنا چاہئے اور نئے دور کے حالات و تغیرات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے نظام تعلیم کو اپنی تاریخ و ثقافت سے ہم آہنگ بنانا چاہتے۔کمیشن برائے قومی تعلیم 1959ء نے نظام تعلیم کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا کہ معاشرہ بذریعہ تعلیم اپنے شہریوں میں وہ صلاحیتیں پیدا کرتا ہے جن کے استعمال سے وہ اپنی نجی زندگی اور قومی زندگی میں مفید ثابت ہو سکتے ہیں مزید براں ہماری تعلیم کو ان اقدار کی بقاء میں بنیادی کردار ادا کرنا چاہئے۔کہ جن کی بدولت پاکستان معرض وجود میں آیا۔ہمارا ملک پاکستان اسلامی طرز زندگی کی بقاء کے جذبے کی وجہ سے قائم ہوا۔تعلیمی پالیسی 1970ء میں اسلامی اقدار کی بقاء میں تعلیم کے کردار کا ذکر موجود ہے۔تعلیمی پالیسی میں وضع کئے گئے مقاصد میں پہلے چار اسلام اور پاکستان سے گہری اور دائمی وفاداری مسلم امت کا جزو ہونے کا احساس،حصولِ پاکستان کی جدوجہد،نظریہ پاکستان،تاریخ اور ثقافت سے واقفیت اور قرآن و سنت میں وضع شدہ مسلمانوں کے صحیح کردار کو دل نشین کرنا ہے۔

نظریہ پاکستان اور پاکستان کا نظام تعلیم: آج کا دور ترقی یافتہ دور ہے۔دنیا میں تعلیم کے بغیر ترقی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔پاکستان کی صورت حال یہ رہی ہے کہ

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 0334 5504551

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اساتذہ، گیس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

اس کا آبادی کا ایک بڑا حصہ تعلیم ہی سے محروم رہا ہے۔ ایسے افراد کی تعداد میں شرح خواندگی میں کمی کے تناسب کے باعث برابر اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ جو مناسب تعلیمی سہولیات میسر نہ ہونے کی وجہ سے اپنی تعلیم پوری نہیں کر سکے بلکہ بمشکل پڑھنا لکھنا بھی نہیں جانتے۔ حالانکہ علم ایک ایسی چیز ہے جس کے حصول سے انسان زندگی کے کسی مرحلے پر بھی بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''کہ علم حاصل کرو۔ ماں کی گود سے لحد تک۔'' ''علم حاصل کرو خواہ تمہیں اس کے لئے چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔'' آج کے ماہرین تعلیم بھی تعلیم کے اس پہلو پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے مسلسل تعلیم کا تصور پیش کر رہے ہیں۔ پاکستان میں ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلیمی پالیسیاں اور پروگرام مرتب کرتے وقت اسلامی نظریہ حیات کو مدِ نظر رکھا جائے تاکہ لوگ زیور تعلیم سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ سچے اور مخلص مسلمان بن سکیں۔ پاکستان کے تعلیمی پروگرام کے مختلف پہلو مندرجہ ذیل ہیں۔

نظام تعلیم کے عناصر ترکیبی:

نصاب: پاکستان میں تعلیمی نصاب اسلامی زندگی اور نظریہ پاکستان سے ہم آہنگ ہونے کی ضرورت ہے تاکہ ہمارا قومی تشخص اجاگر ہو سکے اس کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات اور تجاویز پیش خدمت ہیں۔

☆ ابتدائی درجہ (پرائمری) سے اعلیٰ سطح (یونیورسٹی) تک علوم کو اس انداز سے پڑھایا جائے کہ طلبہ کے ذہنوں میں اسلامی نظریہ حیات راسخ ہو جائے۔

☆ تشکیل کردار کے نقطہ نظر سے اسلامی نظریہ کی بنیادی تعلیمات کو مختلف مراحل کے مطابق نصاب میں شامل کیا جائے تاکہ قومی کردار کا تصور عملی شکل اختیار کر سکے۔

☆ سائنسی علوم کی کتب میں اس خاص علم کی تاریخ کا ایک باب رکھا جائے جس میں اس حقیقت کا تفصیلاً ذکر کیا جائے کہ اس علم کی ترویج اور ارتقاء میں مسلمان سائنس دانوں اور علماء کی تحقیق کا کتنا حصہ ہے۔ اس ضمن میں مغربی محققین اور مستشرقین کے بیانات کا بھی حوالہ دیا جائے کہ سائنسی علوم مثلاً ریاضی، کیمیاء، طب، طبیعیات، ہندسہ وغیرہ جو 14 ویں صدی عیسوی سے یورپ میں رائج ہوئے وہ سب کے سب مسلمانوں سے ماخوذ ہیں۔ اس طرح تمام سائنسی علوم کو غلامانہ ذہنیت کی بجائے آزادانہ اندازِ فکر اور اپنے اسلاف کی برتری کے احساس کے پیش نظر رکھ کر پڑھا جائے۔

☆ ٹیکنالوجی اور فنی تعلیم کی تدریس پر خصوصی توجہ دی جائے البتہ تدریس کے ساتھ ساتھ اسلامی خطوط پر بھی تربیت کا خیال رکھا جائے تاکہ فنی مہارت والے افراد کا طرزِ عمل اور کردار بھی لادینی رجحانات کی بجائے اسلامی مزاج کا حامل بن سکے۔

اساتذہ: تعلیمی اداروں کی فضاء کا سب سے اہم عنصر استاد کی شخصیت ہے۔ استاد جن اوصاف حمیدہ کا حامل ہو گا طلبہ ان سے یقیناً متاثر ہوں گے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جو قوم کسی خاص نظریہ حیات کا نشوونما چاہتی ہے اس کے لئے سب سے اہم کام موزوں اساتذہ کی فراہمی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جو لوگ تعلیمی اداروں میں کام کرنے کے لئے چنے جائیں۔ وہ موزوں تعلیمی قابلیت کے علاوہ قومی نظریہ حیات کے ساتھ بھی عشق رکھتے ہوں اس مقصد کے حصول کے لئے۔

☆ نئی تقرری کے وقت اساتذہ کے کردار و عمل کا اچھی طرح جائزہ لیا جائے تعلیمی قابلیت کے ساتھ ساتھ تقویٰ اور پرہیز گاری کا معیار بھی مقرر کیا جائے۔

☆ تربیت اساتذہ کے اداروں میں تربیت کا پورا انتظام اسلامی آداب و اخلاق کے تحت ترتیب دیا جائے۔ نصابی سرگرمیاں۔

طریقہ ہائے تدریس کا پورا انتظام اسلامی آداب و اخلاق کے تحت ترتیب دیا جائے۔ نصابی سرگرمیاں۔ طرقہ ہائے تدریس کی تشکیل خالص اسلامی خطوط پر ہوں۔ اس پہلو کو بھی نمایاں کیا جائے کہ استاد اپنے مضمون کے جملہ تقاضوں کو اچھی طرح پورا کرنے کے ساتھ ساتھ طلبہ کے کردار کو اسلامی ڈھانچے میں کس طرح ڈھال سکتا ہے۔

☆ زیر تربیت اساتذہ کے لئے اسلامی تعلیمات پر مشتمل تربیتی کورس کا پروگرام وضع کیا جائے۔ سالانہ خفیہ رپورٹوں میں پیشہ ورانہ مہارت کے ساتھ ساتھ اساتذہ کا عام رویہ اخلاقی اقدار اور شعائرِ اسلامی کی پابندیوں کو خاص اہمیت اجاگر کی جائے۔

☆ معائنے اور تعلیمی نگرانی کے عملے کا فرض ہے کہ استاد کی کارکردگی کا جائزہ لیتے وقت اس امر کو بھی خصوصی طور پر اہمیت دے کہ استاد کا کردار بحیثیت مسلمان کیسا ہے؟ وہ اپنی تدریس کے ذریعے طلبہ کے دل و دماغ میں شعائرِ اسلامی کا احترام کس حد تک پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

تعلیمی ادارے: نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی کو درس گاہ کی حیثیت دی تھی۔ خلفائے راشدین کے دور میں بھی اور اس کے بعد امویوں اور عباسیوں کے دور میں بھی مساجد کو درس گاہ کی حیثیت حاصل تھی۔ اب جبکہ درس گاہیں مساجد سے علیحدہ ہیں۔ تعلیمی اداروں کے ماحول کی اسلامیانے کی اشد ضرورت ہے۔ اس ضمن میں طلبہ والدین اور حکومت تینوں کا تعاون نہایت ضروری ہے۔ اس ضمن میں صبح کے صبوحی پروگرام کو خاص اہمیت دی جائے اس پیریڈ میں سربراہ ادارہ۔ اساتذہ تمام طلبہ کی شرکت کو یقینی بنایا جائے اور آغاز تلاوتِ قرآن پاک۔ ترجمہ اور دعاء سے کیا جائے۔ اسلامی تعلیمات اور نظریہ پاکستان کے مختلف موضوعات پر اساتذہ کرام باری باری مختصر تقاریر کریں۔ طلباء کو نماز سکھانے کا عادی بنانے کے لئے نظام الاوقات میں ایک خاص پیریڈ رکھا جائے۔ طلبہ کو قرآن کریم ناظرہ۔ باترجمہ نیز تجوید و قرأت پڑھانے پر خاص توجہ دی جائے۔

لازمی مفت تعلیم: پاکستان میں خواندگی کی شرح بہت حد تک کم ہے اور کوئی ملک اس وقت تک ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتا کہ جب تک اس کی خواندگی کی شرح 40 فیصد سے زائد نہ ہو جائے۔ غربت اور جہالت کی وجہ سے پرائمری درجہ سے ہی خواندگی کی شرح بہت کم ہے۔ حکومت ایسی پالیسی مرتب کرے کہ پرائمری تا

0334-5504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اشتعالی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

سیکنڈری تک مفت لازمی تعلیم قرار دی جائے۔

مخلوط تعلیم کا خاتمہ: اسلامی نظریہ حیات کے پیش نظر مخلوط تعلیم کو فوری طور پر ختم کرنا چاہئے۔ قومی اور اقتصادی اعتبار سے بھی مخلوط تعلیم کی افادیت بہت کم ہے ہمارے معاشرے کی پڑھی لکھی لڑکی کے فرائض ایک مغربی لڑکی سے بالکل مختلف ہوتے ہیں طالبات کے لئے انکی مخصوص ضروریات کے مطابق علیحدہ علیحدہ نصاب ہونا چاہئے۔ جوان کو ایسے کردار کے لئے تیار کرے جو ایک حقیقی مسلم معاشرے میں ایک عورت کو ادا کرنا ہوتا ہے خواتین کے لئے تعلیم کی سہولیات وافر مقدار میں مہیا کی جائیں تاکہ کوئی عورت زیور تعلیم سے محروم نہ رہ سکے۔

مشنری سکول: مسیحی مشنری سکول غیر ممالک کے مفادات کے لئے سرگرم عمل ہیں بہت سے ممالک نے مشنری اداروں کو اپنے قومی تحفظ کے پیش نظر بند کر دیا ہے۔ لیکن پاکستان میں اسلامی نظریہ حیات کے احیاء اور ترویج کا تقاضا ہے کہ ان غیر ملکی اور بیرونی طاقتوں کے ایجنٹوں کو یکسر ختم کر دیا جائے ان اداروں کو قومی تحویل میں لیکر قومی پالیسی کے تحت چلایا جائے۔

پبلک سکول: پبلک سکولوں کا وجود بھی جمہوریت کے بنیادی اصولوں کے منافی ہے۔ اس میں امیری و غریبی کا فرق آ جاتا ہے۔ امیر طبقہ زیادہ تر پبلک سکول کی طرح رجوع کرتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ پبلک سکولوں کی علیحدہ حیثیت ختم کر کے تمام اداروں میں یکسانیت کا معیار قائم کیا جائے۔

قومی لباس: ۔قومی لباس کی ترویج کے لئے آغاز تعلیمی اداروں سے کیا جائے۔ اساتذہ و طلبہ دونوں کو قومی لباس پہننے کی ہدایت کی جائے صرف شلوار قمیض اور رومال یا ٹوپی قومی لباس ہونا چاہئے۔

قومی زبان: ہر سطح پر قومی زبان اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے۔ تمام مضامین کی معیاری اور اہم درسی کتابوں کا ترجمہ کیا جائے۔ اردو زبان میں نئی کتب مرتب کرنے کے لئے قومی سطح پر بورڈ بنائے جائیں۔ اس طرح سرکاری دفاتر، عدالتوں اور دوسرے قومی اداروں میں اردو زبان کے استعمال کو تیز رفتاری سے رائج کیا جائے۔ مختلف سول سروسز اور دوسرے امتحانات اردو زبان میں لئے جائیں۔ انگریزی میڈیم سکولوں کو قومی پالیسی 1979ء کے تحت پابند کیا جائے کہ وہ اردو کو بحیثیت ذریعہ تعلیم اپنانے کی کوشش کریں۔

سوال نمبر4۔ تعلیم اور معاشی ترقی کا تعلق پاکستانی تناظر میں بیان کریں۔

جواب۔

تعلیم و ترقی کا باہمی ربط:

انسان کے مل جل کر رہنے کو معاشرے کی بنیاد گردانا جاتا ہے۔ میل جول اور تعاون کیوں کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے کون کون سے بنیادی تقاضے ہیں۔ اس کے مختلف قسم کے جوابات ہو سکتے ہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ معاشرہ صدیوں بلکہ ہزاروں سال سے قائم ہے۔ اور اس سے آگے یعنی آئندہ بھی اس کی ضرورت اور اہمیت کم نہیں ہوگی۔ معاشرہ افراد کے مجموعے کا نام ہے۔ لیکن ایسا مجموعہ جس میں مل جل کر رہنے کا احساس اور شعور ہو تعاون کے مقاصد یکساں ہوں۔ ان افراد کے مابین تعلقات اور تعاون کسی خاص نظام کے مطابق ہوں یعنی معاشرہ افراد کے گروہ کا نام نہیں بلکہ افراد کے باہمی تعلقات اور تعاون سے عبارت ہے۔ مختلف ماہرین عمرانیات نے اس کی تعریف اپنے اپنے انداز میں کی ہے۔

جان ایف سوبر کے خیال میں معاشرہ سے مراد ایسا بڑا گروہ ہے جو کافی عرصہ سے اکٹھا رہ رہا ہے حتیٰ کہ وہ منظم ہو گیا ہے اور اپنے آپ کو وحدت تسلیم کرتے ہوں۔ سمر اور کیلر کے مطابق معاشرہ افراد کا ایسا گروہ ہے جو بذریعہ اشتراک عمل وسائل حیات کے حصول اور بقائے نسل کی جدوجہد کرتے ہوں۔

ہنری گڈنگر کے خیال میں۔ معاشرہ ایسا گروہ ہے جو مشترک مقاصد کے لئے ایک دوسرے سے تعاون کرتا ہو۔

اسلامی نقطہ نظر سے ابن خلدون کے خیال میں معاشرہ، شہریت اور عمرانیات کی اصطلاح ہے۔ مقدمہ ابن خلدون میں لکھا ہے کہ اجتماع انسانی ایک ضروری اور ناگزیر شے ہے۔ اسے حکماء اپنی اصطلاح میں مدنی الطبع کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا ہی ایسا ہے کہ وہ غذا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ انسان کو غذاء کے حصول کی طاقت اللہ نے ہی بخشی ہے یہی وجہ ہے کہ انسان کثیر تعداد میں ساتھ مل جل کر رہتے ہیں تاکہ ان کی اور اپنی حیات برقرار رکھنے کا سامان مہیا کرے اس تصور کے مطابق معاشرہ کے قیام کی اصل بنیاد فطرت انسانی ہے۔ اس کے مطابق وہ اپنی زندگی کے تحفظ اور ضروریات کی فراہمی کیلئے دوسروں سے تعاون پر سرگرم عمل ہوتا ہے۔ اسی کوشش اور جدوجہد سے معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ معاشرے کا قیام انسانی بقاء کے لئے بھی ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کی منشاء اور حیثیت کے مطابق بھی۔

معاشی، معاشرتی ترقی اور تعلیم: تاریخ ایک واضح سبق ہمیں دیتی ہے۔ کہ کوئی قوم تعلیم کے بغیر کسی شعبے میں ٹھوس اور دیرپا ترقی نہیں کر سکتی۔ اس وقت پس ماندہ ممالک غربت، بیماری اور جہالت کے خلاف برسر پیکار ہیں۔ ان ممالک کی سب سے زیادہ ضرورت اپنے معاشرتی ڈھانچے کو تبدیل کرنا ہے۔ ایک مشہور مغربی مفکر ارم کٹل کے نزدیک ان ممالک کا معاشرتی ڈھانچہ ان کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اس معاشرتی ڈھانچے نے ان ممالک میں معاشرتی ناہمواری اور معاشرتی طبقات کو جنم دیا ہے جو ہر قسم کی تبدیلیوں کے خلاف حالات کو جوں کا توں رکھنے پر اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر رہے ہیں اس لیے معاشرتی ڈھانچہ میں تبدیلی کئے بغیر ان پس ماندہ ممالک میں کسی قوم کی ترقی ممکن نہیں۔ ان کی عادات و اطوار، کام کرنے کے طریقے، زندگی کے متعلق نقطہ نظر نہ بدلا جائے تو

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 0345 4551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ترقی ممکن نہیں۔کسی ملک کے معاشرتی ڈھانچے کو تعلیم کے بغیر بدلنا بغیر کسی ہتھیار کے پیچیدہ اور مسلل کام کرنے کے مترادف ہے جس رفتار سے تعلیم عام ہوگی اور لوگوں کی شعوری سطح بلند ہوگی اسی رفتار سے معاشرتی تبدیلیاں رونما ہوں گی اور اس رفتار سے غربت جہالت اور بیماری ختم ہوتی چلی جائیں گی۔یہ دور سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے مہارتوں اور تخصیص کی ضرورت روز بروز بڑھ رہی ہے۔کوئی قوم خواہ وہ ترقی پذیر ہو،ترقی یافتہ ہو، یا غیر ترقی یافتہ ،وہ نئی ایجادات ،انکشافات اور تکنیکی مہارتوں سے صرف نظر نہیں کر سکتی ،پچیدہ مشینوں ، نئے آلات اور طریقہ کار نے سائنس دانوں ،انجینئروں ڈاکٹروں اور ماہر کاری گروں کی ضرورت کو اور بھی شدید بنا دیا ہے۔چنانچہ ان مقاصد کے حصول کے لیے تعلیم ایک موثر ہتھیا ر ہے۔ان شعبوں میں ملکی اور قومی ضروریات کو صرف تعلیم کے ذریعے ہی پورا کیا جاسکتا ہے۔تعلیم ہی ہر شعنے میں قائد مہیا کرتی ہے۔استاد وکیل،سائنس دان،طبیب،انجینئر تعلیم ہی سے پروان چڑھتے ہیں ہمیں اس قسم کے بہترین افراد حاصل کرنے کے لیے بہترین تعلیم کا اہتمام کرنا ہوگا۔قوم کے لیے تعلیم کی اہمیت اس وجہ سے بھی ہی کہ صرف پڑھے لکھے لوگ ہی معاشرے کی ترقی کا باعث بنتے ہیں۔اس کے برعکس ناخواندہ، جاہل اور بے ہودہ لوگ مفید شہری بننے کے بجائے الٹا رکاوٹ کا باعث بنتے ہیں اور قومی معیشت اور معاشرت پر بوجھ بن جاتے ہیں ان پڑھ کاری گر مزدور کسان مشینوں اور اوزاروں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ملکی ترقی میں خاطر خواہ کردار ادا نہیں کر سکتے۔

ذرائع پیداوار اور تعلیم۔

تعلیم کا ایک بہت بڑا مقصد پیداواری اضافہ ہے۔مغربی مما لک میں جن لوگوں ے علم گیر تعلیم کا رواج دیا۔پیداواری اضافہ ہی ان کا محرک تھا۔ابتدائی اور خواندگی کی تعلیم کے علاوہ فنی تعلیم ،سائنسی تعلیم اور پیشہ وارانہ تعلیم لوگوں کی کمانے کی استطاعت میں اضافہ کرتی ہے۔اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔جب یہ بات ایک گروہ اور ایک معاشرہ کے لیے درست ہے تو یقیناً قوم کے معاملے میں بھی بالکل درست ہے کہ ایک پڑھی لکھی قوم جاہل اور خواندہ قوم کے مقابلے میں زیادہ اچھی اقتصادی پوزیشن میں ہوگی۔

تعلیم اور عاملین پیدائش۔

عام بول چال میں پیدائش دولت کا مطلب مادی اشیاء کی تخلیق سے لیا جاتا ہے۔اگر چہ انسان عام طور پر نہ تو مادہ پیدا کر سکتا ہے اور نہ اسے فنا کرتا ہے بلکہ انسان اپنی سمجھ بوجھ سے کام لے کر قدرت کی عطا کردپ اشیاء کی شکل یا جگہ تبدیل کر کے اسے انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل بنا سکتا ہے یعنی ان میں افادہ پیدا کر سکت اہے۔اس لیے دولت کی پیدائش اس وقت ہوتی ہے جب انسانی جدوجہد کے ذریعے مادہ میں افادہ پیدا کیا جائے۔پیدائش دولت سے مراد انسان کو وہ جدوجہد ہے جس سے قیمت یا قدر پیدا کی جا سکے۔اس کی تعریف کی رو سے زراعت ،صنعت وتجارت،نقل وحمل اور دیگر کاروبار حیات میں جو لوگ عملی کام کرتے ہیں وہ پیدائش کے دولت میں حصہ لیتے ہیں۔

زمین اور تعلیم۔

روزمرہ زندگی میں زمین سے مراد صرف سطح ارضی لی جاتی ہے جس پر ہم چلتے پھرتے ہیں لیکن معاشیات کی اصطلاح میں زمین سے مراد وہ تمام قدرتی وسائل جو سطح زمین یا سطح زمین سے نیچے یا فضا میں ہیں وہ پیدائش دولت میں مدد بہم پہنچاتے ہیں۔اس اصطلاح میں زمین کی سطح معدنی وسائل، پہاڑ، دریا،سمند، ہوا ،سورج،روشنی اور بارش وغیرہ سب شامل ہیں۔زمین قدرت کا عطیا ہے لیکن انسان اپنی سمجھ،شعور،تربیت اور تعلیم سے اس زمین کو استعمال کرتا ہے۔بنجر زمین آباد کرتا ہے۔زمین کی مقدار متعین کرتا ہے۔تمام قطعات زمین یکساں نوعیت اور زرخیزی کے حامل نہیں۔ان کی پیداواری صلاحیت میں فرق ہے۔زمین نا قابل انتقال ہے یعنی اس کا وقوع بدلا نہیں جا سکتا ہے۔

سوال نمبر5۔ نصاب سے کیا مراد ہے؟اس کی بنیادیں تفصیل سے بیان کریں۔

جواب۔

اس نظریئے کے مطابق طلبہ کو مختلف مضامین کی مقرر کردہ کتابیں پڑھانے یا رٹوانے سے ہی مطلوبہ ذہنی نشوونما کی جا سکتی ہے۔اس کے مطابق ہر مضمون مخصوص ذہنی صفات پیدا کرتا ہے۔کتابوں کو رٹنے یا دھرانے سے مطلوبہ پیدا ہو سکتی ہیں۔قدامت پرست مفہوم کے مطابق نصاب سے مراد صرف چند درسی کتب ہوتی تھیں۔اس کے مطابق ہمیں نصاب میں ایسے مضامین شامل کرنے پڑتے تھے۔جو ماضی میں فائدہ مند رہے ہوں اس میں شک نہ کہ اس اصول کے مطابق ہم بعض مضامین مثلاً زبانی دانی،حساب،تاریخ اور جغرافیہ کو آسانی سے نصاب میں شامل کر سکتے ہیں۔اس تصور کے مطابق نصاب چند مضامین کا مجموعہ ہوتا تھا جو نہ فرد کے تقاضوں سے ہم آہنگی رکھتا تھا اور نہ ہی معاشرتی قدروں کا حامل ہوتا تھا۔اس میں نہ تو نفسیاتی تقاضوں کے پورا کرنے کا سامان ہوتا تھا اور نہ بچوں کی بالیدگی کی خصوصیات سے کوئی ربط تھا۔یہ اسکول کے صرف داخلی اور وہ بھی صرف تدریسی مضامین اور سرگرمیوں سے تعلق رکھتا تھا۔قدیم نصاب میں تعلیم کا مقصد بچے کی ذہنی نشوونما اور حافظ کی تربیت ہی سمجھا جاتا تھا یہی وجہ تھی کہ پورا نصاب بچے کی قوت حافظ کے بل بوتے پر ختم ہوتا تھا۔تدریس کے علاوہ اگر دیگر مشاغل کو نصاب میں شامل کرنے کی کوشش کی جاتی تھیں تو اس کو معیوب سمجھا جاتا تھا یہی وجہ تھی کہ ان سرگرمیوں کو غیر نصابی سرگرمیوں کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔قدیم نصاب کا دوسرا اہم نکتہ یہ تھا کہ معلم کو مرکزی مقام حاصل ہوتا تھا جب کہ بچہ ثانوی حیثیت کا مالک سمجھا جاتا تھا معلم کی حیثیت ایک ڈکٹیٹر کی ہوتی تھیں بچوں کا کام اس کے حکم پر لبیک کہنا تھا۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں
میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اے ... ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں
0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام ،ایف اے بی کام ،بی ایڈ بی ایس ،ایم اے ایم ایڈ ایم اے ،ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

جدید تصور نصاب اس نظریے کے مطابق ان تمام سرگرمیوں کا نام نصاب تعلیم ہے جو اسکول کی نگرانی و راہنمائی میں طلبہ کی نشو ونما کے لیے منظّم کی جاتی ہیں۔اس خیال کے مطابق نشو ونما اسی صورت میں ممکن ہے جب بچہ اور اس کے ماحول میں باہمی عمل اور ردِ عمل کا سلسلہ سرگرمی سے جاری رہے۔جدید مفہوم میں نصاب سے مراد محض کتابیں ہی نہیں بلکہ سارا ماحول ہے جو اسکول کے اندر یا باہر موجود ہے۔طلبہ کو اس ماحول سے گزرنا پڑتا ہے اور اس طرح مسلسل ان کے تجربات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔جو اصل تعلیم ہے۔اس طرح ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ نصاب مسلسل ترقی پذیر سرگرمیوں کا نام ہے۔یہ ان عوامل کو بھی فروغ دینے کا نام ہے جن سے تعلیم کا عمل جاری رہتا ہے اور یوں مسلسل سرگرمیوں کی مدد سے طلبہ کی داخلی و خارجی صلاحیتوں کی بھرپور نشو ونما کی کوشش جاری و ساری رہتی ہے۔

جدید نظریہ

جدید نظریے کی بنیاد اس عقیدے پر ہے کہ معاشرے نے جو فرائض اسکول کے ذمے کئے ہیں وہ ان کو اس طرح پورا کرے کہ طالب علم اپنی ذات اور معاشرہ دونوں کے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکے۔یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ سکول میں مصنوعی طور پر وہی ماحول پیدا کیا جائے جو معاشرے میں پایا جاتا ہے اتنا ہی نہیں بلکہ ایسی سرگرمیوں کی تنظیم بھی کی جائے جن سے معاشرے کے مقاصد کی تکمیل ہو سکے۔نصاب کا یہ تصور اسی بات کا متقاضی ہے کہ طلبہ کی خداداد صلاحیتوں کو ترقی دی جائے اور اسکول میں وہ تمام سرگرمیاں داخل نصاب کی جائیں جو معاشرے کی پسندیدہ قدروں کو فروغ دے کر بچے کو بہترین شہری بنا سکیں اس لیے نصاب تعلیم کو زندگی کے ہر شعبے سے مربوط ہونا چاہیے ورنہ وہ بے کار ہو گا۔

نصاب کی بنیادیں

نصاب کی کامیابی یا ناکامی کا دارومدار زیادہ تر اس کی بنیادوں پر ہوتا ہے اس لیے نصاب کی بنیادیں مضبوط اور مستحکم ہونی چاہئیں۔نصاب کی بنیادوں کو زندگی کی اقدار اور بچوں کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔معلمین کو بخوبی معلوم ہونا چاہئے کہ ایک اچھا نصاب موثر عوامل اور مضبوط بنیادوں کا حامل ہوتا ہے۔نصاب چونکہ ایک تعلیمی وتدریسی لائحہ عمل ہے جو کسی مقصد کے تحت مرتب کیا جاتا ہے۔مقاصد کے بغیر نصاب تعلیم کی تدوین وتشکیل ناممکن ہے ذیل میں ان عوامل اور بنیادوں میں سے خاص خاص کا مختصراً ذکر کیا جارہا ہے جس کے بغیر نصاب تعلیم وتشکیل بے معنی ہو گی۔

مذہبی بنیاد

مذہب انسان کی فطری ضرورت ہے چنانچہ نصاب سازی کی سب سے اہم بنیاد یہی ہے۔یہ بنیاد مشرقی نظام تعلیم میں ہی کلیدی اہمیت کی حامل ہیں ہے بلکہ مغربی ممالک بھی اس کی اہمیت وافادیت سے منکر نہیں ہے۔انگلستان میں نصاب سازی میں اس کو بہت اہم مقام حاصل ہے۔مائیکل کے خیال میں نصابی بنیادوں میں سب سے اہم اور ضروری بنیاد یہی ہے۔جس کی مثال یہ ہے کہ کیتھولک سکولوں کے نصاب میں اس کو بنیادی مقام حاصل ہے لیکن دیگر مغربی ممالک میں نصاب سازی میں مذہبی عنصر اس اہمیت کا حامل نہیں ہے اسی وجہ سے ان ممالک میں مادیت کے ارتقاء کو معراج انسانیت تصور کیا جاتا ہے۔

معاشرتی بنیاد

جدید نظریہ کے مطابق تعلیم ایک معاشرتی عمل ہے لہذا نصاب معاشرتی بنیادوں پر مرتب ہونا چاہئے۔تدوین نصاب کے وقت ماحول اور معاشرے کے تقاضوں اور قدروں کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔جان ڈیوئی کا کہنا ہے کہ نصاب میں معاشرے کی تمام سرگرمیوں کو شامل ہونا چاہئے تاکہ بچے معاشرے میں بہتر مطابقت حاصل کر سکیں ان میں ثقافتی اور تمدنی شعور اجاگر ہو۔نصاب کو معاشرے کا ترجمان ہونا چاہیے نصاب کے تمام موضوعات اور عنوانات معاشرتی قدروں سے ہم آہنگ ہوں اور ان میں کسی قسم کا تضاد نہیں ہونا چاہئے۔معاشرے نے تعلیمی اداروں کو اس لیے قائم کیا ہے کہ ان کی معاشرتی اقدار ایک نسل سے دوسری نسل میں آسانی سے منتقل ہوتی رہیں۔لہذا نصاب کی تدوین معاشرتی بنیاد پر ہونی چاہیے معاشرے کے تقاضوں پر خاطر خواہ توجہ دینی چاہئے اور ان مضامین اور موضوعات کو نصاب میں ضرور شامل کرنا چاہئے جو معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہوں۔جان ڈیوئی نے معاشرتی بنیاد کو بہت ہی اہم قرار دیا ہے۔ان کے خیال میں نصاب میں معاشرتی تقاضوں اور رجحانات کو وہی مقام حاصل ہے جو تدریس میں بہترین طریقہ تدریس کو۔بچوں میں ایسے احساسات اور جذبات کی پرورش کی جائے جن سے ان میں انسانیت، اخوت، محبت، مساوات، عدل، نظم وضبط اور خود اعتمادی جیسے اوصاف حمیدہ پیدا ہو سکیں۔

فلسفیانہ بنیاد

نصاب نظریہ تعلیم کے تحت بنایا جارہا ہے۔نظریہ تعلیم کے تحت بنایا جاتا ہے۔نظریہ تعلیم نظریہ حیات کا پابند ہوتا ہے۔کوئی قوم بھی بغیر فلسفہ حیات کے نظریہ تعلیم اور تدوین نصاب کی کوشش نہیں کر سکتی جب تک تعلیم کے مقاصد کا تعین نہیں ہوتا اس وقت تک نصاب کی تدوین ناممکن ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ نصاب مقاصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ یا آلہ ہے۔ہمیں کو نصاب میں ایسے عنوانات، موضوعات اور سرگرمیوں کو شامل کرنا چاہئے جن کے تحت ہم تعلیمی مقاصد حاصل کر سکیں۔تعلیمی مقاصد کا تعلق فلسفہ سے ہوتا ہے۔ہر ملک کے سکولوں میں ایسا نصاب مروج ہوتا ہے جو ان کے فلسفہ حیات اور نظریہ تعلیم کی ترجمانی کرتا ہے۔ہمارا نصاب تعلیم اسلامی قدروں کا حامل ہونا چاہئے جس سے فرد میں دینی و دنیاوی دونوں طرح بہتری حاصل ہو جو فرد کو مادی اور روحانی آسودگی عطا کرے۔

نفسیاتی بنیاد

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

دور جدید میں نفسیات کے بغیر نصاب سازی ناممکن ہے۔قدیم زمانے میں نصاب میں نفسیات پر بالکل توجہ نہیں دی جاتی تھی۔لیکن آج تعلیم اور نصاب تعلیم میں بچے کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔پوری تعلیم کا تانا بانا اس کے گرد گھومتا ہے کوئی نصاب اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس میں بچے کے نفسیاتی تقاضوں اور خواہشات کو ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے۔نصاب سازی میں بچہ کی بالیدگی اور اس کے مختلف ادوار کی خصوصیات کا جاننا ضروری ہے۔نصاب کا بنیادی مقصد ہی یہی ہے کہ تمام تعلیمی مقاصد کی تکمیل میں مدد دی جائے اور تعلیمی مقاصد میں بچوں کی شخصیت وانفرادیت کی تعمیر کو بنیادی مقام دیا جائے ایسی صورت میں نفسیات کو نظر انداز کر دینا گویا بچہ کی شخصیت اور انفرادیت کو بالائے طاق رکھ کر تشکیل دیا جائے گا تو ایسی نصاب سازی بچے کی شخصیت کو مسخ کرنے کے مترادف ہوگی کیونکہ نفسیات انسان کے کردار،اس کے تقاضے،اس کی بالیدگی کے مختلف ادوار کی خصوصیات اور حیاتیاتی وجذباتی اور معاشرتی نشوونما پر روشنی ڈالتی ہے۔

اچھے نصاب کی خصوصیات۔

بچوں کی معاشرتی ضرورتیں ان کے سماج پسند فطرت کی وجہ سے وجود میں آتی ہیں وہ ہم جولیوں کے ساتھ کھیلنا،کام کرنا،الجھنا،اور بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔نصاب میں ایسی سرگرمیاں موجود ہونی چاہیے جوان کو دوسروں سے اشتراک وتعاون کرنے کا جذبہ پیدا کرسکیں۔اتنا ہی نہیں بلکہ بچوں میں فرانبرداری ،ذمہ داری اور حب الوطنی کے اوصاف پیدا ہوسکیں۔انفرادیت کی بھرپور نشوونما کا یہ بھی تقاضا ہے کہ تمام طلبہ کو ایک ہی لاٹھی سے نہ ہانکا جائے بلکہ ان کیے انفرادی اختلافات کا بھی لحاظ رکھا جائے۔تحقیقی مطالعوں سے ثابت ہے کہ پہلی جماعت میں داخل ہونے چھ سالہ بچوں کے کسی غیر منتخب بروہ میں ذہنی نشوونما کے لحاظ سے چار سال تک کا فرق ہوتا ہے اگر ان تمام بچوں کو ایک ہی رفتار پر تعلیم دی جائے گی تو چھ سال بعد ان کی ذہنی نشوونما میں آٹھ سال کا فرق ہو جائے گا۔جس کی وجہ یہ ہے کہ کم استعداد کے بچے عام رفتار کے بچوں کا ساتھ نہیں دے سکتے اور اس طرح وہ ہر سال پیچھے رہ جاتے ہیں۔

ترقی یافتہ ممالک نے طلبہ کی انفرادی صلاحیتیں اوران کے اختلافات معلوم کرنے اور پھر ان کی مدد دستگیری کرنے کے سلسلہ میں بڑا کام کیا ہے اور کر رہے ہیں وہ ہر طالب علم کا ریکارڈ تیار کرتے ہیں جس کی روشنی میں طلبہ کی جسمانی، ذہنی جذباتی اور معاشرتی نشوونما کے لیے طرح طرح کی سہولتیں فراہم کی جاتیں ہیں۔مقام افسوس ہے کہ پاکستان میں ابھی تک اس سمت میں قابل ذکر قدم نہیں اُٹھایا گیا۔حقیقت یہ ہے کہ تعلیم وتربیت کی کامیاب کے لیے اس طرف فوری توجہ کی اشد ضرورت ہے۔

نصاب تعلیم اور معاشرتی تقاضے۔

نصاب تعلیم ہر دور کے تقاضوں کا حامل ہوتا ہے اور مستقبل کی تعمیر کی نشاندہی کرتا ہے لہذا نصاب کی تدوین میں نئے رجحانات اور جدید تقاضوں کو پیش نظر رکھنا ہوگا تا کہ معاشرہ فعال اور متحرک رہیا اس میں جمود پیدا نہ ہوئے تعلیمی پالیسی میں ٹیکنیکل اور زرعی تعلیم پر بہت زور دیا جاتا ہے تعلیم کے ذریعے ایگرو ٹیکنیکل معاشرہ قائم کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔ صنعت وحرفت کی ترقی اگر چہ انسان کی بنیادی اقدار پر اثر انداز نہیں ہوتی لیکن اس کی انفرادی زندگی کا ڈھنگ ضرور بدل دیتی ہے پھر یہی انفرادی زندگی معاشرتی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے ہمارے معاشرے میں اس وقت یہی ہو رہا ہے صنعتی ترقی کی وجہ سے لوگ دیہاتوں سے شہروں کی طرف نقل مکانی کر رہے ہیں اس لئے یہاں روزگار کے وسائل دیہات کی نسبت زیادہ ہیں یہ بہت بڑا معاشرتی انقلاب ہے ثقافتی لحاظ سے ہمیں اس تغیر کا معاشرتی واقتصادی اور تعلیمی نقطہ نگاہ سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے اور نصاب کو اس طرح ترتیب دیا جائے کہ وہ نئے عمرانی تقاضوں کو پورا کر سکے۔

طبقاتی تصورات اور تعلیمی اہمیت۔

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے ہاں طبقاتی تصور شدت سے موجود ہے غریبوں سے اونچے ہونے اور الگ ہونے کا احساس دلوں کے اندر جما ہوا ہے اس احساس کی وجہ سے تعلیم بھی کئی طبقوں میں بٹی ہوئی ہے اور کئی سکول کی اقسام نظر آتی ہیں جن میں پبلک سکول یورپیئن سکول، کمپری ہینسو سکول، ماڈل سکول اور پائلٹ سکول جیسے سکول اعلیٰ طبقے کے بچوں کے لئے ہیں۔ان میں پڑھایا جانے والا نصاب درآمد کیا جاتا ہے اس نصاب میں ہماری قومی ملی اور معاشرتی اقدار کا کوئی عمل دخل نہیں ہمیں خالص نقطہ نگاہ سے ان سکولوں کے نصاب کا جائزہ لینا چاہئے۔اور اسے قومی امنگوں اور ملی اختیارات کے مطابق ڈھالنا چاہئے۔اس کی ضرورت اس لئے محسوس ہوتی ہے کہ ہمارا ایک قومی رنگ ہے جسے ہمیں پہلے اس رنگ میں رنگنا چاہئے اس کے بعد قومی مقاصد ضروریات اور احتیاجات کی باری آتی ہے لیکن انفرادی قومی ضروریات کے باوصف چند ایک معاشرتی فعالتیں ایسی ہیں جو نصاب کی بنیاد قرار دی گئی ہیں معاشرہ خواہ مشرقی ہو یا مغربی۔افراد کے لئے ان معاشرتی فعالتوں میں مہارت حاصل کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

شعور اور آگہی۔

آج کل تعلیمی مسائل پر باشعور اور بامقصد غور وفکر ان مسائل کو سماجی پس منظر میں رکھے بغیر ممکن نہیں۔ہم اس ذمہ داری سے بری نہیں ہو سکتے کہ ہمارے معاشرے کو کس سمت میں ترقی کرنا چاہیے۔مارگریٹ میڈ جیسی مصنفہ بار بار اس بات پر زور دیتی ہے کہ ماہرین تعلیم اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

کہ وہ بدلتی ہوئی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اپنے طریقوں کو ان کے مطابق ڈھالنے اور سوچنے کے قابل نہیں ہوں گے۔ معاشرہ کبھی جامد نہیں رہتا وہ ہمیشہ متحرک اور فعال رہتا ہے۔ تعلیم کا یقیناً ایک فرض یہ بھی ہے کہ لوگوں کو معاشرے کا فعال رکن بننے کے لیے تیار کرے۔

سوال نمبر 6۔ قومی تعلیمی پالیسی 1979ء اور 1998ء کا تقابلی جائزہ لیں نیز اپ کے خیال میں کون سی پالیسی زیادہ جامع ہے؟

جواب۔

قومی تعلیمی پالیسی 1979ء کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں پلی دفعہ نظریہ سلام کو تعلیمی مقاصد میں بنیادی مقام دیا گیا ہے۔ سابقہ پالیسیوں اور دیگر تعلیم دستاویزات میں اس طرح کھل کر واضح انداز میں اور جامع پروگرام کے تحت تلعیم کے بنیادی مقاصد مین نظریہ اسلام کو ے فروغ کو شامل نہیں کیا گیا تھا مثلاً کمیشن برائے قومی تعلیم نے اس حقیقت کا عتراف کرنے کے باوجود کہ ہمارملک اسلامی طرز زندگی کی بقاء کے جذبے کی وجہ سے قائم ہوا نظریہ اسلام کو تعلیم کے مقاڈ کی بنیاد قرار نہیں دیا بلکہ اسلام کے ان اصولوں کو جن کو بین الاقوامی برادری قبول کرتی ہے مثلاً سچائی، انصاف، فراخ دلی وغیرہ مرکزیت دی جبکہ ہمارے قومی تشخص کی بقاء کے لیے مکمل طور پر اسلام کے دینی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی اصلوں کو تعلیم کی بنیاد قرار دینے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کرنا چاہیے تھا۔ اس طرح نئ تعلیمی پالیسی 1970ء میں سماجی انصاف، مساوات اور جمہوری طرز زندگی جیسی اقدار کو اسلام کی بنیاد قرار دے کر ان کو تعلیمی مقاصد کہ حصہ بنایا گیا۔

بنیادی تعلیم کو عام کرنا۔

قومی تعلیمی پالیسی 1979ء میں بنیادی تعلیم کو عام کرنے کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور اس پر جامع پروگرام وضعو کئے گئے ہیں۔ بنیادی تعلیم کا ایک جامع نظریہ پیش یا گیا ہے اور اہم قومی مسئلے کے حل کے لیہر زاویئے سے غوور کیا گیا ہے۔ اول تو پرائمری تعلیم عالمگیر کرنے کے غرض سے ان علاقائی مادی اور افرادی وسائل اور روایتی اداروں کو دیہی علاقوں میں استعمال کرنے کی تجویز پیش کی گئی جن کو اب تک نظرانداز کیا گیا ہے۔ اس طرح مساجد اور علاقوں میں خواتین کو پرائمری تعلیم کے فروغ کے لیے استعمال کرنے کی بھی تجویز تمام معنوں میں نئی نافذ کی گئی ہے۔ سابقہ پالیسیوں میں میں بھی سرمائے کی قلت کے پیش نظر علاقے کو لوگوں کی طرس نے مفت زمین اور حکومت کی طرف سے مہیا کردہ وسائل میں برابری کی بنیاد پر علاقے کو ے لوگوں کے طرف سے سرمایہ کی فراہمی لڑکوں کے اسکولوں میں خواتین اساتذہ کو بھیجنے کی تجویز تھی تا کہ والدین کو ان اسکولوں میں لڑکویں کو بھیجنے میں اعتراض نہ ہو۔

نظام تعلیم کا مربوط ڈھانچہ ترتیب دینا۔

نظام تعلیم کے ڈھانچے کی ترتیب نو کر کے اس کو چار سطحوں کی بجائے تین سطحوں میں منقسم کرنے کی قومی تعلیمی پالیسی 1979 کی تجویز بھی بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ اس سے ایک طرف تو پانچ سالہ پرائمری تعلیم کو وسعت دے کر آٹھ سالہ ابتدائی تعلیم میں بدل دیا جائے اور دوسری طرف موجودہ ثانوی تعلیم کو درجہ ششم سے شروع کرنے کے بجائے درجہ نہم سے شروع کیا جائے گا۔ ان اقدامات سے تعلیمی معیار بلند کرنے میں بھی مدد ملے گی اور ابتدائی تعلیم کو موثر بھی بنایا جا سکے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ ڈگری کی تعلیم کا دورانی دو سال سے بڑھا کر چار سال کرنے سے ہماری ڈگری کا دورانیہ ترقی یافتہ ممالک کی ڈگریوں کے مساوی ہو جائے گا۔ یہ تجویز نئ نہ ہونے کے باوجود مربوط ضرور ہے۔

ii) پاکستان میں تعلیمی اصلاحات کا تاریخی پس منظر۔

جواب۔

سفارشات

☆ نظام تعلیم کو نظریہ اسلام سے رہنمائی حاصل کرنا چاہیے اور عالمی برادری، رواداری اور انصاف کے اسلامی اصولوں پر خصوصاً زور دینا چاہئیے۔

☆ پانچ سالہ پرائمری تعلیم مفت اور لازمی ہونی چاہیے اور اس کا دورانیہ آہستہ آہستہ بڑھا کر آٹھ سال کر دینا چاہیے۔

☆ پرائمری اسکولوں میں مخلوط یا بہ صورت دیگر علاقائی ضروریات کے مطابق تعلیم ہونی چاہئیے۔

☆ فنی تعلیم کی تنظیم نو کے لیے ایک جامع منصوبہ بنانا چاہیئے تا کہ اس کو ہماری اقتصادی ضروریات اور عوام کی خصوصی آراء کے مطابق بنایا جا سکے۔

پہلی قومی تعلیمی کانفرنس (نومبر 1947ء) کی طرح دوسری قومی تعلیمی کانفرنس (1951ء) نے بھی اہم سفارشات کیں۔

ا۔ چھ سالہ قومی منصوبہ برائے فروغ تعلیم پاکستان: پہلے دستور کے تحت مرکزی حکومت کو صوبائی حکومتوں کی رہنمائی اور فروغ تعلیم کے لیے منصوبہ بندی کے کاموں میں ربطہ پیدا کرنے میں مدد دینے کے لیے جمعیتیں تشکیل دی گئیں جن میں تعلیمی مشاورتی بورڈ، بین الیونیورسٹی بورڈ اور مجلس برائے فنی تعلیم قابل ذکر ہیں۔ ان دستوری جمعیتوں کے تصورات اور منصوبے 1952ء میں مرتب ہونے والے چھ سالہ قومی منصوبہ برائے فروغ تعلیم پاکستان کی بنیاد بنے۔ یہ منصوبہ مرکزی حکومت کے شعبہ تعلیم نے صوبائی حکومتوں کے مشورے سے مرتب کیا اور اس میں صورتحال کے جائزے کی بنیاد پر جامع تجاویز پیش کی گئیں۔

۵۔ قومی تعلیمی پالیسی 1979ء

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

: مارشل لاء کے چیف منتظم نے نئی حکمت کے قیام کے فوراً بعد ممتاز ماہر تعلیم علماء، وکلاء، اساتذہ، صحافی اور طلباء پر مشتمل ایک قومی تعلیمی کانفرنس اکتوبر 1977ء میں منعقد کی اور ملک کے تعلیمی ڈھانچے کی تشکیل نو کے لئے سفارشات مرتب کرنے کی دعوت دی۔ اس کانفرنس کی سفارشات اور ان پر وفاقی وزارتوں اور صوبائی حکومتوں کی آراء کی روشنی میں وزیر تعلیم نے اکتوبر 1978ء میں قومی تعلیمی پالیسی کے اہم نکات کا اعلان کیا۔ اس اعلانیہ پر عوام کے تاثرات اور وسائل کی روشنی میں وزارت تعلیم نے عمل درآمد کی حکمت عملی تیار کی جس پر کابینہ نے دسمبر 1978ء میں غور کیا اور اس کے تمام پہلوؤں پر تفصیلی غور وخوض کے لئے ایک مستقل مجلس قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔

قومی تعلیمی پالیسی 1998-2010ء:- 1997ء میں نواز شریف کی حکومت نے اقتدار سنبھالنے پر وزارت تعلیم کو نئی تعلیمی پالیسی مرتب کرنے کی ہدایات دیں تا کہ تعلیم کے نئے رجحانات اور تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قوم کو معاشی و معاشرتی ترقی کیلئے عالمی سطح کے برابر لایا جا سکے وزارت تعلیم نے پالیسی مرتب کرنے کے سلسلہ میں عوام سے تجاویز طلب کیں تا کہ عوام کی خواہشات اور ماہرانہ منطقی تجاویز وخیالات کی روشنی میں ایک جامع پالیسی تشکیل دی جا سکے۔ اس سلسلے میں وزارت تعلیم کو 4025 تجاویز موصول ہوئیں۔ جن کی روشنی میں پالیسی مرتب کرنے کے بعد قومی تعلیم کمیشن میں منظوری کے لئے پیش کی گئی۔ جس کا اجلاس 2 فروری 1998ء میں ہوا۔ اس اجلاس میں اس نئی پالیسی کے نمایاں خدوخال کا اعلان کرتے ہوئے مزید تجاویز طلب کی گئیں اور بالآخر 18 مارچ 1998ء میں اس پالیسی کو آخری شکل دے دی گئی جس کے نمایاں خدوخال مندرجہ ذیل ہیں۔

پالیسی کے اہم مقاصد:

1- قرآنی تعلیم اور اسلامی نظریات کو نصاب کے ساتھ مربوط کیا جائے گا تا کہ قرآنی ہدایات و افکار کو تعلیم و تربیت کے ذریعے مسلمانوں تک پہنچایا جا سکے۔

2- عالمگیر پرائمری ایجوکیشن کا ہدف حاصل کرنے کے لئے پرائمری تعلیم سے محروم رہ جانے والے یا ادھورا چھوڑ جانے والے لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیم حاصل کرنے کا ایک موقع دیا جائے اور ان کے لئے نسبتاً مختصر کورس کا ہنگامی پروگرام شروع کیا جائے گا جو کہ رسمی و غیر رسمی طریقوں سے پڑھایا جائے گا۔

3- بنیادی تعلیم کے لئے اسکول کی انتظامی کمیٹیوں۔ دیہی تعلیم کمیٹیوں اور والدین کی ایسوسی ایشنوں کو فعال بنایا جائے گا لوکل کمیونٹی کی شرکت کو موثر بنایا جائیگا۔

لازمی پرائمری تعلیم کے لئے قانون سازی کی جائے گی اور اس پر موثر انداز میں عمل درآمد کیا جائے گا۔

5- متن اور تدریسی مواد کو تعلیم کی بنیادی ضرورتوں کے مطابق تشکیل دیا جائے گا۔

6- سیکنڈری ایجوکیشن حاصل کرنے کے ہر خواہشمند کو داخلہ کا موقع فراہم کیا جائے گا۔

7- متفرق نظام تعلیم کی حوصلہ شکنی زیادہ سے زیادہ اسکول کھول کر کی جائے گی یکساں معیاری تعلیم کا اجراء کیا جائے گا۔

8- شہر اور دیہات میں تعلیمی سہولتوں میں موجود فرق کو کم کیا جائے گا۔

9- نجی تعلیمی اداروں کو اس بات کا پابند کیا جائے گا کہ وہ ایسے نادار اور مستحق طلباء کو داخلہ دیں جو میرٹ پر پورے اتریں۔ علاوہ ازیں غریب طلباء کو مفت تعلیم کے مواقع دیئے جائیں گے۔

سوال نمبر 7۔ چاروں تعلیمی مکاتب فکر نیز ان کی تعلیمی غایات، طالب علم اور تعلیمی عمل کا موازنہ کر کے اپنا تنقیدی تبصرہ کریں۔

جواب۔ چاروں تعلیمی مکاتب فکر کا مختصر احوال کچھ یوں ہے۔

فلسفہ نوتعمیریت: یہ فلسفہ سابقہ مکاتب فکر کے خلاف صدائے احتجاج ہے۔ اس کے حامیوں کا کہنا ہے کہ زندگی میں اتنے عظیم تغیرات آ چکے ہیں اور اتنے مہیب بحرانوں کا سامنا ہے کہ اب پہلے نسخوں سے کام نہیں چل سکتا۔ چھوٹی موٹی تبدیلیاں اور ارتقائی انداز عمل بھی چنداں مفید نہیں۔ اب تو انقلابی اور ہمہ گیر تبدیلیاں لانے کی ضرورت ہے۔ جملہ شعبہ ہائے حیات کی تعمیر نو کی مطلوب ہے اور یہ کام تعلیم ہی کو سرانجام دینا ہوگا۔ 1932ء میں جارج ایس کاؤنٹس نے امریکی مدرسے کو شہ دیتے ہوئے اپنا منی فسٹو پیش کر دیا تھا جس کا عنوان تھا "مدرسے کو نظام نو کی طرح ڈالنے کے لئے آگے بڑھنا چاہیے" فلسفہ نوتعمیریت کی خوبیاں کچھ اس طرح سے ہیں۔

خوبیاں:

ا۔ نوتعمیری کی فکری بنیادیں جو ترقی پسندیت کی ہیں البتہ بعض باتیں منفرد اور اضافی ہیں مثلاً حقیقت کے بارے میں نوتعمیری معاشرتی حقیقیت پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں۔ اقدار کے معاملہ میں واضح اور دلیرانہ رویہ اختیار کیا جاتا ہے۔

۲۔ مخصوص سماجی نقطہ نظر کے ساتھ گہری قلبی و فکری وابستگی کے قائل ہیں۔

۳۔ نظریاتی تبلیغ کو جائز سمجھتے ہیں اور اس فلسفہ کو ماننے والوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ بچہ پیدائش طور پر محض نیوٹرل ہوتا ہے اور وہ نہ اچھا ہے اور نہ برا جبکہ روسو اور دیگر ترقی پسند اسے اچھا سمجھتے ہیں۔

۳۔ تعلیم کو نئے سماجی نظام کی تخلیق کا فی الفور بیڑا اُٹھانا چاہیے۔ یہ سخت بحران کی صدی ہے تہذیب و تمدن کے مٹ جانے کا خطرہ ہے۔

۴۔ نیا معاشرہ حقیقی معنوں میں جمہوری ہونا چاہیے۔ عظیم تغیرات لانے کے عمل کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ متنازعہ مسائل کو مختلف وسائل کے ذریعہ موثر طور پر منظر

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

عام پر لایا جائے یہ اس نظریہ کو ماننے والوں کی کچھ ڈیمانڈ کے طور پر ایک حتمی فیصلہ سمجھا جاسکتا ہے۔
معاشرتی وثقافتی موثرات وعوامل، مدرسے اور تعلیم وتدریس پر لازماً اثر انداز ہوتے ہیں۔ معاشرتی انقلاب کے داعی کہتے ہیں کہ معاشرے کی اجتماعی فضا افراد پر بے پناہ اثر ڈالتی ہے جس قسم کا معاشرہ ہوگا ویسے ہی اس میں افراد ہوں کے۔

۵۔ معلم اپنے طلبہ کی تعمیر نو کی ضرورت پر کار بندر ہتا ہے اور اس عمل میں وضاحت کے طور پر دلائل کی صورت میں اپنے مدرسے کے عمل کو جامع طور پر پیش کر کے اس فلسفہ کو دوام بخشنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔

خامیاں: اس فلسفہ کی بنیادی اور چیدہ چیدہ خامیاں کچھ اس طرح سے بیان کی جاسکتی ہیں۔

ا۔ اس نظریے کی رو سے تعلیم کو نئے سماجی نظام سے خطرہ ہے اور یہ کہ اس فلسفے میں سب سے نامناسب بات یہ ہے کہ یہ افکار اور سوچ کی تبدیلی کو کچھ زاویوں اور انداز سے بدلنے کا حامی مانا جاتا ہے۔ اس فلسفہ کے ماننے والوں کا یہ کہنا کے معاشرے میں ناگزیر تبدیلیوں کا وقت آ گیا ہے کچھ نامناسب سے بات لگتی ہے جس پر کار بندر ہنا شاید معاشرے میں موجود بہت سے لوگوں کے لیے مشکل اور کھٹن مرحلہ ہو۔

۲۔ نو تعمیری اصحاب کی غایت اولیٰ معاشرے کی ہمہ گیر تعمیر نو ہے۔ صرف اسی طرح ہی مستقبل کو یقینی اور پائیدار بنایا جاسکتا ہے۔ اس بات کی گہرائی میں اگر جایا جائے تو پہلی بات ہی یہ نظر آتی ہے کہ یہ فلسفہ یا اس کے ماننے والے سراسر نظام میں نئی تبدیلیاں لانے کی کوشش کر رہے ہیں جبکہ دوسرے طرف بہت سے معاشرتی اقدار اس بات کے متحمل نہیں ہیں کہ وہ کسی بھی طرح کی تبدیلی یا سرگرمی کو برداشت کر سکے خصوصاً تعلیمی نظام میں تو بالکل بھی اس کی گنجائش نظر نہیں آتی۔

۳۔ نو تعمیریت کا طالب علم مدرسے کے اندر سے زیادہ اس کے باہر کے امور میں دلچسپی لیتا ہے۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ بڑا معاشرہ نواز انسان اور علمی ماحول سے لگاؤ رکھنے والا آدمی مانا جاسکتا ہے لیکن دوسری طرف اس کا سب سے بڑا نقصان سکول یا مدرسے کی فضا کو ہوگا جس کی وجہ سے طلبہ اور اساتذہ دونوں کو دشواری کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

۴۔ اس فلسفے کو ماننے والوں کو عوام کی زیادہ فکر لاحق ہوگئی ہے جوان کے کھانے پینے سے لیکر ان کے کمانے کے ذرائع تک کے بارے میں پریشان رہنے لگے ہیں اس بات کو وقتی طور پر فائدے کے لیے اس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ اس کا سب سے بڑا فائدہ ضرورت منداور مستحق افراد کے معیار زندگی کو بہتر بنانا اور ان کے ان کے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بنانا ہے لیکن اس نظریئے کو ماننے والے تعلیم اور طالب علم کی کردار سازی پر عمل درآمد اور توجہ سے کوسوں دور ہوتے چلے جائے گے۔

۵۔ استاد معاشرے کا سرگرم رکن ہوتا ہے اسے ہی قائد کا کردار ادا کرنا ہوتا ہے معاشرے کی تطہیر و تعمیر میں حصہ لینا وہ اپنا فطری عمل سمجھتا ہے۔ وہ طلبہ کا رہنما مشیر بھی ہے اور ناصح مشق بھی۔ اسے اپنی رائے کے اظہار میں قطعاً کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیے لیکن اگر اس بات کو گہرائی سے سمجھا جائے تو یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ اس عمل کے دوران اساتذہ پر ذمہ داریاں تو عائد کی جارہی ہیں لیکن طلبہ کو مکمل آزادی حاصل ہو رہی ہے۔ طلبہ کے ذہنی کیفیت کو فعال بنانے کے لیے اس پر کچھ طرح کی ذمہ داریاں ڈالنا بھی بہتر نتائج برآمد کرسکتا ہے۔

فلسفہ ترقی پسندیت: ترقی پسندیت فلسفہ نتائجیت کی تعلیمی شکل ہے۔ اسے ثقافت کی آزاد شاہراہ بھی کہا جاتا ہے۔ لبرل کی اصطلاح لچک دار، متجسسانہ اور کھلے رویے کی آئینہ دار ہے۔ اس مکتب فکر کے اجزائے ترکیبی تجزیہ، افزائش، اور افادہ اور اضافیت ہیں۔ یہ اپنے انداز فکر عمال میں روایت کے عین خلاف ہیں۔ اساتذہ سے تقاضا کیا جاتا ہے کہ وہ نئی نئی تبدیلیوں کے لئے تیار رہیں اور طلبہ کو عملی مسائل سے دلیرانہ پنجہ آزمائی کے لیے تیار کریں۔ بخلاف ماضی یہاں حال اور مستقبل کا زیادہ پرچار رہتا ہے۔ طالب علم تعلیمی عمل کا مرز اور اس کی دلچسپیاں اور تقاضے ہی تعلیمی فیصلوں کی بنیاد بنتے ہیں۔

خوبیاں: فلسفہ ترقی پسندیت کی چیدہ چیدہ خامیوں کا تذکرہ کچھ اس طرح سے کیا جاسکتا ہے۔

ا۔ حقیقیت بدلتی رہتی ہے، یہ اپنی نوعیت میں متحرک اور تعاملی ہے، جب فرد ماحول سے تعمل کرتا ہے تو حقیقت صورت پذیر ہو جاتی ہے جو اور آگے کئی شکلیں بدلتی چلی جاتی ہے۔ اسی تناظر میں دیکھا جائے تو یہ فلسفہ تبدیلی کے رجحان کی طرف لوگوں کی اہمیت اور توجہ مائل کرنے میں مگن رہتا ہے۔

۲۔ ترقی پسندی حسیاتی اور تجرباتی علم کا فدائی ہے یعنی یہ سوچ اور فکر کے ساتھ ساتھ عمل اور جذبات کی بھی ترجمانی کرتی ہے دونوں کی قدر ہونی چاہیے حال علم وہی قابل قدر ہے جو تجربے کی پیداوار ہو یعنی اس عمل کے دوران اگر کوئی بھی طالب علم یا علم حاصل کرنے کے ذرائع کا متلاشی شخص اس فلسفہ کو بنیاد بنا کر تحقیق کرے گا تو اسے اقدار، علم اور حسیاتی روابط کے جوڑ سے پالا پڑے گا اور اس کے ثمرات بھی اسے وہی سے تب حاصل ہوں کے جب وہ علم کی ماہیت کو سمجھنے کے بعد کوئی فیصلہ کرے گا۔

۴۔ اس کی سب سے بڑی خوبی اموزش کی پیداوار کو بڑھانا ہے۔ بچے کی دلچسپیاں اور رجانات آموزش کے صحیح بنیاد ہے۔ آموزش کی نوعیت اس کے رخ اور وسعت ان سب چیزوں کا تعین صرف بچے کی دلچسپیاں، ضرورتوں، اور انفرادی رجانات کی روشنی ہی سے کی جاسکتی ہیں۔

۵۔ مدرسے کی مسابقت اور مقابلے کے رجحان سے بچنے کے لیے اس میں مکمل تعاون کی زیادہ فروغ حاصل ہوتا ہے۔ مدرسہ جمہوری اصولوں پر چلایا جاتا ہے۔ ترقی پسندیت کا دین مذہب، جمہوریت اور فقط جمہوریت ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ فرد ایک انسان نواز سماج میں ہی صحیح معنوں میں پھل پھول سکتا ہے۔

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی ، پی ایچ ڈی انگلش ، اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ترقی پسندیت کی خامیاں: ترقی پسندیت کے فلسفے کی بنیادی خامیاں درج ذیل ہیں۔

۱۔ اس فلسفے کا سب سے بڑا وطیرہ یہ ہوتا ہے کہ ہر قدم استاد ہی سب سے آگے اور پیش پیش رہنے کی کوشش کرتا ہے بلکہ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ اساتذہ بچوں میں علامہ اقبال والی خودی لانے کے بجائے اسے ہاتھ پکڑ کر سکھانے کو زیادہ ترغیب دیتے ہیں جس کا سب سے زیادہ نقصان ظاہر ہے طالب علم کو ہی ہو رہا ہوتا ہے جو اس وقت اس بات کا احساس نہیں کر پاتا کہ وہ جو کچھ حاصل کرنا چاہتا ہے وہ صلاحیت اس میں پیدا کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی جا رہی ہے۔

۲۔ ترقی پسند نصاب سراسر عملی اور بچہ مرکز ہے۔ ثقافتی ورثہ کے بجائے مشاغل تحریکات اور طلبہ کی دلچسپیوں کے گرد گھومتا رہتا ہے جس سے بظاہر تو لگتا ہے کے مقاصد پھل پھول رہے ہیں لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوتا بلکہ اگر ہو بھی رہا ہے تو اجتماعی طور پر نہیں انفرادی طور پر اور تعلیم کا مقصد ہی اجتماعی طور پر کسی بات کو سمجھ کر اسے دوسروں کے پلے باندھنے کا نام ہے۔

۳۔ استاد اس فلسفے کے حامیوں میں یہ بات سیکھنے کی کوشش بھی کرتا ہے کہ وہ کیا کچھ خود حاصل کرتا ہے یا اسے کیا کیا حاصل کرنا چاہیے۔ طلبہ کے ساتھ وہ خود بھی سیکھتا ہے۔ جب وہ مشکل میں پھنس جاتا ہے تو وہ ان کی مدد کے لیے آگے بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح ان کی عارضی دلچسپیوں اور مستقل رجحانات میں امتیاز کرنا استاد کی مجبوری بن جاتی ہے۔

۴۔ ترقی پسند بڑے جدت نواز ہے اور ہر نئی اور آنیوالی تبدیلی کو لبیک کہتے ہیں اس کا نقصان پرانی روایات اور اصولوں کو ہوتا ہے جس کی وجہ سے تعلیمی عمل جیسے تیسے کر کے اپنے پاؤں پر کھڑا اور ثمرات تو کسی حد تک طلبہ تک پہنچانے میں اپنا کردار تو ادا کر رہا ہے۔

۵۔ مواد کو ڈھال کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے ذاتی اور اساسی تجربات اور وقت کی قدر ختم ہو جاتی ہے اس طرح جو جونئی اور جدید اصلاحات آتی ہیں اس میں رجحان پیدا کرنے کے لیے اسے طلبہ پر کلیہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جس سے بچہ فطری طور پر آس امید اور سہاروں کا عادی ہو جاتا ہے۔

فلسفہ دوامیت۔ دوامیت قدیم ترین اور نہایت منظم و مربوط فلسفہ تعلیم سمجھا جاتا ہے۔ یہ یورپ کے قرون وسطیٰ کی ثقافت کا پرستار ہے اس لئے اسے رجعت پسند شاہراہ کا علمبردار کہا گیا ہے۔ بریملڈ 1955ء دراصل عہد ماضی کے عظیم مفکرین کی اعلیٰ فکری و ادبی فن پاروں سے اسے گہری عقیدت ہے۔ یہ عقیدت عالمگیر ابدی صداقتوں کی وجہ سے ہے۔ دوامیتیں کے نزدیک اچھی زندگی اعلیٰ فکری و روحانی اور اخلاقی زندگی ہے۔ اس لئے طلبہ کہ ہمہ گیر نشو و نما پر زور دیا جاتا ہے ان کا جسم مضبوط، ذہن روشن اور خلاق بلند ہو۔

دوامیت کی فکری بنیادیں۔ دوامیت جن فکری بنیادوں پر قائم ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

حقیقت۔ حقیقت نوعید میں ذہنی اور روحانی ہے نہ کہ مادی۔ مادی دنیا موجود ہے مگر حقیقت کا پردہ ہے خود حقیقت نہیں۔ اصل حقیقت مادے سے ماورا ہے ہی پائدار اور سچی ہے۔ دراصل مادی اور روحانی دنیا دو عظیم دنیا ئیں ہیں جن میں روحانی کو مادی پر برتری حاصل ہے۔ ہر ظاہر کا ایک باطن ہے وہی حق ہے۔ حقیقت کبریٰ ایک خودی بھی ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے ان اوس کا پورا معاشرہ ہو یا وہ کائناتی خودی ہو جس میں انفرادی انا ئیں براجمان ہوں۔ افلاطون کا دعوٰی ہے کہ اشیاء کی حقیقت کا پتہ حواس کے ذریعے نہیں لگایا جا سکتا۔ ان کی اصل حقیقت صرف عقل و استدلال کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ لہٰذا سچا علم اندلالی ہے نہ کہ سائنسی وحسیاتی۔ حسیات سے حاصل شدہ علم نامکمل اور غیر یقینی ہوتا ہے۔ اسے محض رائے کا نام دیا جا سکتا ہے۔

دوامیت کے بنیادی اصول۔ دوامیت کے بنیادی اصول درج ذیل ہیں۔

فطرت انسانی کبھی نہیں بدلتی اس لئے تعلیم کو ہر جگہ ہر ایک کے لئے یکساں ہونا چاہیے۔ کہا گیا ہے کہ فطرت انسانی کی بنیادی اجزاء روح، ارادہ، عقل اور حس جامعاتی ہمیشہ سے متغیر آ رہے ہیں اور مستقبل میں بھی ایسا ہوگا لہٰذا ہر جگہ اور ہر زمانے میں فطرت انسانی کے مطابق ہی تعلیم دی جانی چاہیے۔ اور یہ سب جگہ یکساں ہی ہوں گی انسان مطلوب پر نظر رکھنی چاہیے نہ کہ شہری پر کیونکہ شہری تو مختلف ملکوں کی مناسبت سے مختلف رنگ اختیار کر جائے گا۔ شہریت فرکی وفاداریوں کو محدود کر دیتی ہے اور س طرح کی فطت کو بگاڑ دیتی ہے۔ یکساں تعلیم کیلئے تدریس کے عمل کو بنیادی اہمیت وحیثیت حاصل ہونی چاہیے۔

۲۔ چونکہ عقلیت انسان کا اعلیٰ ترین وصف ہے انسان کو اسے اپنی جبلی فطرت کی رہنمائی کے لئے استعمال کرنا چاہیے۔ فرد کو اپنے مقاصد کا انتخاب شعوری طور پر کرنا چاہیے مقاصد واضح ہوں اور عقل و فکر کو نشو و نما اور ترقی کے ذریعے انہیں حاصل کرنا چاہیے نہ کہ کسی صورت میں بھی عقلی تقاضوں کو نفسیاتی عوامل یا ماحول کے تابع نہ بنایا جائے۔ تعلیم و تعلم کو بچے کی ذاتی خواہشات پر فوقیت حاصل ہے لہٰذا علم کے حصول میں بچے کی پسند یا ناپسند کوئی وزن نہیں رکھتی۔

۳۔ دائمی اقتدار والے مضامین کا پڑھنا بہت ضروری ہے۔ بعض مضامین عقل کی نشو و نما کیلئے نہایت موزوں ہیں اور وہی طلبہ کو عظیم صداقتوں سے آشنا کرا سکتے ہیں وہ آزاد فنون ہیں جو تاریخی لحاظ سے سات مضامین پر مشتمل ہیں جن کی جدید فارم انگریز، دیگر زبانیں، تاریخ، فطری علوم، فلسفہ اور فنون لطیفہ ہیں۔ ٹیکنیکل اور پیشہ ورانہ مضامین تدریس کے لائق نہیں۔ ہاں اگر نہیں کسی طرح فکری و عقلی بنایا جا سکے تو کسی حد تک شامل نصاب کئے جا سکتے ہیں۔ تاہم پیشہ ورانہ اعمال وافعال سے مدرسہ کو بچنا چاہیے۔

طالب علم۔ یہاں طالب علم بڑا محنتی، فرض شناس اور علم کا شیدائی ہوتا ہے۔ خاص طور پر روایتی علم و دانش کا بڑا دلدادہ ہوتا ہے۔ اس کے لئے استاد پیر و مرشد ہے جس کا ادب و احترام لازم ہے۔ ہاں وہ بحث و مباحثہ بھی کرتا ہے مگر اس کا عام رویہ اخذ و استفادہ کا ہے۔ وہ عمل پر تفکر و نظریہ کو ترجیح دیتا ہے۔ کمرہ جماعت میں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

عموماً منفعل رہتا ہے اور استاد سے کسب فیض میں لگا رہتا ہے۔ظاہر ہے کہ طالب علم کی حیثیت بالکل ثانوی ہے۔دوامیوں کا ایمان ہے کہ طالب علم ایک روحانی واخلاقی ہستی ہے جو عظیم صلاحیتوں کا منبع ومصدر ہے بوقت پیدائش وہ نہ تو برا ہوتا ہے اور نہ ہی اچھا ہاں بعد میں ماحول اور اپنی ذات کے باہمی تعامل سے اچھا یا برا بن سکتا ہے۔البتہ وہ برائی کا جلد شکار ہو سکتا ہے اس لئے اسے سخت روحانی واخلاقی تربیت کی ضرورت ہے۔ذاتی بازیافت کیلئے ایسا کرنا ضروری ہے اور خیر وکمال کی انتہا یہ ہے کہ بچہ خیر خداوندی حاصل کرے۔

التزامیت: التزامیت کی تحریک امریکہ میں بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں شروع ہوئی۔بیگلے ،اور کینڈل اس کے بڑے پرچارک تھے۔اگر پاکستان سمیت دنیا کے سب ممالک کا جائزہ لیا جائے تو اس مکتب فکر کے لوگوں کی اکثریت پائی جائے گی۔روسی اسپٹنک نے اس تحریک میں پھر جان ڈال دی نے اسی نقطہ نظر کی وکالت کرتے ہوئے پھر جوش وخروش پیدا کر دیا۔یہ مکتب فکر رجعت پسند نہیں بلکہ محض کلاسیکل ہے۔یہ آزمودہ اور مستحکم ثقافتی ورثہ کی تعلیم وترسیل کا قائل ہے دراصل اس کی نظر سماجی استحکام اور مستقل سماجی اداروں پر جمی رہتی ہے یعنی جو چیزیں زمانے کے تھپیڑے کھا کھا کر پھر بھی زندہ رہ جائیں اور عملاً مفید اور کارآمد ثابت ہوں انہیں محفوظ کر لیا جائے اور یہی چیزیں تعلیمی

التزامیات ہیں جن کا حاصل کرنا از بس ضروری ہے۔یہ تعلیمی التزامیت جدید تہذیب کے آزمودہ علوم وحقائق ،عادات وخصائل ،قوانین اور مہارتوں پر مشتمل ہیں یہی وجہ ہے بریملڈ نے اسے ثقافت کی روایت پسند شاہراہ قرار دیا ہے۔

التزامیت کے بنیادی اصول: التزامیت کے بنیادی اصول مندرجہ ذیل ہیں:

(i) علم کی نوعیت محنت ومشقت کی متقاضی ہے بچے کی دلچسپی کی بجائے محنت اور نظم وضبط پر زیادہ زور دیا جاتا ہے کہا جاتا ہے علم شربت کو گھونٹ نہیں یہ کڑوا بھی ہوسکتا ہے اور ہوتا بھی ہے مگر زندگی کے حقائق کا تقاضا ہے کہ یہ کڑوی گولیاں کھائی جائیں۔صرف اس طرح ہی علمی نشو ونما ہوسکتی ہے رہ گئی بچے کی دلچسپیاں تو وہ معیار نہیں بن سکتی اور پھر اعلیٰ اور دیرپا دلچسپیاں شروع ہی میں ظاہر نہیں ہوتیں بلکہ وہ دوران آموزش ہی پیدا ہوتی ہیں لہذا طلب کی ضروری چیزیں لازماً پڑھائی جانی چاہیں چاہیے وہ پسند کریں یا نہ کریں دور جدید کے مشہور ماہر تعلیم براوہی بھی کہتے ہیں کہ بچے کی حقیقی ضرورتیں اور اس کی محسوس کردہ ضرورتیں لازمی طور پر یکساں نہیں ہوتیں۔

(ii) تعلیمی عمل کے لیے طالب علم کی بجائے معلم کو اقدام کرنا چاہیے معلم کو ہی تعلیمی عمل کی بسم اللہ کرنی چاہیے وہی طلبہ کی مناسب رہنمائی کرے اور منظم ومرتب انداز میں طلبہ کو حصول مقصد تک لے جائے بچے اپنے طور پر تعلیمی سفر طے نہیں کر سکتے اس لیے استاد کو فعال کردار ادا کرنا چاہیے اور یہ فریضہ شعوری طور پر سرانجام دے۔

(iii) مواد کا جذب وانجذاب ہی تعلیمی عمل کی روح ہے کہا جاتا ہے موثر تعلیم کے لیے ذاتی تجربات کافی نہیں جیسا کہ ترقی پسندوں کا خیال ہے ضروری ہے طلبہ ٹھوس علمی حقائق سے آشنا ہوں اور وہ ان کے ذہن میں محفوظ ہوں تا کہ بوقت ضرورت ان سے کام لے سکیں یہ مواد پہلے سے متعین ہونا چاہیے اور نہایت ہی منظّم ومرتب ہونا چاہیے۔

(iv) مدارس کو ذہنی انضباط کے روایتی طریقوں کو اپنانا چاہیے۔علمی مواد عبور حاصل کرنے کے لیے روایتی طریقہ ہائے تدریس اور تکنیکیں نہایت موزوں ہیں اور انہیں سے کام لینا چاہیے۔لیکچر،قرات،حفظ،مشق،تکرار یہ سب آزمودہ اچھے تدریسی نسخے ہیں نیز علم کی نوعیت تجریدی ہے اور اس سارے عملی ذخیرے کو مسائل اور پراجیکٹ کی شکل نہیں دی جا سکتی اور حق یہ ہے کہ ذہنی قوتوں کو چمکانے اور پختہ کرنے کے لیے روایتی طریقے ہی موزوں ہیں۔

سوال نمبر 8۔ اسلامی دور کے مشہور مدارس مثلاً مدرسہ بغدادیہ، جامعہ الازہر، جامعہ زیتونہ اور جامع قرادین میں رائج نظام پر تبصرہ کریں نیز اسلامی نظام تعلیم کا موجودہ نظام ہائے تعلیم سے موازنہ کریں۔

جواب۔

ازمنہء وسطیٰ میں تعلیمی اداروں کا قیام وفروغ

(پانچویں صدی ہجری تک)

اسلام کی پہلی درس گاہ مسجد نبوی کا صفہ تھا۔مسجد کی حیثیت بطور جائے درس وتدریس آغاز اسلام سے آج تک بدستور قائم ہے اگرچہ وقت گزرنے اور ضروریات بدلنے کے ساتھ تعلیم کے لیے مختلف قسم کی عمارات اور مکانات استعمال کئے گئے۔

مدرسہ نظامیہ بغداد:

اسلامی دور کی درس گاہوں میں مشہور ترین درس گاہ نظامیہ بغداد تھا جو نظام الملک طوسی نے 459ھ بمطابق 1067ء میں تعمیر کرایا۔تمام سابقہ مدرسوں کے مقابلے میں نظامیہ بغداد عظیم ترین درس گاہ تھی۔ابتداء میں شافعی مذہب کے عالم نے درس شروع کیا۔چند ہی سال بعد اس میں دینیات حدیث اور گرامر کے اساتذہ بھی مقرر کیے گئے۔بانی مدرسہ کی خواہش تھی کہ اساتذہ شافعی المذہب ہوں۔اساتذہ کی تقرری نظام الملک خود یا اس کی اولاد میں سے کوئی شخص کرتا تھا۔ نظام الملک نے اپنے بیٹے کو اس کا پہلا منتظم اعلیٰ مقرر کیا۔کچھ عرصہ بعد مالکی اور حنفی اساتذہ بھی مقرر کیے گئے۔نظامیہ بغداد شاید پہلا مدرسہ تھا جہاں اساتذہ کی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ،ایم ایس سی ،ایم فل تک تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس سی ،پی ایچ ڈی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

0334-5504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام ، بی ایڈ، بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی کی پی ڈی ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

تنخواہیں مقرر کی گئیں۔اس زمانے میں طلبہ عموماً کسی عالم یا اساتذہ سے منسوب ہوتے تھے۔نظامیہ بغداد کا یہ امتیاز تھا کہ اس سے تعلیم پانے والے درس گاہ سے منسوب کئے جاتے تھے۔نظام الملک نے بغداد کے علاوہ نیشاپور، بلخ، موصل، ہرات اور مرو میں بھی کالج بنوائے۔ بڑے شہروں کے علاوہ چھوٹے شہروں میں بھی کالج قائم ہوئے مثلاً اربیلا ،بعلبک اور جدہ (شام) میں۔ یہ تمام مدرسے ایک حیثیت کے نہیں تھے۔بعض بڑے چھوٹے تھے۔کسی میں چاروں فقہی مذاہب اور کسی میں مخصوص فقہی مذہب کی تعلیم دی جاتی تھی۔نظامیہ بغداد کی تعمیر، طلبہ کے وظائف، انتظامی اخراجات اور اساتذہ کی تنخواہوں اور دیگر لوازمات پر بے دریغ روپیہ خرچ کیا گیا۔ابتداء ہی سے نامور علماء کو تدریسی ذمہ داریاں سونپی گئیں۔مشہور عالم امام الغزالی (1058ء تا 1111ء) چونتیس برس کی عمر میں نظامیہ بغداد کے پروفیسر مقرر ہوئے۔حریف علماء میں چہ میگوئیاں ہوئیں کہ ایک کم عمر شخص کو اتنا بڑا عہدہ دیا گیا ہے اس واقعے سے اس زمانے میں علمائے کے مرتبے اور تجربے کے بارے میں مسلمہ معیار کی اندازہ ہوتا ہے۔نظام الملک کی تعلیمی خدمات بے مثل ہیں۔ اسلام میں شاید کی اور فرد واحد نے اعلیٰ تعلیم کے اداروں کے قیام اور کفالت میں اتنی فراخ دلی اور فیاضی ظاہر نہیں کی اس نے مدرسوں اور کالجوں کے اخراجات کے لیے اوقاف قائم کئے اس طرح تعلیم پر سالانہ اندازاً ڈیڑھ کروڑ روپے کے قریب رقم خرچ کی جاتی تھی۔ بغداد میں مدرسہ نظامیہ کے قیام کے بعد بھی دیگر مقامات پر اور بالخصوص مساجد میں تعلیمی سرگرمیاں جاری رہیں۔غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک علمائے کبار مسجد ہی کو تعلیم کا صحیح مرکز سمجھتے تھے۔نظامیہ کی موجودگی میں بھی بغداد میں کم از کم ایک سو بڑے مدارس میں درس دیئے جاتے تھے۔مختلف اوقات میں نظامیہ بغداد کے مشہور اساتذہ میں ابواسحاق شیرازی، الغزالی، ابن مبارک وغیرہ شامل تھے۔ چودہویں صدی عیسوی میں ابن جبیر نے نظامیہ بگداد کو دیکھا اور لکھا کہ سوق الثلاثہ (منگل وار مارکیٹ) کے وسط میں مدرسہ نظامیہ واقع ہے جس کی خوبصورتی ضرب المثل ہے۔

جامع ازہر قاہرہ: یہ عظیم مسجد جس کے معنی ''نہایت روشن'' ہیں قاہرہ (مصر) کی سب سے بڑی مساجد میں شامل ہے۔اس نام میں شاید حضرت فاطمۃ الزہرہ کے نام کی نسبت بھی پائی جاتی ہے۔اس کی بنیاد چوتھی صدی ہجری یعنی نویں صدی عیسویں میں مصر کے فاطمی خلفاء کے زمانے میں رکھی گئی۔جامع ازہر کی تعمیر کی اصل غایت مملکت صدر مقام قاہرہ کے لئے ایک بڑی عبادت گاہ مہیا کرنا تھا۔قاہرہ کو فتح مند فاطمہ سپہ سالار جوہر الکاتب معقلی ایک ایسا مستقل شہر بنانا چاہتا تھا جس میں فاطمی خلیفہ المعزالدین اپنے عساکر کے ساتھ سکونت اختیار کر سکے۔مسجد کی تعمیر جنوب کی طرف شاہی محل کے قریب 24 جمادی الاول 359ھ بمطابق 14 اپریل 1970ء کو شروع ہوائی اور دو سال تک جاری رہی۔اس مسجد کو جامع القاطرہ بھی کہتے تھے۔اس قاہرہ میں وہی حیثیت حاصل تھی جو فسطاط میں عمرو ابن العاص مسجد کو حاصل تھی۔ دونوں مساجد اپنے اپنے محلے کو دینی مراکز تھے۔کئی فاطمی خلفاء یکے بعد دیگرے ازہر کی ترقی کے لئے کوشاں رہے اور انہوں نے اسے تحائف اور اوقاف سے مالا مال کر دیا۔سقوط بغداد (1258ء) کے بعد قاہرہ جغرافیائی اور سیاسی حیثیت سے خاص اہمیت کا حامل بن گیا۔الازہر کی عمارت میں مختلف اوقات میں اضافے اور وسعت ہوتی رہی اور دینی علوم کا سب سے بڑا مرکز بننے کا شرف الازہر کو حاصل ہوا۔اٹھارویں صدی عیسویں سے ہم اسے دنیائے اسلام کی سب سے بڑی جامعہ سمجھ سکتے ہیں۔بیسویں صدی عیسویں میں الازہر کو حاصل ہوا۔اٹھارویں صدی عیسویں سے ہم اسے دنیائے اسلام کی سب سے بڑی جامعہ سمجھ سکتے ہیں۔بیسویں صدی عیسویں میں الازہرہ میں یونیورسٹی کے درجے کی کلیات قائم ہوئیں۔ابتدائی اور ثانوی مدرسے سے بھی اس سے متعلق ہوئے۔1953ء میں الازہر اور اس سے منسلک درس گاہوں میں 30 ہزار طلبہ زیر تعلیم تھے جن میں چار ہزار طلبہ غیر ملکی تھے۔مختلف مواقع پر الازہر نے ایک کثیر المقاصد ادارے کا کردار ادا کیا۔وہ ایک عبادت گاہ، دینی تعلیم کا مرکز اور عوام کے اہم اجتماعات کا مرکز رہی ہے۔اس نقطہ نگاہ سے الازہر کی تاریخ ملک کی تاریخ سے وابستہ رہی ہے۔مصیبت مثلاً قحط یا جنگ کے اوقات میں لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے اور قرآن پاک یا بخاری شریف کی قرات سننے کے لیے یہاں جمع ہوجاتے ہیں الازہر مہاجرین کے لیے جائے پناہ، مسافروں اور بے خانماؤں کے لیے قیام گاہ تھی۔طلبہ کی ہر وقت موجودگی بڑے بڑے اجتماعات کے لیے بہت مناسب تھی۔الازہر ان اساتذہ اور طلبہ کے لئے گھر کا کام دیتی تھی جو اس کی محرابوں والی چھت کے نیچے بود و باش رکھتے تھے۔ فاطمیوں کے زمانہ میں الازہرہ اسماعیلی دعوت کا مرکز تھی۔ان کے زوال کے بعد سے الازہر شافعی فقہ کا سب سے بڑا مرکز تھی۔الازہر اسلامی دننیا بلکہ ساری مہذب دنیا کی قدیم ترین جامعہ یا یونیورسٹی شمار ہوتی ہے۔اس میں مختلف اوقات میں نامور علماء درس وتدریس پر مامور رہے یا انہوں نے اس میں قیام کیا۔خطیب البغدادی چھٹی صدی ہجری میں یہاں طب پڑھاتے تھے ابن الہیشم مشہور مسلم ماہر کیمیا نے مصر میں اپنے قیام کے لئے الازہر ہی کا انتخاب کیا۔المقیز ی (818ھ بمطابق 16-1415ء) نے الازہر میں قیام کیا اور لکھا کہ اس وقت یہاں ساڑھے سات سو صوبائی یا غیر ملکی اشخاص قیام پذیر ہیں جن میں الغرب سے لے کر ایران کے باشندے موجود ہیں۔ قرآن مجید، فقہ، حدیث، تفسیر اور نحو کی تعلیم حاصل کرتے اور وعظ ذکر کی مجالس منعقد کرتے ہیں۔ زمنہ وسطی میں الازہر کے دروازے صوفیوں کے لیے بھی کھلے تھے اگرچہ اس کا اپنا رجحان فقہ کی طرف تھا۔مشہور صوفی شاعر ابو حفص (632ء) نے زندگی کے آخری ایام الازہر میں بسر کرنے کو ترجیح دی۔

الازہر کا انتظام: ازمنہ وسطیٰ میں الازہر کے ناظم یعنی مہتم کا منصب کسی اونچے درجے کے سرکاری عہدار کو ملتا تھا۔اس کے علاوہ ہر رواق یعنی طبقے یا درجے کا رئیس (شیخ) الگ ہوتا تھا۔عثمانی ترکوں کے وقت سے ایک شیخ الجامعہ یعنی امیر مقرر ہونے لگا۔مختلف شعبوں کے شیوخ اس کے ماتحت ہوتے تھے اور وہ خود حکومت کے سامنے جواب دہ تھا۔طلبہ حلقوں میں منقسم تھے جو ان کے نصاب تعلیم کے مطابق ہوتے تھے۔طلبہ اپنے استاد کے گرد حصیرہ (چٹائی) پر اور معلم ایک ذرا اونچی اور چوڑی آرام کرسی پر آلتی مالتی مار کر بیٹھتا تھا۔معلم کی آرام کرسی کسی ستون کے نیچے رکھی جاتی تھی۔ ہر معلوم کے لئے الگ ستون مخصوص ہوتا تھا صبح کے درس تفسیر،

کاشان اکیڈمی 0334-5504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے،ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے،آئی کام ،بی اے،بی کام ، بی ایڈ،بی ایس،ایم اے،ایم ایڈ،ایم ایس سی،پی ایچ ڈی،ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

حدیث اور فقہ کے لیے مخصوص تھے۔ دوپہر کا وقت عربی زبان اور ظہر کے بعد دیگر مضامین کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ہر درس کے خاتمے پر طلبہ معلم کا ہاتھ چومتے تھے۔ طالب علم کی گزران اس قلیل خوراک پر ہوتی تھی جو با قاعدہ تقسیم کی جاتی تھی۔ مزید روزی کے لیے وہ اپنے گھر سے مدد لیتا یا کوئی کام اختیار کر لیتا تھا۔ دوران تعلیم وہ مسجد یا شہر میں رہائش رکھتا۔ نصاب ختم ہونے پر کوئی رسمی امتحان نہیں لیا جاتا تھا۔ اس میں طالب علم کی محنت اور استعداد کی تصدیق کی جاتی تھی۔ دارالعلوم کا ایک منتظم خیری قواعد وضوابط کی پابندی کرانے، کتابوں کی حفاظت کرنے اور سامان خوراک تقسیم پر مامور تھا۔ ماہ رجب کے وسط سے شوال تک تعطیلات ہوتی تھیں۔ اس کے علاوہ بیس دن کی تعطیلات ہوتی تھیں۔ اس کے علاوہ بیس دن کی تعطیلات عید قربان پر ہوتی تھیں۔

جامع قراوبین (مراکش) جامع قراوبین (مراکش) 859 میں تعمیر ہوئی۔ بعد کے زمانوں میں مسجد میں وقتاً فوقتاً اضافے اور توسیع ہوتی رہی۔ 956ء میں جب پرانی مسجد کے ایوان کو وسیع کیا گیا تو ایک نیا مینار بھی تعمیر ہوا۔ 1135ء میں قبلہ کے رخ میں مسجد کو مزید وسعت دی گئی اور ایک نئی محراب کا اضافہ کیا گیا۔ ایک عمدہ اور خوبصورت منبر غالباً 1141ء میں قرطبہ سے منگوایا گیا۔ جامع قراوبین کی ایک خصوصیت مستطیل شکل کا ستون والا صحن ہے۔

اندلس میں مسلمانوں کے زوال کے بعد اسلامی علوم کو مراکش میں خصوصی پذیرائی حاصل ہوئی۔ مسجد قراوبین اپنے قیام سے لے کر زمانہ حال تک اسلامی علوم خاص کر دینی اور فقہی علوم کا مرکز رہی ہے۔ مراکش کے علماء اسلامی علوم اور دیگر علوم میں واضح تفریق کرتے ہیں۔ یہاں کے علماء اکثر فقیہہ ہوتے ہیں اس علاقے کی دیگر درس گاہوں میں بھی دینی اسلامی علوم کو ترجیح دی گئی۔ یہاں تک کہ عربی ادب کا بھی انہی علوم کے سلسلہ میں مطالعہ کیا جاتا۔

جامع زیتونہ (تیونس) جامع زیتونیہ (تیونس) 1283ء میں تعمیر ہوئی۔ اس کے لیے شہر کے دروازے باب البحر کے باہر جگہ منتخب کی گئی۔ اس سے پہلے اس جگہ شراب کا کاروبار ہوتا تھا۔ اس زمانہ میں ایک اور مسجد بھی تعمیر ہوئی جس کا نام جامع الحق (زنجیر) تھا اس کے علاوہ دیگر مساجد بھی تعمیر ہوئیں۔ جامع زیتونیہ اور دوسری مساجد کی تعمیر سے ایک طرف تو یہ علاقہ آباد اور پر رونق ہو گیا اور دوسری طرف جو علاقہ ام الخبائث کی تجارت کی وجہ سے بدنام چلا آتا تھا اس کی تلافی ہو گئی۔ مسجد زیتونیہ اور تیونس کی دیگر مساجد میں بھی مالکی فقہ کے مطابق تعلیم دی جاتی تھی۔ الغرب کے فن تعمیر میں زیادہ اہمیت مساجد کی عمارات کو حاصل تھی۔

سوال نمبر 9۔ محمد الغزالی اور جان ڈیوی کے تعلیمی نظریات کا جائزہ لیں۔

جواب۔

محمد الغزالی

غزالی اسلامی تعلیمات کا شیدائی تھا۔ وہ خدا اور رسول مقبول ﷺ کی تعلیمات کو مسلمانوں کے ذہنوں میں راسخ کرنا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عظیم فلسفی ہونے کے باوجود انہوں نے غیر اسلامی فلسفیوں کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں تمام فلسفے قرآن وسنت کے آگے ہیچ سمجھتے تھے۔ دنیا اخروی کامیابی کا ذریعہ ہے مطلوب آخرت ہے اور مطلوب المطلوب ذات خدوندی! یہ تھا کہ غزالی کا تعلیمی فوکس اور عمل جانبدار ہونے کی مکمل عکاسی سمجھا جاتا تھا۔

مقاصد تعلیم۔ امام غزالی کی سوچ اور افکار کی ترتیب کچھ اس طرح سے ہے۔

ا۔ اسلامی خطوط پر سیرت وکردار کی تشکیل: طلبہ عقائد میں پختہ ہوں عمدہ اخلاق اور عمل کے دھنی بن جائیں۔

۲۔ **رضائے الہٰی کا حصول:** اللہ کی رضا اس کے احکام کی اطاعت کا نام ہے۔

۳۔ عقل کی نشوونما کرنا تاکہ حیوانی صفات پر انسانی اوصاف غالب رہیں۔ جبلی رجحانات حد اعتدال میں رہیں اور حق وباطل میں تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

۴۔ آخرت کی تیاری چوتھا عظیم مقصد ہے دنیا آخرت کے لیے جائے عمل ہے۔ اگر آپ قرآن حکیم کا مطالعہ کریں تو دیکھیں گے کے غزالی کے مقاصد کی قرآن سے بھرپور تصدیق ہو جاتی ہے۔

تعلیمی افکار۔

فطرت انسانی۔ امام غزالی نے اس ضمن میں بڑی دلچسپ باتیں کی ہیں فرماتے ہیں کہ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے جسم اور دل، دل غیر مادی اور باطنی چیز ہے جو باقی تمام صلاحیتوں کو کنٹرول کرتا ہے۔ اگر جسم کی سلطنت سمجھ لیں تو روح بادشاہ، عقل وزیر، غصہ سپاہی اور باقی حواس اور قوتیں فوج ظفر موج۔ ہر انسان میں تین قسم کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ حیوانی، شیطانی، ملکوتی انسان کی بھلائی اسی میں ہے کہ ملکوتی قوت باقی دو پر غالب رہے۔ روح انسانی کے دو پہلو ہیں (۱) علم (۲) غضب (۳) شہوت۔ بھلائی اسی میں ہے کہ ان پہلوؤں میں اعتدال قائم ہو جائے۔ اعتدال کی صورت میں یہ اوصاف بالترتیب عقل، شجاعت، اور عفت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور یہی عمدہ اخلاق کا سرمایہ ہے۔ افراط وتفریط کی صورت میں نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ غزالی کا انسانی کی فطرت کا تجزیہ بڑا حقیقت پسندانہ لگتا ہے۔

موسیقی کی تعلیم۔ حیران کن بات یہ ہے کہ غزالی موسیقی کی تعلیم کے محقق ہیں۔ حق بات سے اسے کیا چیز باز رکھ سکتی ہے امام کہتے ہیں کہ موسیقی روح کی غذا ہے اس سے طبیعت میں فرحت آجاتی ہے انسان تو کیا پرندے اور حیوانات بھی موسیقی سے لطف اندوز ہوتے ہیں کئی پرندے فطرت کے موسیقار ہیں۔ لہذٰا موسیقی حلال ہے البتہ ایک شرط ہے وہ یہ کہ موسیقی کا مواد پاکیزہ اور بلند ہو۔ سفلی جذبات کو انگیخت نہ دے اگر یہ نہ وہ سکے تو پھر موسیقی حرام اور مردہ ہے۔

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 03345504551

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

طالب علم۔ امام غزالی نے طالب علم کو بڑی دلسوزی کے ساتھ نصیحتیں کیں ہیں۔اور طالب علم کو براہ راست متوجہ کر کے کہا ہے کہ۔

جان عزیز! اگر علم حاصل کرنے کا شوق ہے تو اپنا سب دل و جان علم کے حوالے کر اور دنیا کے مشاغل کم کر دے اپنے استاد سے تواضع اور ادب سے پیش آ علم پر تکبر نہ کر اگر زندگی میں وقار مطلوب ہے تو فن میں کمال پیدا کر اور عمدہ فنون میں کوئی نہ کوئی فن ضرور سیکھ لینا اپنے فن کو بری عادات سے پاک کر اور باطن کو خوب آراستہ کر لے یقین رکھ کہ علم دل کی ضرورت ہے۔آخرت کا طلب گار بن کر جاتا کہ تجھے خدا تعالیٰ اور مقربان ملاء اعلیٰ کے ہمسائیگی کا شرف حاصل ہو۔**آمین۔**

جان ڈیوی کا نظریہ تعلیم:

ڈیوی بچے کی انفرادیت پر بہت زور دیتا ہے مگر اس کا تعلیمی فوکس معاشرتی ہے اور معاشرتی زندگی کے حوالے سے ہی بات کرتا ہے اس کے نزدیک تعلیم اور عملی زندگیمیں تفریق کرنا تعلیم کے بے جان بنانا ہے درج ذیل اصول اس کی نظریہ تعلیم کی نمائندگی کرتے ہیں۔

(i) بچہ تعلیم کا مرکز ہے:

تعلیم بچے کے لیے ہے نہ کہ بچہ تعلیم کے لیے تعلیمی پروگرام بچون کی صلاحیتوں، دلچسپیوں اور رجانات کے حوالہ سے منظّم کیا جائے۔انفرادی اختلافات کا خیال رکھا جائے۔

(ii) تعلیم زندگی ہے:

حقیقی تعلیم وہی ہے جو معاشرتی زندگی کے امور وسائل سے واسطہ رکھے محض نظری مضامین پڑھا دینا فضول حرکت ہے لہذا جو پیشے اور کام معاشرہ میں چل رہے ہیں انہوں کو موضوع تعلیم بنایا جائے۔

(iii) تعلیم تجربے کی تنظیم نو ہے:

ڈیوی کا ایمان ہے کہ علم تجربے سے برآمد ہوتا ہے اور یہی علم با معنی اور مفید ہوتا ہے اس لیے بچوں کو ذاتی تجربات کے مواقع بہم پہنچائے جائیں اور ان کو تجربات کی توسیع وتجدید پر ابھارا جائے۔

(vi) طالب علم فعال ہو:

استاد پس منظر میں رہے طالب علم خود کام کرنا سیکھے وہی خود اپنے تعلیمی امور وسائل سے پنجہ آزمائی کرے ہاں جب ضرورت ہو تو استاد محض رہنمائی کر دے۔

(v) جمہوریت کو ترویج ہو:

مقابلہ کی بجائے بچوں میں جذبہ تعاون کو فروغ دیا جائے جمہوری اصولوں کو عملاً نافذ کیا جائے۔بچے جمہوری فضاء میں پروان چڑھیں اور جمہوری طور پرانے فیصلے خود کر سکیں ان اصولوں کی روشنی میں ڈیوی یہ نصاب تحریر و تجویز کرتا ہے۔

اجتماعیت اور فلسفہ۔

جان اس بات کا بھی قائل ہے کہ فلسفہ اور اجتماعیت کے درمیان توازن ہونا چاہیے۔اس فلسفے کو ماننے والوں کو عوام کی زیادہ فکر لاحق ہوگئی ہے جوان کے کھانے پینے سے لیکر ان کے کمانے کے ذرائع تک کے بارے میں پریشان رہنے لگے ہیں اس بات کو وقتی طور پر فائدے کے لیے اس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اس کا سب سے بڑا فائدہ ضرورت مند اور مستحق افراد کے معیار زندگی کو بہتر بنانا اور ان کے ان کے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بنانا ہے لیکن اس نظریئے کو ماننے والے تعلیم اور طالب علم کی کردار سازی پر عمل درآمد اور توجہ سے کوسوں دور ہوتے چلے جائے گے۔استاد معاشرے کا سرگرم رکن ہوتا ہے اسے ہی قائد کا کردار ادا کرنا ہوتا ہے معاشرے کی تطہیر و تعمیر میں حصہ لینا وہ اپنا فطری عمل سمجھتا ہے۔وہ طلبہ کا رہنما مشیر بھی ہے اور ناصح مشق بھی۔اسے اپنی رائے کے اظہار میں قطعاً کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیے لیکن اگر اس بات کو گہرائی سے سمجھا جائے تو یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ اس عمل کے دوران اساتذہ پر ذمہ داریاں تو عائد کی جا رہی ہیں لیکن طلبہ کو مکمل آزادی حاصل ہو رہی ہے۔طلبہ کے ذہنی کیفیت کو فعال بنانے کے لیے اس پر کچھ طرح کی ذمہ داریاں ڈالنا بھی بہتر نتائج برآمد کر سکتا ہے۔

نصاب:

ڈیوی کا ایمان ہے کہ مدرسے کا نصاب اتنا وسیع و متنوع ہے جتنی خود معاشرتی زندگی یہ نصاب پہلے سے طے شدہ نہیں اور نہ ہی یہ چند مخصوص مضامین کا مجموعہ ہے بچے ہی معاشرے یا کمیونٹی سے نصاب لے کر آئیں گے اور وہ استاد کی رہنمائی میں خود مل کر اسے تشکیل دیں گے۔یہ نصاب دراصل بچوں کے ذاتی تجربات پر ہی مشتمل ہوگا لہذا یہ لچکدار، زندہ اور با مقصد ہوگا۔حق بات یہ ہے کہ ڈیوی کا نصاب مدرسے کی چار دیواری کو پھلانگ کر کھیتوں، کارخانوں، منڈیوں اور ورکشاپوں میں پہنچ جاتا ہے۔وہ معاشرتی گروہوں سے قریبی رابطہ رکھ کر ان کے مسائل اور ضرورتوں سے آگاہی حاصل کرتا ہے۔

سوال نمبر 10۔ پاکستان میں تو تعلیم کا نظریاتی کردار تفصیل سے بیان کریں۔

جواب

نظریہ: اس سے پہلے کہ موضوع زیر بحث کا جائزہ لیا جائے ہمیں نظریہ کا مفہوم معلوم ہونا چاہئے۔عمرانیات کی اصطلاح میں نظریہ حیات Idialogy اپنے ضابطہ کو کہتے ہیں جو اپنے فکری وفلسفیانہ بنیاد کا حامل ہو۔اور تمدن و معاشرے کی گتھیاں سلجھاتا ہو۔کسی تہذیبی وسیاسی یا معاشرتی تحریر کے لائحہ عمل کے عملی بیان کو

03345504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختیاری مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

آئیڈیالوجی کہتے ہیں۔ان تعریفوں کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ نظریہ حیات کسی تحریری یا نظام تمدن کے وہ عقائد وافکار ہیں جن پر اس کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔نیز وہ معاشرتی تہذیبی اور سیاسی لائحہ عمل بھی اس میں شامل ہے جو ان افکار سے ماخوذ ہوتا ہے۔

اسلامی نظریہ حیات: جب ہم اسلامی نظریات کی اصطلاح کی بات کرتے ہیں تو اس سے مراد وہ فکری نظام اور لائحہ عمل ہے جو اسلام نے پیش کیا۔پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ نے 27 ستمبر 1971ء کو لاہور میں ملک کے ممتاز دانشوروں، ماہرین اور اساتذہ کو نظریہ پاکستان کے موضوع پر ایک گروہی بحث کی دعوت دی۔اس بحث میں دوسری باتوں کے علاوہ شرکاء سے نظریہ پاکستان کی تعریف متعین کرنے کی درخواست کی گئی۔ان میں جو چند تعریفیں سامنے آئیں ان کے مطابق۔'' نظریہ پاکستان اور اسلام ہم معنی ہیں۔نظریہ پاکستان تعلیماتِ اسلام کی عملی صورت کا نام ہے۔(علی لجپال)'' نظریہ پاکستان انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کا نام ہے اور یہ کہ ان نظریات سے بچنا جو اس کے منافی ہیں۔علامہ علاؤالدین صدیقی نے اپنے مقالے میں نظریہ پاکستان کی تعریف میں کہا کہ'' نظریہ پاکستان اس چیز کا نام ہے کہ اس سرزمین کے اندر اسلام رائج ہو۔افراد پر بھی اور جماعتوں وحکومت پر بھی اور تمام قوتوں سے قوی تر قوی یہاں اسلام ہو۔'' ڈاکٹر سید عبداللہ نے نظریہ پاکستان کے تجزیے میں کہا کہ'' یہ نظریہ عبارت ہے اول اسی عقیدے سے کہ پاکستان دوقومی تصور کا نتیجہ ہے۔دوسرے یہ کہ مسلمان قومیت فقط اسلام یعنی رنگ ونسل اور زبان نہیں عقیدہ اسلام ہے۔لہذا پاکستان کی قومیت اسلام ہے۔تیسرے یہ کہ مسلمان ایک منفرد قوم ہے۔اس لئے ان کی معاشرت، تہذیب وعلم الاخلاق بھی منفرد ہے۔'' عبدالقادر کے خیال میں نظریہ پاکستان اس عقیدت اور نصب العین کا نام ہے جس کی بنیاد قیام پاکستان کی تحریک کے دوران رکھی گئی۔یہ عقیدہ بلاشبہ اسلام تھا اور یہ نصب العین تھا کہ اسلام کے دوقومی تصور کی بنیاد پر ہندستان میں مسلمانوں کی ایک ایسی آزاد ریاست قائم کی جائے جس میں رہتے ہوئے وہ اپنی انفرادی واجتماعی زندگی کی تنظیم اسلامی اصولوں اور شعائر کے مطابق کرسکیں۔

نظریہ پاکستان کے تقاضے: نظریہ پاکستان سے آگاہی کے بعد اس کے تقاضوں کو آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے یعنی جس مقصد کی خاطر مسلمانان پاک وہند نے اتنی عظیم قربانیاں دیں اس کو انفرادی اور اجتماعی زندگی کا مرکز بنایا جائے اور اسی آزاد مملکت میں اسلامی نظام حیات کا قیام عمل میں لایا جائے جس کے چند اہم تقاضے مندرجہ ذیل ہیں۔یعنی سیاسی تقاضے، معاشی تقاضے، معاشرتی تقاضے، اخلاقی تقاضے، روحانی تقاضے، قومی تقاضے اور بین الاقوامی تقاضے۔

نظریہ پاکستان اور تعلیمی پالیسی: دنیا کی پسماندہ سے پسماندہ اقوام بھی ہمیشہ ترقی کی نئی راہوں کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہیں۔ترقی کی اس تگ ودو میں تعلیمی نظام کا جائزہ نہایت اہم ذریعہ ہے کیونکہ تعلیم ہی ایک ایسا منظّم ذریعہ ہے جس کی وساطت سے معاشرہ اپنی اقدارِ بنیادی اپنی آنے والی نسلوں کو منتقل کرتا ہے۔ان اقدار کی بقاء سے معاشرے کی بقاء وابستہ ہوتی ہے۔ان اقدار کی منتقلی سے ہی معاشرہ اپنی صفحوں میں ہیئت کو برقرار رکھ سکتا ہے۔اسی لئے جب کوئی حکومت ملک میں تبدیلی کی خواہاں ہوتی ہے تو سب سے پہلے وہ تعلیمی حکمت عملی پر نظرثانی اور غوروفکر کرتی ہے۔اپنی تمام تر توجہ تعلیم کی تنظیم وتشکیل نو پر صرف کرتی ہے۔

☆ آج کل تعلیمی اصلاحات کو جو توجہ دی جارہی ہے اس کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ تعلیم ہی معاشرے کے لئے باشعور اور ہنرمند افراد مہیا کرتی ہے۔

☆ سائنسی ترقی کی بدولت جب معاشی سرگرمیوں میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں تو تعلیم میں ایسی تبدیلیاں ناگزیر ہوجاتی ہیں جو نئی صلاحیتوں کی مناسب تربیت کے لئے ضروری ہوں۔

☆ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں نہ صرف ترقی پذیر بلکہ ترقی یافتہ اقوام بھی تعلیم میں تبدیلیوں پر غوروخوض کرتی نظر آتی ہیں۔

قائداعظم محمد علی جناح تعلیم کی اہمیت سے پوری طرح آگاہ تھے۔قیام پاکستان کے فوراً بعد تعلیم کو بامقصد بنانے کے لئے پہلی قومی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔اس کانفرنس میں اپنے پیغام میں قائداعظم نے فرمایا۔'' تعلیم خصوصاً صحیح قسم کی تعلیم کی اہمیت پر جتنا بھی زور دیا جائے کم ہے۔ایک صدی سے زائد عرصے کے نو آبادیاتی تسلط کے دوران میں ہمارے عوام کی تعلیم پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی اس لئے اگر کم ازکم وقت میں حقیقی پالیسی اور پروگرام کو اپنے عوام کی آرا سے ہم آہنگ کرنا چاہئے اور نئے دور کے حالات وتغیرات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے نظام تعلیم کو اپنی تاریخ وثقافت سے ہم آہنگ بنانا چاہتے۔کمیشن برائے قومی تعلیم 1959ء نے نظام تعلیم کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا کہ معاشرہ بذریعہ تعلیم اپنے شہریوں میں وہ صلاحیتیں پیدا کرتا ہے جن کے استعمال سے وہ اپنی نجی زندگی اور قومی زندگی میں مفید ثابت ہوسکتے ہیں مزید براں ہماری تعلیم کو ان اقدار کی بقاء میں بنیادی کردار ادا کرنا چاہئے۔کہ جن کی بدولت پاکستان معرض وجود میں آیا۔ہمارا ملک پاکستان اسلامی طرز زندگی کی بقاء کے جذبے کی وجہ سے قائم ہوا۔تعلیمی پالیسی 1970ء میں اسلامی اقدار کی بقاء میں تعلیم کے کردار کا ذکر موجود ہے۔تعلیمی پالیسی میں وضع کئے گئے مقاصد میں پہلے چار اسلام اور پاکستان سے گہری اور دائمی وفاداری مسلم امت کا جزو ہونے کا احساس، حصولِ پاکستان کی جدوجہد، نظریہ پاکستان، تاریخ اور ثقافت سے واقفیت اور قرآن وسنت میں وضع شدہ مسلمانوں کے صحیح کردار کو دل نشین کرنا ہے۔

نظریہ پاکستان اور پاکستان کا نظام تعلیم: آج کا دور ترقی یافتہ دور ہے۔دنیا میں تعلیم کے بغیر ترقی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔پاکستان کی صورت حال یہ رہی ہے کہ اس کا آبادی کا ایک بڑا حصہ تعلیم ہی سے محروم رہا ہے۔ایسے افراد کی تعداد میں شرح خواندگی میں کمی کے تناسب کے باعث برابر اضافہ ہوتا جارہا ہے۔جو مناسب تعلیمی سہولیات میسر نہ ہونے کی وجہ سے اپنی تعلیم پوری نہیں کرسکے بلکہ بمشکل پڑھنا لکھنا بھی نہیں جانتے۔حالانکہ علم ایک ایسی چیز ہے جس کے حصول سے انسان زندگی کے کسی مرحلے پر بھی بے نیاز نہیں ہوسکتا۔یہی وجہ ہے کہ رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔'' کہ علم حاصل کرو۔ماں کی گود سے لحد تک۔'' '' علم حاصل کرو خواہ تمہیں اس کے لئے چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔'' آج کے ماہرین تعلیم بھی تعلیم کے اس پہلو پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے مسلسل تعلیم کا

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

تصور پیش کر رہے ہیں۔ پاکستان میں ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلیمی پالیسیاں اور پروگرام مرتب کرتے وقت اسلامی نظریہ حیات کو مدِ نظر رکھا جائے تا کہ لوگ زیور تعلیم سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ سچے اور مخلص مسلمان بن سکیں۔ پاکستان کے تعلیمی پروگرام کے مختلف پہلو مندرجہ ذیل ہیں۔

نظام تعلیم کے عناصر ترکیبی:

نصاب: پاکستان میں تعلیمی نصاب اسلامی زندگی اور نظریہ پاکستان سے ہم آہنگ ہونے کی ضرورت ہے تا کہ ہمارا قومی تشخص اجاگر ہو سکے اس کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات اور تجاویز پیش خدمت ہیں۔

☆ ابتدائی درجہ (پرائمری) سے اعلیٰ سطح (یونیورسٹی) تک علوم کو اس انداز سے پڑھایا جائے کہ طلبہ کے ذہنوں میں اسلامی نظریہ حیات راسخ ہو جائے۔

☆ تشکیل کردار کے نقطہ نظر سے اسلامی نظریہ کی بنیادی تعلیمات کو مختلف مراحل کے مطابق نصاب میں شامل کیا جائے تا کہ قومی کردار کا تصور عملی شکل اختیار کر سکے۔

☆ سائنسی علوم کی کتب میں اس خاص علم کی تاریخ کا ایک باب رکھا جائے جس میں اس حقیقت کا تفصیلاً ذکر کیا جائے کہ اس علم کی ترویج اور ارتقاء میں مسلمان سائنس دانوں اور علماء کی تحقیق کا کتنا حصہ ہے۔ اس ضمن میں مغربی محققین اور متشرقین کے بیانات کا بھی حوالہ دیا جائے کہ سائنسی علوم مثلاً ریاضی، کیمیاء، طب، طبیعیات، ہندسہ وغیرہ جو 14 ویں صدی عیسوی سے یورپ میں رائج ہوئے وہ سب کے سب مسلمانوں سے ماخوذ ہیں۔ اس طرح تمام سائنسی علوم کو غلامانہ ذہنیت کی بجائے آزادنہ اندازِ فکر اور اپنے اسلاف کی برتری کے احساس کے پیش نظر رکھ کر پڑھا جائے۔

☆ ٹیکنالوجی اور فنی تعلیم کی تدریس پر خصوصی توجہ دی جائے البتہ تدریس کے ساتھ ساتھ اسلامی خطوط پر بھی تربیت کا خیال رکھا جائے تا کہ فنی مہارت والے افراد کا طرز عمل اور کردار بھی لادینی رجحانات کی بجائے اسلامی مزاج کا حامل بن سکے۔

اساتذہ: تعلیمی اداروں کی فضاء کا سب سے اہم عنصر استاد کی شخصیت ہے۔ استاد جن اوصاف حمیدہ کا حامل ہو گا طلبہ ان سے یقیناً متاثر ہوں گے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جو قوم کسی خاص نظریہ حیات کا نشوونما چاہتی ہے اس کے لئے سب سے اہم کام موزوں اساتذہ کی فراہمی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جو لوگ تعلیمی اداروں میں کام کرنے کے لئے چنے جائیں۔ وہ موزوں تعلیمی قابلیت کے علاوہ قومی نظریہ حیات کے ساتھ بھی عشق رکھتے ہوں اس مقصد کے حصول کے لئے۔

☆ نئی تقرری کے وقت اساتذہ کے کردار و عمل کا اچھی طرح جائزہ لیا جائے تعلیمی قابلیت کے ساتھ ساتھ تقویٰ اور پرہیز گاری کا معیار بھی مقرر کیا جائے۔

☆ تربیت اساتذہ کے اداروں میں تربیت کا پورا انتظام اسلامی آداب و اخلاق کے تحت ترتیب دیا جائے۔ نصابی سرگرمیاں۔

طریقہ ہائے تدریس کا پورا انتظام اسلامی آداب و اخلاق کے تحت ترتیب دیا جائے۔ نصابی سرگرمیاں۔ طریقہ ہائے تدریس کی تشکیل خالص اسلامی خطوط پر ہوں۔ اس پہلو کو بھی نمایاں کیا جائے کہ استاد اپنے مضمون کے جملہ تقاضوں کو اچھی طرح پورا کرنے کے ساتھ ساتھ طلبہ کے کردار کو اسلامی ڈھانچے میں کس طرح ڈھال سکتا ہے۔

☆ زیر تربیت اساتذہ کے لئے اسلامی تعلیمات پر مشتمل تربیتی کورسز کا پروگرام وضع کیا جائے۔ سالانہ خفیہ رپورٹوں میں پیشہ ورانہ مہارت کے ساتھ ساتھ اساتذہ کا عام رویہ اخلاقی اقدار اور شعائر اسلامی کی پابندیوں کو خاص اہمیت اجاگر کی جائے۔

☆ معائنے اور تعلیمی نگرانی کے عملے کا فرض ہے کہ استاد کی کارکردگی کا جائزہ لیتے وقت اس امر کو بھی خصوصی طور پر اہمیت دے کہ استاد کا کردار بحیثیت مسلمان کیسا ہے؟ وہ اپنی تدریس کے ذریعے طلبہ کے دل و دماغ میں شعائر اسلامی کا احترام کس حد تک پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

تعلیمی ادارے: نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی کو درس گاہ کی حیثیت دی تھی۔ خلفائے راشدین کے دور میں بھی اور اس کے بعد امویوں اور عباسیوں کے دور میں بھی مساجد کو درس گاہ کی حیثیت حاصل تھی۔ اب جبکہ درس گاہیں مساجد سے علیحدہ ہیں۔ تعلیمی اداروں کے ماحول کی اسلامیانے کی اشد ضرورت ہے۔ اس ضمن میں طلبہ والدین اور حکومت تینوں کا تعاون نہایت ضروری ہے۔ اس ضمن میں صبح کے صبوحی پروگرام کو خاص اہمیت دی جائے اس پیریڈ میں سربراہ ادارہ۔ اساتذہ تمام طلبہ کی شرکت کو یقینی بنایا جائے اور آغاز تلاوت قرآن پاک۔ ترجمہ اور دعاء سے کیا جائے۔ اسلامی تعلیمات اور نظریہ پاکستان کے مختلف موضوعات پر اساتذہ کرام باری باری مختصر تقاریر کریں۔ طلباء کو نماز سکھانے کا عادی بنانے کے لئے نظام الاوقات میں ایک خاص پیریڈ رکھا جائے۔ طلبہ کو قرآن کریم ناظرہ۔ باترجمہ نیز تجوید و قرأت پڑھانے پر خاص توجہ دی جائے۔

لازمی مفت تعلیم: پاکستان میں خواندگی کی شرح بہت حد تک کم ہے اور کوئی ملک اس وقت تک ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتا کہ جب تک اس کی خواندگی کی شرح 40 فیصد سے زائد نہ ہو جائے۔ غربت اور جہالت کی وجہ سے پرائمری درجہ سے ہی خواندگی کی شرح بہت کم ہے۔ حکومت ایسی پالیسی مرتب کرے کہ پرائمری تا سیکنڈری تک مفت لازمی تعلیم قرار دی جائے۔

مخلوط تعلیم کا خاتمہ: اسلامی نظریہ حیات کے پیش نظر مخلوط تعلیم کو فوری طور پر ختم کرنا چاہیے۔ قومی اور اقتصادی اعتبار سے بھی مخلوط تعلیم کی افادیت بہت کم ہے ہمارے معاشرے کی پڑھی لکھی لڑکی کے فرائض ایک مغربی لڑکی سے بالکل مختلف ہوتے ہیں طالبات کے لئے انکی مخصوص ضروریات کے مطابق علیحدہ علیحدہ نصاب ہونا چاہیئے۔ جوان کو ایسے کردار کے لئے تیار کرے جو ایک حقیقی مسلم معاشرے میں ایک عورت کو ادا کرنا ہوتا ہے خواتین کے لئے تعلیم کی سہولیات وافر

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں اور ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے آرڈر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

مقدار میں مہیا کی جائیں تاکہ کوئی عورت زیور تعلیم سے محروم نہ رہ سکے۔

مشنری سکول: مسیحی مشنری سکول غیر ممالک کے مفادات کے لئے سرگرم عمل ہیں بہت سے ممالک نے مشنری اداروں کو اپنے قومی تحفظ کے پیش نظر بند کر دیا ہے۔لیکن پاکستان میں اسلامی نظریہ حیات کے احیاء اور ترویج کا تقاضا ہے کہ ان غیر ملکی اور بیرونی طاقتوں کے ایجنٹوں کو یکسر ختم کر دیا جائے ان اداروں کو قومی تحویل میں لیکر قومی پالیسی کے تحت چلایا جائے۔

پبلک سکول: پبلک سکولوں کا وجود بھی جمہوریت کے بنیادی اصولوں کے منافی ہے۔اس میں امیری وغریبی کا فرق آجاتا ہے۔امیر طبقہ زیادہ تر پبلک سکول کی طرح رجوع کرتا ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ پبلک سکولوں کی علیحدہ حیثیت ختم کر کے تمام اداروں میں یکسانیت کا معیار قائم کیا جائے۔

قومی لباس:۔قومی لباس کی ترویج کے لئے آغاز تعلیمی اداروں سے کیا جائے۔اساتذہ وطلبہ دونوں کو قومی لباس پہننے کی ہدایت کی جائے صرف شلوار قمیض اور رومال یا ٹوپی قومی لباس ہونا چاہیے۔

قومی زبان: ہر سطح پر قومی زبان اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے۔تمام مضامین کی معیاری اور اہم درسی کتابوں کا ترجمہ کیا جائے۔اردو زبان میں نئی کتب مرتب کرنے کے لئے قومی سطح پر بورڈ بنائے جائیں۔اس طرح سرکاری دفاتر ،عدالتوں اور دوسرے قومی اداروں میں اردو زبان کے استعمال کو تیز رفتاری سے رائج کیا جائے۔مختلف سول سروسز اور دوسرے امتحانات اردو زبان میں لئے جائیں۔انگریزی میڈیم سکولوں کو قومی پالیسی 1979ء کے تحت پابند کیا جائے کہ وہ اردو کو بحیثیت ذریعہ تعلیم اپنانے کی کوشش کریں۔

سوال نمبر11۔ تعلیم اور معاشی ترقی کا تعلق پاکستانی تناظر میں بیان کریں۔

جواب۔

تعلیم وترقی کا باہمی ربط:

انسان کے مل جل کر رہنے کو معاشرے کی بنیاد گردانا جاتا ہے۔میل جول اور تعاون کیوں کیا جاتا ہے۔اس کے لئے کون کون سے بنیادی تقاضے ہیں۔اس کے مختلف قسم کے جوابات ہو سکتے ہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ معاشرہ صدیوں بلکہ ہزاروں سال سے قائم ہے۔ اور اس سے آگے یعنی آئندہ بھی اس کی ضرورت اور اہمیت کم نہیں ہوگی۔معاشرہ افراد کے مجموعے کا نام ہے۔لیکن ایسا مجموعہ جس میں مل جل کر رہنے کا احساس اور شعور ہو تعاون کے مقاصد یکساں ہوں۔ان افراد کے مابین تعلقات اور تعاون کسی خاص نظام کے مطابق ہوں یعنی معاشرہ افراد کے گروہ کا نام نہیں بلکہ افراد کے باہمی تعلقات اور تعاون سے عبارت ہے۔مختلف ماہرین عمرانیات نے اس کی تعریف اپنے اپنے انداز میں کی ہے۔

جان ایف سوبر کے خیال میں معاشرہ سے مراد ایسا بڑا گروہ ہے جو کافی عرصہ سے اکٹھا رہا ہے حتیٰ کہ وہ منظّم ہو گیا ہے اور اپنے آپ کو وحدت تسلیم کرتے ہوں۔سمر اور کیلر کے مطابق معاشرہ افراد کا ایسا گروہ ہے جو بذریعہ اشتراک عمل وسائل حیات کے حصول اور بقائے نسل کی جدوجہد کرتے ہوں۔

ہنری گڈ نگر کے خیال میں۔معاشرہ ایسا گروہ ہے جو مشترک مقاصد کے لئے ایک دوسرے سے تعاون کرتا ہو۔

اسلامی نقطہ نظر سے ابن خلدون کے خیال میں معاشرہ،شہریت اور عمرانیات کی اصطلاح ہے۔مقدمہ ابن خلدون میں لکھا ہے کہ اجتماع انسانی ایک ضروری اور ناگزیر شے ہے۔اسے حکماً اپنی اصطلاح میں مدنی الطبع کے نام سے یاد کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا ہی ایسا ہے کہ وہ غذا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔انسان کو غذاء کے حصول کی طاقت اللہ نے ہی بخشی ہے یہی وجہ ہے کہ انسان کثیر تعداد میں ساتھ مل جل کر رہتے ہیں تاکہ ان کی اور اپنی حیات برقرار رکھنے کا سامان مہیا کرے اس تصور کے مطابق معاشرہ کے قیام کی اصل بنیاد فطرت انسانی ہے۔اس کے مطابق وہ اپنی زندگی کے تحفظ اور ضروریات کی فراہمی کیلئے دوسروں سے تعاون پر سرگرم عمل ہوتا ہے۔اسی کوشش اور جدوجہد سے معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔معاشرے کا قیام انسانی بقاء کے لئے بھی ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کی منشاء اور حیثیت کے مطابق بھی۔

معاشی،معاشرتی ترقی اور تعلیم: تاریخ ایک واضح سبق ہمیں دیتی ہے۔کہ کوئی قوم تعلیم کے بغیر کسی شعبے میں ٹھوس اور دیرپا ترقی نہیں کر سکتی۔اس وقت پس ماندہ ممالک غربت ،بیماری اور جہالت کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ان ممالک کی سب سے زیادہ ضرورت اپنے معاشرتی ڈھانچے کو تبدیل کرنا ہے۔ایک مشہور مغربی مفکر ارم کٹل کے نزدیک ان ممالک کا معاشرتی ڈھانچہ ان کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔اس معاشرتی ڈھانچے نے ان ممالک میں معاشرتی ناہمواری اور معاشرتی طبقات کو جنم دیا ہے جو ہر قسم کی تبدیلیوں کے خلاف حالات کو جوں کا توں رکھنے پر اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر رہے ہیں اس لیے معاشرتی ڈھانچہ میں تبدیلی کئے بغیر ان پس ماندہ ممالک میں کسی قوم کی ترقی ممکن نہیں۔ان کی عادات واطوار،کام کرنے کے طریقے،زندگی کے متعلق نقطہ نظر نہ بدلا جائے تو ترقی ممکن نہیں۔کسی ملک کے معاشرتی ڈھانچے کو تعلیم کے بغیر بدلنا بغیر کسی ہتھیار کے پیچیدہ اور مسل کام کرنے کے مترادف ہے جس رفتار سے تعلیم عام ہوگی اور لوگوں کی شعوری سطح بلند ہوگی اسی رفتار سے معاشرتی تبدیلیاں رونما ہوں گی اور اس رفتار سے غربت جہالت اور بیماری ختم ہوتی چلی جائیں گی۔یہ دور سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے مہارتوں اور تخصیص کی ضرورت روز بروز بڑھ رہی ہے۔کوئی قوم خواہ وہ ترقی پذیر ہو،ترقی یافتہ ہو،یا غیر ترقی یافتہ ،وہ نئی نئی ایجادات ،انکشافات اور تکنیکی مہارتوں سے صرف نظر نہیں کر سکتی ،پیچیدہ مشینوں ،نئے آلات اور طریقہ کار نے سائنس دانوں ،انجینئروں ڈاکٹروں اور ماہر کاری گروں کی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس،پروپوزل،پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ضرورت کو اور بھی شدید بنا دیا ہے۔ چنانچہ ان مقاصد کے حصول کے لیے تعلیم ایک موثر ہتھیار ہے۔ ان شعبوں میں ملکی اور قومی ضروریات کو صرف تعلیم کے ذریعے ہی پورا کیا جاسکتا ہے۔ تعلیم ہی ہر شعبے میں قائد مہیا کرتی ہے۔ استاد وکیل، سائنس دان، طبیب، انجینئر تعلیم ہی سے پروان چڑھتے ہیں ہمیں اس قسم کے بہترین افراد حاصل کرنے کے لیے بہترین تعلیم کا اہتمام کرنا ہوگا۔ قوم کے لیے تعلیم کی اہمیت اس وجہ سے بھی ہی کہ صرف پڑھے لکھے لوگ ہی معاشرے کی ترقی کا باعث بنتے ہیں۔ اس کے برعکس ناخواندہ، جاہل اور بے ہودہ لوگ مفید شہری بننے کے بجائے الٹا رکاوٹ کا باعث بنتے ہیں اور قومی معیشت اور معاشرت پر بوجھ بن جاتے ہیں ان پڑھ کاری گر مزدور کسان مشینوں اور اوزاروں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ملکی ترقی میں خاطر خواہ کردار ادا نہیں کر سکتے۔

ذرائع پیداوار اور تعلیم۔

تعلیم کا ایک بہت بڑا مقصد پیداواری اضافہ ہے۔ مغربی ممالک میں جن لوگوں نے علم گیر تعلیم کا رواج دیا۔ پیداواری اضافہ ہی ان کا محرک تھا۔ ابتدائی اور خواندگی کی تعلیم کے علاوہ فنی تعلیم، سائنسی تعلیم اور پیشہ وارانہ تعلیم لوگوں کی کمانے کی استطاعت میں اضافہ کرتی ہے۔ اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ جب یہ بات ایک گروہ اور ایک معاشرہ کے لیے درست ہے تو یقیناً قوم کے معاملے میں بھی بالکل درست ہے کہ ایک پڑھی لکھی قوم جاہل اور خواندہ قوم کے مقابلے میں زیادہ اچھی اقتصادی پوزیشن میں ہوگی۔

تعلیم اور عاملین پیدائش۔

عام بول چال میں پیدائش دولت کا مطلب مادی اشیاء کی تخلیق سے لیا جاتا ہے۔ اگرچہ انسان عام طور پر نہ تو مادہ پیدا کر سکتا ہے اور نہ اسے فنا کرتا ہے بلکہ انسان اپنی سمجھ بوجھ سے کام لے کر قدرت کی عطا کردہ اشیاء کی شکل یا جگہ تبدیل کر کے اسے انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل بنا سکتا ہے یعنی ان میں افادہ پیدا کر سکتا ہے۔ اس لیے دولت کی پیدائش اس وقت ہوتی ہے جب انسانی جدوجہد کے ذریعے مادہ میں افادہ پیدا کیا جائے۔ پیدائش دولت سے مراد انسان کو وہ جدوجہد ہے جس سے قیمت یا قدر پیدا کی جاسکے۔ اس کی تعریف کی رو سے زراعت، صنعت وتجارت، نقل وحمل اور دیگر کاروبار حیات میں جو لوگ عملی کام کرتے ہیں وہ پیدائش کے دولت میں حصہ لیتے ہیں۔

زمین اور تعلیم۔

روزمرہ زندگی میں زمین سے مراد صرف سطح ارضی لی جاتی ہے جس پر ہم چلتے پھرتے ہیں لیکن معاشیات کی اصطلاح میں زمین سے مراد وہ تمام قدرتی وسائل جو سطح زمین یا سطح زمین سے نیچے یا فضا میں ہیں وہ پیدائش دولت میں مدد بہم پہنچاتے ہیں۔ اس اصطلاح میں زمین کی سطح معدنی وسائل، پہاڑ، دریا، سمندر، ہوا، سورج، روشنی اور بارش وغیرہ سب شامل ہیں۔ زمین قدرت کا عطیہ ہے لیکن انسان اپنی سمجھ، شعور، تربیت اور تعلیم سے اس زمین کو استعمال کرتا ہے۔ بنجر زمین آباد کرتا ہے۔ زمین کی مقدار متعین کرتا ہے۔ تمام قطعات زمین یکساں نوعیت اور زرخیزی کے حامل نہیں۔ ان کی پیداواری صلاحیت میں فرق ہے۔ زمین نا قابل انتقال ہے یعنی اس کا وقوع بدلا نہیں جاسکتا ہے۔

سوال نمبر 12۔ نصاب سے کیا مراد ہے؟ اس کی بنیادیں تفصیل سے بیان کریں۔

جواب۔

اس نظریئے کے مطابق طلبہ کو مختلف مضامین کی مقرر کردہ کتابیں پڑھانے یا رٹوانے سے ہی مطلوبہ ذہنی نشوونما کی جاسکتی ہے۔ اس کے مطابق ہر مضمون مخصوص ذہنی صفات پیدا کرتا ہے۔ کتابوں کو رٹنے یا دھرانے سے مطلوبہ پیدا ہوسکتی ہیں۔ قدامت پرست مفہوم کے مطابق نصاب سے مراد صرف چند درسی کتب ہوتی تھیں۔ اس کے مطابق ہمیں نصاب میں ایسے مضامین شامل کرنے پڑتے تھے۔ جو ماضی میں فائدہ مند رہے ہوں اس میں شک نہ کہ اس اصول کے مطابق ہم بعض مضامین مثلاً زبانی دانی، حساب، تاریخ اور جغرافیہ کو آسانی سے نصاب میں شامل کر سکتے ہیں۔ اس تصور کے مطابق نصاب چند مضامین کا مجموعہ ہوتا تھا جو نہ فرد کے تقاضوں سے ہم آہنگی رکھتا تھا اور نہ ہی معاشرتی قدروں کا حامل ہوتا تھا۔ اس میں نہ تو نفسیاتی تقاضوں کے پورا کرنے کا سامان ہوتا تھا اور نہ بچوں کی بالیدگی کی خصوصیات سے کوئی ربط تھا۔ یہ اسکول کے صرف داخلی اور وہ بھی صرف تدریسی مضامین اور سرگرمیوں سے تعلق رکھتا تھا۔ قدیم نصاب میں تعلیم کا مقصد بچے کی ذہنی نشوونما اور حافظ کی تربیت ہی سمجھا جاتا تھا یہی وجہ تھی کہ پورا نصاب بچے کی قوت حافظ کے بل بوتے پر ختم ہوتا تھا۔ تدریس کے علاوہ اگر دیگر مشاغل کو نصاب میں شامل کرنے کی کوشش کی جاتی تھیں تو اس کو معیوب سمجھا جاتا تھا یہی وجہ تھی کہ ان سرگرمیوں کو غیر نصابی سرگرمیوں کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ قدیم نصاب کا دوسرا اہم نکتہ یہ تھا کہ معلم کو مرکزی مقام حاصل ہوتا تھا جب کہ بچہ ثانوی حیثیت کا مالک سمجھا جاتا تھا معلم کی حیثیت ایک ڈکٹیٹر کی ہوتی تھیں بچوں کا کام اس کے حکم پر لبیک کہنا تھا۔

جدید تصور نصاب

اس نظریے کے مطابق ان تمام سرگرمیوں کا نام نصاب تعلیم ہے جو اسکول کی نگرانی وراہنمائی میں طلبہ کی نشوونما کے لیے منظّم کی جاتی ہیں۔ اس خیال کے مطابق نشوونما اسی صورت میں ممکن ہے جب بچہ اور اس کے ماحول میں باہمی عمل اور ردعمل کا سلسلہ سرگرمی سے جاری رہے۔ جدید مفہوم میں نصاب سے مراد محض کتابیں ہی نہیں بلکہ سارا ماحول ہے جو اسکول کے اندر یا باہر موجود ہے۔ طلبہ کو اس ماحول سے گزرنا پڑتا ہے اور اس طرح مسلسل ان کے تجربات میں اضافہ ہوتا

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

رہتا ہے۔ جو اصل تعلیم ہے۔ اس طرح ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ نصاب مسلسل ترقی پذیر سرگرمیوں کا نام ہے۔ یہ ان عوامل کو بھی فروغ دینے کا نام ہے جن سے تعلیم کا عمل جاری رہتا ہے اور یوں مسلسل سرگرمیوں کی مدد سے طلبہ کی داخلی وخارجی صلاحیتوں کی بھرپور نشوونما کی کوشش جاری وساری رہتی ہے۔

جدید نظریہ

جدید نظریے کی بنیاد اس عقیدے پر ہے کہ معاشرے نے جو فرائض اسکول کے ذمے کیے ہیں وہ ان کو اس طرح پورا کرے کہ طالب علم اپنی ذات اور معاشرہ دونوں کے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکے۔ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ سکول میں مصنوعی طور پر وہی ماحول پیدا کیا جائے جو معاشرے میں پایا جاتا ہے اتنا ہی نہیں بلکہ ایسی سرگرمیوں کی تنظیم بھی کی جائے جن سے معاشرے کے مقاصد کی تکمیل ہو سکے۔ نصاب کا یہ تصور اسی بات کا متقاضی ہے کہ طلبہ کی خداداد صلاحیتوں کو ترقی دی جائے اور اسکول میں وہ تمام سرگرمیاں داخل نصاب کی جائیں جو معاشرے کی پسندیدہ قدروں کو فروغ دے کر بچے کو بہترین شہری بنا سکیں اس لیے نصاب تعلیم کو زندگی کے ہر شعبے سے مربوط ہونا چاہئے ورنہ وہ بے کار ہوگا۔

نصاب کی بنیادیں

نصاب کی کامیابی یا ناکامی کا دارومدار زیادہ تر اس کی بنیادوں پر ہوتا ہے اس لیے نصاب کی بنیادیں مضبوط اور مستحکم ہونی چاہئیں۔ نصاب کی بنیادوں کو زندگی کی اقدار اور بچوں کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ معلمین کو بخوبی معلوم ہونا چاہیے کہ ایک اچھا نصاب موثر عوامل اور مضبوط بنیادوں کا حامل ہوتا ہے۔ نصاب چونکہ ایک تعلیمی وتدریسی لائحہ عمل ہے جو کسی مقصد کے تحت مرتب کیا جاتا ہے۔ مقاصد کے بغیر نصاب تعلیم کی تدوین وتشکیل ناممکن ہے ذیل میں ان عوامل اور بنیادوں میں سے خاص خاص کو مختصراً رقم کیا جارہا ہے جس کے بغیر نصاب تعلیم وتشکیل بے معنی ہوگی۔

مذہبی بنیاد

مذہب انسان کی فطری ضرورت ہے چنانچہ نصاب سازی کی سب سے اہم بنیاد یہی ہے۔ یہ بنیاد مشرقی نظام تعلیم میں ہی کلیدی اہمیت کی حامل ہیں ہے بلکہ مغربی ممالک بھی اس کی اہمیت وافادیت سے منکر نہیں ہے۔ انگلستان میں نصاب سازی میں اس کو بہت اہم مقام حاصل ہے۔ مائیکل کے خیال میں نصابی بنیادوں میں سب سے اہم اور ضروری بنیاد یہی ہے جس کی مثال یہ ہے کہ کیتھولک سکولوں کے نصاب میں اس کو بنیادی مقام حاصل ہے لیکن دیگر مغربی ممالک میں نصاب سازی میں مذہبی عنصر اس اہمیت کا حامل نہیں ہے اسی وجہ سے ان ممالک میں مادیت کے ارتقاء کو معراج انسانیت تصور کیا جاتا ہے۔

معاشرتی بنیاد

جدید نظریہ کے مطابق تعلیم ایک معاشرتی عمل ہے لہذا نصاب معاشرتی بنیادوں پر مرتب ہونا چاہئے۔ تدوین نصاب کے وقت ماحول اور معاشرے کے تقاضوں اور قدروں کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ جان ڈیوئی کا کہنا ہے کہ نصاب میں معاشرے کی تمام سرگرمیوں کو شامل ہونا چاہئے تا کہ بچے معاشرے میں بہتر مطابقت حاصل کر سکیں ان میں ثقافتی اور تمدنی شعور اجاگر ہو۔ نصاب کو معاشرے کا ترجمان ہونا چاہئے نصاب کے تمام موضوعات اور عنوانات معاشرتی قدروں سے ہم آہنگ ہوں اور ان میں کسی قسم کا تضاد نہیں ہونا چاہئے۔ معاشرے نے تعلیمی اداروں کو اس لیے قائم کیا ہے کہ ان کی معاشرتی اقدار ایک نسل سے دوسری نسل میں آسانی سے منتقل ہوتی رہیں۔ لہذا نصاب کی تدوین معاشرتی بنیاد پر ہونی چاہیے۔ معاشرے کے تقاضوں پر خاطر خواہ توجہ دینی چاہئے اور ان مضامین اور موضوعات کو نصاب میں ضرور شامل کرنا چاہئے جو معاشرے کی فلاح وبہبود کے لیے ضروری ہوں۔ جان ڈیوئی نے معاشرتی بنیاد کو بہت ہی اہم قرار دیا ہے۔ ان کے خیال میں نصاب میں معاشرتی تقاضوں اور رجحانات کو وہی مقام حاصل ہے جو تدریس میں بہترین طریقہ تدریس کو۔ بچوں میں ایسے احساسات اور جذبات کی پرورش کی جائے جن سے ان میں انسانیت، اخوت، محبت، مساوات، عدل، نظم وضبط اور خوداعتمادی جیسے اوصاف حمیدہ پیدا ہو سکیں۔

فلسفیانہ بنیاد

نصاب نظریہ تعلیم کے تحت بنایا جارہا ہے۔ نظریہ تعلیم نظریہ حیات کا پابند ہوتا ہے۔ کوئی قوم بھی بغیر فلسفہ حیات کے نظریہ تعلیم اور تدوین نصاب کی کوشش نہیں کر سکتی جب تک تعلیم کے مقاصد کا تعین نہیں ہوتا اس وقت تک نصاب کی تدوین ناممکن ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ نصاب مقاصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ یا آلہ ہے۔ ہمیں کو نصاب میں ایسے عنوانات، موضوعات اور سرگرمیوں کو شامل کرنا چاہئے جن کے تحت ہم تعلیمی مقاصد حاصل کر سکیں۔ تعلیمی مقاصد کا تعلق فلسفہ سے ہوتا ہے۔ ہر ملک کے سکولوں میں ایسا نصاب مروج ہوتا ہے جو ان کے فلسفہ حیات اور نظریہ تعلیم کی ترجمانی کرتا ہے۔ ہمارا نصاب تعلیم اسلامی قدروں کا حامل ہونا چاہئے جس سے فرد میں دینی ودنیاوی دونوں طرح بہتری حاصل ہو جو فرد کو مادی اور روحانی آسودگی عطا کرے۔

نفسیاتی بنیاد

دور جدید میں نفسیات کے بغیر نصاب سازی ناممکن ہے۔ قدیم زمانے میں نصاب میں نفسیات پر بالکل توجہ نہیں دی جاتی تھی۔ لیکن آج تعلیم اور نصاب تعلیم میں بچے کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ پوری تعلیم کا تانا بانا اس کے گرد گھومتا ہے کوئی نصاب اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس میں بچے کے نفسیاتی تقاضوں اور خواہشات کو ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے۔ نصاب سازی میں بچہ کی بالیدگی اور اس کے مختلف ادوار کی خصوصیات کا جاننا ضروری ہے۔ نصاب کا بنیادی مقصد ہی یہی ہے کہ تمام تعلیمی مقاصد کی تکمیل میں مدد دی جائے اور تعلیمی مقاصد میں بچوں کی شخصیت وانفرادیت کی تعمیر کو بنیادی مقام دیا جائے ایسی صورت

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 03415004551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام ،بی ایڈ، بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ڈی ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میں نفسیات کو نظر انداز کر دینا گویا بچہ کی شخصیت اور انفرادیت کو بالائے طاق رکھ کر تشکیل دیا جائے گا تو ایسی نصاب سازی بچے کی شخصیت کو مسخ کرنے کے مترادف ہوگی کیونکہ نفسیات انسان کے کردار، اس کے تقاضے، اس کی بالیدگی کے مختلف ادوار کی خصوصیات اور حیاتیاتی وجذباتی اور معاشرتی نشوونما پر روشنی ڈالتی ہے۔

اچھے نصاب کی خصوصیات۔

بچوں کی معاشرتی ضرورتیں ان کے سماج پسند فطرت کی وجہ سے وجود میں آتی ہیں وہ ہم جولیوں کے ساتھ کھیلنا، کام کرنا، الجھنا، اور بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔نصاب میں ایسی سرگرمیاں موجود ہونی چاہیے جو ان کو دوسروں سے اشتراک وتعاون کرنے کا جذبہ پیدا کر سکیں۔اتنا ہی نہیں بلکہ بچوں میں فرانبرداری ، ذمہ داری اور حب الوطنی کے اوصاف پیدا ہوسکیں۔انفرادیت کی بھرپور نشوونما کا یہ بھی تقاضا ہے کہ تمام طلبہ کو ایک ہی لاٹھی سے نہ ہانکا جائے بلکہ ان کیے انفرادی اختلافات کا بھی لحاظ رکھا جائے۔تحقیقی مطالعوں سے ثابت ہے کہ پہلی جماعت میں داخل ہونے چھ سالہ بچوں کے کسی غیر منتخب بروہ میں ذہنی نشوونما کے لحاظ سے چار سال تک کا فرق ہوتا ہے اگر ان تمام بچوں کو ایک ہی رفتار پر تعلیم دی جائے گی تو چھ سال بعد ان کی ذہنی نشوونما میں آٹھ سال کا فرق ہو جائے گا۔جس کی وجہ یہ ہے کہ کم استعداد کے بچے عام رفتار کے بچوں کا ساتھ نہیں دے سکتے اور اس طرح وہ ہر سال پیچھے رہ جاتے ہیں۔

ترقی یافتہ ممالک نے طلبہ کی انفرادی صلاحیتیں اور ان کے اختلافات معلوم کرنے اور پھر ان کی مدد دستگیری کرنے کے سلسلہ میں بڑا کام کیا ہے اور کر رہے ہیں وہ ہر طالب علم کا ریکارڈ تیار کرتے ہیں جس کی روشنی میں طلبہ کی جسمانی ، ذہنی جذباتی اور معاشرتی نشوونما کے لیے طرح طرح کی سہولتیں فراہم کی جاتیں ہیں۔مقام افسوس ہے کہ پاکستان میں ابھی تک اس سمت میں قابل ذکر قدم نہیں اُٹھایا گیا۔حقیقت یہ ہے کہ تعلیم وتربیت کی کامیاب کے لیے اس طرف فوری توجہ کی اشد ضرورت ہے۔

نصاب تعلیم اور معاشرتی تقاضے۔

نصاب تعلیم ہر دور کے تقاضوں کا حامل ہوتا ہے اور مستقبل کی تعمیر کی نشاندہی کرتا ہے لہذا نصاب کی تدوین میں نئے رجحانات اور جدید تقاضوں کو پیش نظر رکھنا ہوگا تاکہ معاشرہ فعال اور متحرک رہیا اس میں جمود پیدا نہ ہوئے تعلیمی پالیسی میں ٹیکنیکل اور زرعی تعلیم پر بہت زور دیا جاتا ہے تعلیم کے ذریعے ایگروٹیکنیکل معاشرہ قائم کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔ صنعت وحرفت کی ترقی اگرچہ انسان کی بنیادی اقدار پر اثر انداز نہیں ہوتی لیکن اس کی انفرادی زندگی کا ڈھنگ ضرور بدل دیتی ہے پھر یہی انفرادی زندگی معاشرتی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے ہمارے معاشرے میں اس وقت یہی ہو رہا ہے صنعتی ترقی کی وجہ سے لوگ دیہاتوں سے شہروں کی طرف نقل مکانی کر رہے ہیں اس لئے یہاں روزگار کے وسائل دیہات کی نسبت زیادہ ہیں یہ بہت بڑا معاشرتی انقلاب ہے ثقافتی لحاظ سے ہمیں اس تغیر کا معاشرتی واقتصادی اور تعلیمی نقطہ نگاہ سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے اور نصاب کو اس طرح ترتیب دیا جائے کہ وہ نئے عمرانی تقاضوں کو پورا کر سکے۔

طبقاتی تصورات اور تعلیمی اہمیت۔

ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ ہمارے ہاں طبقاتی تصور شدت سے موجود ہے غریبوں سے اونچے ہونے اور الگ ہونے کا احساس دلوں کے اندر جما ہوا ہے اسا حساس کی وجہ سے تعلیم بھی کئی طبقوں میں بٹی ہوئی ہے اور کئی سکول کی اقسام نظر آتی ہیں جن میں پبلک سکول یورپیئن سکول، کیمبری ہینسو سکول، ماڈل سکول اور پائلٹ سکول جیسے سکول اعلیٰ طبقے کے بچوں کے لئے ہیں۔ان میں پڑھایا جانے والا نصاب درآمد کیا جاتا ہے اس نصاب میں ہماری قومی ملی اور معاشرتی اقدار کا کوئی عمل دخل نہیں ہمیں خالص نقطہ نگاہ سے ان سکولوں کے نصاب کا جائزہ لینا چاہئے۔اور اسے قومی امنگوں اور ملی اختیارات کے مطابق ڈھالنا چاہئے۔اس کی ضرورت اس لئے محسوس ہوتی ہے کہ ہمارا ایک قومی رنگ ہے جسے ہمیں پہلے اس رنگ میں رنگنا چاہئے اس کے بعد قومی مقاصد ضروریات اور احتیاجات کی باری آتی ہے لیکن انفرادی قومی ضروریات کے باوصف چند ایک معاشرتی فعالتیں ایسی ہیں جو نصاب کی بنیاد قرار دی گئی ہیں معاشرہ خواہ مشرقی ہو یا مغربی۔افراد کے لئے ان معاشرتی فعالتوں میں مہارت حاصل کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

شعور اور آگہی۔

آج کل تعلیمی مسائل پر باشعور اور با مقصد غور وفکر ان مسائل کو سماجی پس منظر میں رکھے بغیر ممکن نہیں۔ہم اس ذمہ داری سے بری نہیں ہو سکتے کہ ہمارے معاشرے کو کس سمت میں ترقی کرنا چاہیے۔مارگریٹ میڈ جیسی مصنفہ بار بار اس بات پر زور دیتی ہے کہ ماہرین تعلیم اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ بدلتی ہوئی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اپنے طریقوں کو ان کے مطابق ڈھالنے اور سوچنے کے قابل نہیں ہوں گے۔معاشرہ کبھی جامد نہیں رہتا وہ ہمیشہ متحرک اور فعال رہتا ہے۔تعلیم کا یقیناً ایک فرض یہ بھی ہے کہ لوگوں کو معاشرے کا فعال رکن بننے کے لیے تیار کرے۔

سوال نمبر 13۔ برطانوی نظام تعلیم کے نقائص جو قیام پاکستان کے بعد تعلیمی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنے رہے ان کی نشاندہی کریں نیز انگریزوں نے برصغیر پاک وہند میں جو نظام تعلیم تشکیل دیا اس کے ارتقائی مراحل پر تبصرہ کریں۔

کاشان اکیڈمی
0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام ،بی اے بی کام ،بی ایڈ بی ایس ایم ایڈ ایم اے ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اے سائنس کی ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختیاری مشقوں کے لیے آرڈر کے نمبر پر رابطہ کریں

جواب۔

انگریز مورخین، سیاح اور اعمال حکومت اس بات کے معترف ہیں کہ مسلمانوں کے دور حکومت میں تعلیم عام اور مفت تھی ،معیار تعلیم بلند تھا اور تعلیمی سہولیات وافر تھیں۔سر تھامس منرو کی 25 جون 1822 کی رپورٹ پہلی اہم دستاویز ہے جس میں وہ اعتراف کرتا ہے کہ مدراس کے صوبے میں ہر پانچ سو افراد کی آبادی میں ایک سکول موجود تھا اور آبادی کی ایک تہائی حصہ کو سکولوں کے ذریعے تعلیم حاصل تھی ،بمبئی میں تعلیم کی وسعت کے بارے میں آر۔وی۔پرولیکر لکھتے ہیں کہ خاندیش کے علاقے میں ہر گاؤں میں ایک سکول موجود تھا جو مقامی آبادی نے قائم کر رکھا تھا۔نیز ہندوستان میں پڑھے لکھے لوگوں کا تناسب اتنا ہی ہے جتنا یورپی ممالک میں ہے۔صوبہ بنگال اور بہار کی تعلیمی حالت کو متعلق سے سے زیادہ مفصل رپورٹ ایک مشنری مبلغ ولیم آدم نے تیار کی اس رپورٹ کے مطابق انگریزی حکومت کے آغاز میں صوبہ بنگال اور بہار میں ایک لاکھ سکول موجود تھے گویا ہر 400 افراد کے لیے یا 32 سکول جانے کی عمر کے لڑکوں کے لیے ایک سکول قائم تھا۔وارڈ کے مطابق بنگال کے تمام دیہات میں سکول موجود تھے جن میں پڑھنے لکھنے اور ابتدائی حساب کی تعلیم دی جاتی تھی۔مالوہ کے متعلق میلکم نے لکھا کہ وہ مالوہ انگیزی تسلط کے دوران اتنا جان گئے تھے کہ اس وقت ہر 150 گھروں کے گاؤں میں ایک ابتدائی مدرسہ موجود تھا۔پنجاب کے متعلق مسٹر ارنلڈ اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں کہ تعلیم یہاں عام ہے۔مسلمان ہندو اور سکھ سبھی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔البتہ اساتذہ سب مسلمان ہیں۔

انگریز ہندوستان میں تاجروں کے روپ میں آئے اور بالاخر اس ملک کے حکمران بن گئے۔ایسٹ انڈیا کمپنی دسمبر 1600ء میں قائم ہوئی اس کمپنی کا مقصد تجارت تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی ایک سیاسی حیثیت بھی تھی۔آہستہ آہستہ اس کا سیاسی پہلو نمایاں ہوتا گیا اور 1757 میں جنگ پلاسی کے بعد یہ ایک حکمران طاقت بن کر ابھری۔1765ء میں شاہ عالم نے بنگال، بہار اور اڑیسہ کی دیوانی ایک شاہی فرمان کے ذریعے انگریزوں کے حوالے کر دی تھی۔یہاں سے انگریزوں کی سیاسی تعلیمی حکمت عملی کا آغاز ہوتا ہے کمپنی کی حکومت 1757ء تک رہی جبکہ ملکہ وکٹوریہ نے تمام اختیارات براہ راست خود سنبھال لئے ۔برصغیر میں عہد برطانیہ میں مسلمانوں کی تعلیم حالت کے چار ادوار ہیں جس کا تذکرہ کچھ یوں کیا جاتا ہے۔

پہلا دور(1765 سے 1913) سیاسی حیثیت سے یہ دور کشمکش ،تصادم اور کمپنی کے غلبے کا دور تھا۔کمپنی کا راج آہستہ آہستہ پھیل رہا تھا اور جہاں اسے فوجی اقتدار حاصل نہیں تھا وہاں بھی اس کا سیاسی اثر بڑھ رہا تھا۔ان حالات میں قدرتی طور پر کمپنی کے حکام کو تعلیم کے بارے میں اپنی حکمت عملی طے کرنا پڑی۔1765ء سے قبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرگرمیاں زیادہ تر تجارت تک محدود تھیں لیکن اس دوران میں بھی کمپنی نے عیسائیت کی تبلیغ کے لیے اقدام کئے۔اس مقصد کے لیے ہندوستانیوں کو بھرتی کیا گیا اور انہیں کمپنی کے خرچ پر پادریوں کی تعلیم دلوائی گئی جس کا سب سے برا اثر مسلمانوں پر پڑا۔1698 میں کمپنی کے چارٹر کی تجدید کرتے وقت برطانوی پارلیمنٹ نے باقاعدہ ایک شق تبلیغ مشنری کلاز منظور کی جس کو روسے کمپنی کے لیے یہ لازم قرار دیا گیا کہ وہ ہندوستان میں اپنی تمام فیکٹریوں اور پانچ سوٹن یا اس سے زیادہ وزنی جہازوں پر عیسائی مبلغین کا بندوبست کرے۔

جیسے جیسے کمپنی کا اقتدار بڑھتا گیا عیسائی مشنریوں کی تعلیمی سرگرمیاں بھی بڑھتی گئیں جس سے اہل ہند خاص طور پر مسلمانوں میں تشویش کہ لہر دوڑ گئی اور بالاخر مسلمانوں نے پوری قوت کے ساتھ مشنری اداروں کے خلاف آواز اُٹھائی جبکہ ہندوؤں نے بالعموم ان اداروں سے فائدہ اُٹھایا۔مسلمانوں کے احتجاج کا یہ اثر ہوا کہ اٹھارویں صدی کے اختتام تک کمپنی کو اپنی تعلیمی پالیسی میں نرمی پیدا کرنا پڑی۔

دوسرا دور(1813 سے 1854ء تک) 1813ء کے چارٹر کی رو سے کمپنی کو پابند کیا گیا تھا کہ وہ ہر سال ایک لاکھ روپیہ ہندوستان میں مغربی علم و سائنس کی اشاعت اور مشرقی علم کی احیاء کے لیے خرچ کرے لیکن دس سال تک کمپنی تعلیم پر کچھ خرچ نہ کر سکی کیونکہ کمپنی کے عہدے داروں میں مستشرقین کا گروہ اس بات پر بضد تھا کہ اس رقم کو مشرقی علمی (فارسی، عربی ،سنسکرت) کی ترویج اشاعت پر صرف کیا جائے۔1823ء اور 1833ء درمیانی عرصہ میں آگرہ اور دہلی میں کالج کھولے گئے۔ان کالجوں میں ذریعہ تعلیم اردو تھا اور عربی، فارسی اور سنسکرت کی کتابیں وسیع پیمانہ پر چھاپی گئیں اور انگریزی کتب کا عربی، فارسی اور سنسکرت میں ترجمہ کیا گیا۔1833ء میں سپریم کونسل کا ممبر ایک پبلک انسٹرکشن کمیٹی کا سیکرٹرک مقرر ہو کر ہندوستان آیا تھا مستشرقین کی ڈٹ کی مخالف کی ۔1813ء کے ایکٹ کی رو سے مشرقی علم ہنر علماء کی سرپرستی کے لیے جو مالی امدادی جاری تھی اسے بند کر دینے کی سفارش کی اور بالکل صاف الفاظ میں اس مقصد تعلیم کا اظہار کیا کہ ہمیں ایسی نسل تیار کرنا ہے جو ہمارے افکار و نظریات کی ترجمان ہو اور جو رنگ و نسل کے اعتبار سے بلا شبہ ہندی ہو لیکن فکر و نظر اور سیرت و اخلاق کے اعتبار سے خالص انگریزی ہو۔اس دور کی تعلیمی حکمت عملی کا ایک پہلو یہ بھی تھی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان امتیاز و تفریق کا آغاز اتنا گھناونے طریقے سے کیا گیا۔ہر ممکن کوشش کی گئی کہ مسلمانوں کا تعلیمی نظام تباہ ہو جائے اور ان کے مقابلے میں ہندوؤں کو ہر میدان میں آگے بڑھایا جائے۔ملازمتوں کے لیے اخبارات میں جو اعلان کئے جاتے تھے ان میں بھی یہ لکھ دیا جاتا تھا کہ صرف ہندوؤں کو ملازمت میں رکھا جائے گا۔

تیسرا دور(1854 سے 1905ء) یہ وہ زمانہ تھا جب برطانوی اقتدار پوری طرح اپنے قدم جما چکا تھا۔ایسٹ انڈیا کمپنی ختم کر دی گئی تھی اور ہندوستان پر حکومت کرنے کی ذمہ داری تاج برطانیہ نے قبول کر لی تھی۔ہندوؤں نے برطانوی سامراج کے ساتھ اپنے آپ کو کلی طور پر ہم آہنگ کر لیا تھا اور اپنے لیے فوقیت کا مقام حاصل کرنے کے کسی موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔مسلمان اس دور میں سب سے زیادہ ظلم و ستم کا نشانہ بنے۔برطانوی حکومت کی پوری کوشش تھی کہ مسلمانوں کو اتنا دبا دیا جائے کہ پھر وہ کبھی اٹھ نہ سکیں۔تعلیمی نقطہ نظر سے یہ زمانہ ووڈ ڈسپیچ کا عملی جامہ پہننانے کا زمانہ تھا۔یونیورسٹیوں کے قیام سے ہندوستان

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

مین مغربی طرز کا اعلیٰ تعلیم کا نظام قائم ہو گیا۔ پرائمری ،ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے درمیان ایک تدریجی ربط پیدا کرنے کی کوشش کی گئی جس کا فائدہ یہ تو ہوا کہ پورا نظام مربوط ہو گیا لیکن سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ ثانوی تعلیم طالب علموں کو آئندہ زندگی کے تیار کرنے کے بجائے یونیورسٹیوں میں داخلہ کا ذریعہ بن کر رہ گئی اور اس طرح تعلیمی نظام ملک کے حالات اور ملکی ضروریات سے کٹ کر رہ گیا۔ گرانٹس ان ایڈ کے ذریعے پرائیوٹ سکول اور کالج بھی محکمہ تعلیم کے کنٹرول میں آ گئے اور اس طرح حکومت کی گرفت تعلیم پر بہت زیادہ بڑھ گئی۔ تعلیمی حیثیت سے یہ زمانہ جدید تعلیم کی وسعت اور فروغ کا زمانہ ہے۔ پرانہ نظام تعلیم اس دور میں تقریباً ختم ہو گیا قومی نقطہ نظر سے اس زمانے میں چند اہم رجحانات رونما ہوئے۔ ہندوؤں نے نئی تعلیم کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اس کے برعکس مسلمانوں میں دو مختلف رجحانات رونما ہوئے۔ مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت نے نئی تعلیمی نظام کا بائیکاٹ کر دیا۔ مسلمانوں کے دوسرے گروہ نے مفاہمت کی روش اختیار کی، نئی تعلیم کو قبول کر لیا اور اس بات کی کوشش کی کہ جس حد تک ممکن ہو اسلامیات کو شامل نصاب کر لیا جائے۔

چوتھا دور (1905ء سے 1947ء) 1905ء میں ہندوستان کی سیاسی تاریک میں ایک اہم موڑ ہے۔ اس سال تقسیم بنگال واقع ہوئی اس تقسیم سے چونکہ بنگالی مسلمانوں کو سیاسی اور معاشی لحاظ سے فائدہ پہنچا تھا اس لیے ہندوؤں نے اس کی مخالفت کی۔ اس کے بعد احتجاج ،عدم تعاون اور سیاسی کشمکش کا دور شروع ہوا۔

تعلیمی نقطہ نظر سے اس دور کا آغاز لارڈ کرزن کی سخت گیر تعلیمی پالیسی سے ہوتا ہے جس میں اس نے محدود اعلیٰ تعلیم اور خالص انگریزی تعلیم کا تصور از سر نو تشکیل دیا۔ اس نے اپنی تقریریوں میں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کے متعلق ایسے توہین آمیز الفاظ استعمال کئے جو قومی غیرت کے لیے تازیانہ ثابت ہوئے اور قومی تعلیم کا رجحان پیدا کرنے کا سبب بنے۔ 1917ء میں کلکتہ یونیورسٹی کے مسائل کی چھان بین کے لیے سیڈلزکی سربراہی میں ایک کمیشن مقرر کیا گیا لیکن کمشن نے پورے برصغیر ہندوپاک کے تعلیمی مسائل جائزہ لیکر اپنی سفارشات مرتب کیں۔ اس زمانے کی سب سے اہم خصوصیات قومی تعلیم اور تحریکات کا وجود ہے۔ تحریک خلافت اور عدم تعاون تحریک کے نتیجہ میں سرکاری تعلیمی اداروں کا بائیکاٹ کیا گیا اور آزاد قومی ادرے قائم کرنے کا رجحان ظاہر ہوا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں نے بیک وقت قومی ادارے قائم کئے۔ اس دور کی ایک اور خصوصیت مجموعی طلبہ کی سیاسی کردار تھا۔ اس پورے دور میں طلبہ نے سیاست میں بڑھ کر حصہ لیا اور حصول آزادی کی جدوجہد میں اپنا حصہ ادا کیا۔ اس دور میں یہ احساس شدت اختیار کر گیا کہ ہندوستان کا تعلیم نظام قومی ضروریات کے منافی ہے اور ہر طرف سے اس نظام کو ہدف تنقید بنایا گیا۔ ہندواس سے اس لیے مطمئن تھے کہ یہ قومی روایات سے عاری تھا اور مسلمان اس سے اس لیے ناخوش تھے کہ یہ ان کے دین ،مذہب اور قومی روایات کو پامال کر رہا تھا۔

سوال نمبر 14۔ ممتاز مسلمان مفکرین تعلیم اور مغربی مفکرین تعلیم کے تعلیمی مقاصد اور ان کے اہم تعلیمی افکار ونظریات کا مفصل جائزہ لیں نیز مسلمان اور مغربی مفکرین تعلیم کے انداز وفکر میں فرق واضح کریں۔

جواب۔

مسلمان مفکرین تعلیم۔

محمد الغزالی غزالی اسلامی تعلیمات کا شیدائی تھا۔ وہ خدا اور رسول مقبول ﷺ کی تعلیمات کو مسلمانوں کے ذہنوں میں راسخ کرنا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عظیم فلسفی ہونے کے بوجود انہوں نے غیر اسلامی فلسفیوں کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں تمام فلسفے قرآن وسنت کے آگے ہیچ سمجھتے تھے۔ دنیا اخروی کامیابی کا ذریعہ ہے مطلوب آخرت ہے اور مطلوب المطلوب ذات خدوندی! یہ تھا کہ غزالی کا تعلیمی فوکس اور عمل جانبدار ہونے کی مکمل عکاسی سمجھا جاتا تھا۔

مقاصد تعلیم۔ امام غزالی کی سوچ اور افکار کی ترتیب کچھ اس طرح سے ہے۔

۱۔ اسلامی خطوط پر سیرت وکردار کی تشکیل: طلبہ عقائد میں پختہ ہوں عمدہ اخلاق اور عمل کے دھنی بن جائیں۔

۲۔ **رضائے الٰہی کا حصول:** اللہ کی رضا اس کے احکام کی اطاعت کا نام ہے۔

۳۔ عقل کی نشو ونما کرنا تا کہ حیوانی صفات پر انسانی اوصاف غالب ہر ہیں۔ جبلی رجحانات حد اعتدال میں رہیں اور حق وباطل میں تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

۴۔ آخرت کی تیاری چوتھا عظیم مقصد ہے دنیا آخرت کے لیے جائے عمل ہے۔ اگر آپ قرآن حکیم کا مطالعہ کریں تو دیکھیں گے کے غزالی کے مقاصد کی قرآن سے بر پور تصدیق ہو جاتی ہے۔

تعلیمی افکار۔

فطرت انسانی۔ امام غزالی نے اس ضمن میں بڑی دلچسپ باتیں کی ہیں فرماتے ہیں کہ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے جسم اور دل، دل غیر مادی اور باطنی چیز ہے جو باقی تمام صلاحیتوں کو کنٹرول کرتا ہے۔ اگر جسم کی سلطنت سمجھ لیں تو روح بادشاہ، عقل وزیر، غصہ سپاہی اور باقی حواس اور قوتیں فوج ظفر موج۔ ہر انسان میں تین قسم کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ حیوانی، شیطانی، ملکوتی انسان کی بھلائی اسی میں ہے کہ ملکوتی قوت باقی دو پر غالب رہے۔ روح انسانی کے دو پہلو ہیں (۱) علم (۲) غضب (۳) شہوت۔ بھلائی اسی میں ہے کہ ان پہلوؤں میں اعتدال قائم ہو جائے۔ اعتدال کی صورت میں یہ اوصاف بالترتیب عقل، شجاعت، اور

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے، اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختیاری مشقوں کے لیے آئیڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

عفت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور یہی عمدہ اخلاق کا سرمایہ ہے۔افراط وتفریط کی صورت میں نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔غزالی کا انسانی کی فطرت کا تجزیہ بڑا حقیقت پسندانہ لگتا ہے۔

موسیقی کی تعلیم۔ حیران کن بات یہ ہے کہ غزالی موسیقی کی تعلیم کے محقق ہیں۔حق بات سے اسے کیا چیز باز رکھ سکتی ہے امام کہتے ہیں کہ موسیقی روح کی غذا ہے اس سے طبیعت میں فرحت آجاتی ہے انسان تو کیا پرندے اور حیوانات بھی موسیقی سے لطف اندوز ہوتے ہیں کئی پرندے فطرت کے موسیقار ہیں۔لہٰذا موسیقی حلال ہے البتہ ایک شرط ہے وہ یہ کہ موسیقی کا مواد پاکیزہ اور بلند ہو۔سفلی جذبات کو انگیخت نہ دے اگر یہ نہ وہ سکے تو پھر موسیقی حرام اور مردہ ہے۔

طالب علم۔ امام غزالی نے طالب علم کو بڑی دلسوزی کے ساتھ نصیحتیں کیں ہیں۔اور طالب علم کو براہ راست متوجہ کر کے کہا ہے کہ۔

جان عزیز!اگر علم حاصل کرنے کا شوق ہے تو اپنا سب دل وجان علم کے حوالے کر اور دنیا کے مشاغل کم کر دے اپنے استاد سے تواضع اور ادب سے پیش آ علم پر تکبر نہ کر اگر زندگی میں وقار مطلوب ہے تو فن میں کمال پیدا کر اور عمدہ فنون میں کوئی نہ کوئی فن ضرور سیکھ لینا اپنے فن کو بری عادات سے پاک کر اور باطن کو خوب آراستہ کر لے یقین رکھ کہ علم دل کی ضرورت ہے۔آخرت کا طلب گار بن کر جا تا کہ تجھے خدا تعالیٰ اور مقربان ملاء اعلیٰ کے ہمسائیگی کا شرف حاصل ہو۔**آمین۔**

سرسید احمد خان۔ کسی تعلیم یافتہ پاکستانی سے پوچھیں کہ برصغیر پاک وہند میں جدید تعلیم کا بانی کون ہے وہ بلا تامل کہہ دے گا سرسید صاحب تعلیم سے والہانہ لگاؤ رکھتے تھے۔تعلیم کی نشر واشاعت کو ہی مسلمانوں کی بیماریوں کا علاج سمجھتے تھے چنانچہ عمر بھی تعلیم جہاد میں مصروف رہے۔سرسید جامع الحیثیات شخصیت تھے آپ ماہر تعلیم ،سیاستدان اور ریفارمر تھے۔ان سب حیثیتوں نے ان کی تعلیمی نظریات کو متاثر کیا ہے۔خاص طور پر اس دور کے سیاسی اور سماجی حالات کی سید کے افکار پر گہری چھاپ ہے۔مسلمان 1857ء کی جنگ آزادی ہار چکے تھے۔انگریز اور ہندو مل کر مسلمانوں کو زندگی کے ہر میدان میں پیچھے دھکیل رہے تھے۔ادھر روایتی مذہبی ادارے زمانے کے ابھرتے ہوئے تقاضوں کے لیے کوئی تعلیمی پروگرام نہ رکھتے تھے۔سرسید اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمانوں کی بقا و ترقی کا راز انگریزوں کے ساتھ مصالحت میں ہے۔جدید مغربی علوم وقت کی پکار ہیں۔مشرقی علوم ناقص اور غیر مفید ہیں لہٰذا نئی جاندار تعلیمی پالیسی کی ضرورت ہے چنانچہ انہوں نے تعلیم کی تحریک چلائی جو تحریک علی گڑھ کے نام سے مشہور ہے جس کا مفصل ذکر یونٹ نمبر چار میں پہلے آچکا ہے یہاں اتنا کافی ہے کہ سید مرحوم نے 1857ء میں علی گڑھ میں انگریزی سکول قائم کیا جو دو سال بعد محمڈن اینگلو اورینٹل کالج بن گیا اور بالآخر 1921ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی شکل اختیار کر گیا۔

مقاصد تعلیم۔ سابقہ بیان کی روشنی میں آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ سید کے سامنے تعلیم کے مقاصد کیا ہوں گے آئیے ان پر ایک سرسری نظر ڈال لیں۔

۱۔ قومی بقا اور قومی بحالی کا راستہ ہموار کرنا۔

۲۔ انگریزی تعلیم اور جدید علوم کو فروغ دینا۔

۳۔ انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان مضبوط روابط پیدا کرنا۔

۴۔ قومی حقوق کے تحفظ کی نگہداشت کو یقینی بنانا۔

۵۔ متوازن تعلیم کا بندوبست کرنا۔

۶۔ نوجوان کو مہذب اقوام کی صف میں شامل کرنا۔

دیکھا آپ نے سرسید کے مقاصد کس طرح ان کے تجزیے سے مطابقت رکھتے ہیں انہوں نے جو نظام علی گڑھ کالج میں رائج کیا وہ اکثر مقاصد سے ہم آہنگ تھا افسوس سید صاحب متوازن تعلیم دینے میں ناکام ہو گئے یعنی دین و دنیا کو موثر طور پر یکجا نہ کر سکے۔

تعلیمی افکار۔ سرسید احمد کا خیال تھا کہ موجودہ حالات میں سب لوگوں کی تعلیم کا بندوبست نہیں کیا جا سکتا۔تعلیم کھاتے پیتے طبقے سے شروع کی جائے وہ جدید تعلیم کے اخراجات بھی برداشت کر لیں گے اور بچوں کی تعلیم میں بھی دلچسپی لیں گے اس طرح جب تعلیمی عمل جاری رہے گا تو بالآخر تعلیم عوام تک بھی ایک دن پہنچ جائے گی۔یہی سید کی حکمت عملی تھی ان سنگین اقتصادی اور معاشرتی حالات میں غالباً اس سے زیادہ کچھ کر بھی نہ سکتے تھے اس نظریے کو تقطیری نظریہ تعلیم کہا جاتا ہے کیونکہ تعلیم قطروں کی صورت میں ٹپک ٹپک کر نیچے پہنچتی ہے۔

۲۔تعلیم وتربیت۔ سرسید احمد تعلیم وتربیت وہم معنی نہیں سمجھتے ان کا فرق خود ان کی زبانی سنئے ''جو کچھ انسان میں ہے اس کو باہر نکالنا انسان کو تعلیم دینا ہے اور اس کو کسی کام کے لائق کرنا اس کی تربیت کرنا ہے۔مثلاً جو قوتیں خدا تعالیٰ نے انسان میں رکھی ہیں ان کو تحریک دینا اور شگفتہ وشاداب کرنا انسان کی تعلیم ہے اور اس کو کسی بات کا مخزن اور مجمع بنانا اس کی تربیت ہے۔'' (پانی پتی 1942ء، ص 15)

۳۔متوازن تعلیم۔ تعلیم میں توازن حاصل کرنا سید کی بڑی خواہش تھی وہ جدید علوم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیمات کو بھی پروان چڑھانا چاہتے تھے۔20 اپریل 1894ء کو جالندھر میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا''......فلسفہ ہمارے دائیں ہاتھ میں ہوگا اور نیچرل سائنس بائیں ہاتھ میں اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا تاج سر پر'' (سلیم 1980ء ص 280) گویا سرسید فکر و دانش مادی قوت اور دین کو ہم آہنگ کر کے تعلیمی توازن حاصل کرنا چاہتے تھے۔آپ کے خیال میں آج ہم پاکستانی تعلیم کو متوازن کرنے کے لیے اس نسخے کے اجزائے ترکیبی سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

۴۔اخلاقی تعلیم۔ سرسید اخلاقی تعلیم کو کتابی کاروبار نہیں سمجھتے یہ تعلیم صاحب اخلاق لوگوں کی صحبت اور میل ملاپ سے حاصل ہو سکتی ہے کتابوں سے نہیں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس، پی ایچ ڈی کی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

مل سکتی اگر ہم بچوں میں اعلیٰ اخلاق پیدا کرنا چاہتے ہیں تو انہیں عمدہ انسانی ماحول مہیا کرنا ہوگا۔

۵۔غیر مفید تعلیم۔ جو تعلیم زمانے کی ضرورتوں کو پورا نہ کرے وہ غیر مفید ہے یہ سرسید کا پختہ اصول ہے جس پر وہ اپنے زمانے کے مسلمانوں میں مروجہ علوم کو غیر مفید قرار دے دیتا ہے ان علوم میں منطق، حساب، طب، ہیئت وغیرہ شامل ہیں۔آپ حیران ہوں گے آخر کیوں سرسید نے انہیں بیکار بتلایا سید کی نظر میں وہ علم بے سود ہے جو موجودہ قومی مسائل حل کرنے میں مدد نہیں دیتا اور کامیاب زندگی گزارنے کے اہل نہیں ہوتا۔

ابن خلدون۔ ابن اخلدون سائنسی تاریخ کا دنیا میں پہلا علمبردار ہے۔ابوالمعاشریات کا امتیاز بھی انہیں کے حصہ میں آیا اور اپنی لکھی ہوئی تاریخ کے ''مقدمہ'' کہ وہ شہرت حاصل ہوئی کہ علمی دنیا انگشت بدنداں رہ گئی ۔ابن خلدون تونس میں پیدا ہوئے بڑی طوفانی زندگی گزاری۔کبھی وزیر اعظم کبھی جیل میں قید، کبھی درس وتدریس، کبھی ہمہ تن تصنیف وتالیف میں مصروف چونکہ تعلیم وتعلم سے ان کا واسطہ رہا اور مختلف ممالک کے نظام تعلیم کا جائزہ لیا انہوں نے اپنے اندر تعلیمی امور کے متعلق خاص بصیرت پیدا کر لی تھی آپ نے مروجہ تعلیمی نصاب اور طریق تدریس پر بڑا معنی خیز نقد وتبصرہ کیا۔

مقاصد تعلیم۔ ابن خلدون تعلیم کو انسان کی فطری غذا سمجھتا ہے مقاصد تعلیم متعین کرنے میں بھی اس نے بالکل فطری انداز اختیار کیا ہے۔

ابن خلدون کے مقاصد تعلیم درج ذیل ہیں۔

ا۔ اشیاء وحقائق کے معرفت حاصل کرنا تا کہ انسان بہتر زندگی گزارنے کے طریقے دریافت کر سکے۔

۲۔ دوسرا مقصد طالب علم میں علمی ملکہ یا رسوخ علمی پیدا کرانا ابن خلدون کا کہنا ہے کہ اگر طالب علم فہم وتعقل کا آنا دیکھ جائے اور اس کی عقل تیزی حاصل کر لے تو تعلیمی مہمات با آسانی سر کی جاسکتی ہیں گویا ملکہ وہ عمومہ عقلی قوت ہے جس کی روشنی میں بے شمار علمی حقائق وتصورات پر جلدی قابو پایا جاسکتا ہے۔یہ وہی بات ہے جس پر آج کے دور میں جیروم برونر نے زور دیا ہے۔

۳۔ دنیا وآخرت میں کامیاب زندگی گزارنے کے لائق بنانا۔دونوں ضروری ہیں اور دونوں کے لیے تگ ودو کرنی چاہیے۔

تعلیمی افکار۔ ابن خلدون طالب علموں سے خاص محبت رکھتے ہیں اور ان کے مسائل سے اچھی طرح آگاہ ہیں انہوں نے طلبہ کو بڑی قیمتی نصیحتیں کی ہیں۔

طالب علم۔ اب خلدون کی نظر میں اچھا طالب علم وہ ہے جو گائیڈوں سے بچے اور اصل کتاب کا مطالعہ کرے الفاظ کے بجائے مفہوم پر زیادہ توجہ دے۔بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرے۔معانی ومطالب کا متوالا بن جائے۔رٹے سے پرہیز کرے ہاں معانی ومطالب کو سمجھ کر حفظ کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔علمی اصلاحات سے مرعوب نہ ہو۔ان کا خول توڑ کر اندر کی چیز لے لے البتہ تحریر وتقریر میں بہت زیادہ اصطلاحات استعمال نہ کرے مدعا کو سادہ اور عام فہم زبان میں بیان کرے۔

طریقہ تدریس۔ اب خلدون تدریس میں ہم مرکزیت اور اصول کے حامی ہیں۔یعنی ایک ہی موضوع یا تصور کی رفتہ رفتہ توسیع وتفصیل۔وہ ان عمل کو تین مرحلوں سے گزارتے ہیں پہلا مرحلہ اجمالی ہے جس میں طلبہ کو سبق کا خلاصہ پیش کر دیا جاتا ہے تا کہ موٹی موٹی باتیں ان کے ذہنوں میں بیٹھ جائیں اور انہیں یہ پتہ چل جائے کے آج کیا پڑھنا ہے اور دسرا مرحلہ تفصیل وتنقید کا ہے زیر بحث مسائل پر بحث کی جاتی ہے علمی آرا کا مقابلہ وموازنہ ہوتا ہے اختلافی افکار پر بھرپور تنقید کی جاتی ہے ضروری تفصیلات مہیا کی جاتی ہیں تیسرے مرحلہ میں اس بات کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ کوئی اہم نکتہ رہ تو نہیں گیا۔آیا کسی کے سینے میں کوئی کھٹک تو باقی نہیں اس منزل میں تنقید وتبصرے کا معیار اور بلند ہو جاتا ہے بہر حال موضوع کی تفہیم وتنقیح کے بارے میں مکمل تسلی کر لی جاتی ہے۔اب طلبہ موضوع پر مکمل گرفت حاصل کر لیتے ہیں۔

علامہ اقبال: اقبال کا نظریہ تعلیم قرآن وسنت سے ماخوذ ہے.........

گرتو می خواہی مسلماں زیستن نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

قرآن اولین ذریعہ تعلیم: اقبال مسلمان کیلئے قرآن کی تعلیم کو اولیت دیتے ہیں کیونکہ اسلام کا مقصد ایسے انسان کو پروان چڑھانا ہے جو ہادیٔ برحق کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنی زندگی کے ہر عمل کو ان کے تابع کر دے۔ اقبال دورِ جدید کے مسلمان میں حضرت ابو بکر صدیقؓ ،حضرت عمر فاروقؓ ،حضرت عثمان غنیؓ ، حضرت علیؓ اور حضرت امام حسینؓ ، محمد بن قاسمؒ طارق بن زیاد ٗ سلطان محمود غزنوی ٗ صلاح الدین ایوبی ٗ نور الدین زنگی ٗ خالد بن ولیدؓ جیسی صفات کا عکس دیکھنا چاہتے ہیں۔اقبال مسلمان کی تعلیم کا اولین مقصد خودنگری اور خود شناسی کو قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک جو شخص تعلیم حاصل کرنے کے باوجود اپنے آپ کو پہچاننے سے قاصر ہے۔اپنی ذات کے ادراک سے بے بہرہ ہے درحقیقت وہ جاہل ہے علامہ اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ مسلمان مغربی تعلیم کے زیر اثر اپنے مذہب ٗ اپنی تہذیبی روایات کے ساتھ ساتھ اپنی اقدار کو بھی فراموش کر چکے ہیں۔اقبال اس دور کے حالات سے خائف تھے کیونکہ مغربی تعلیم مسلمان کو زوال کی جانب دھکیل رہی تھی۔اقبال اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کو ایسی تعلیم کی طرف راغب کرتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے منافرت کی بجائے مسلمان کے دل میں مسلمان کے دل میں عشقِ حقیقی کے لطیف جذبات پیدا کرے۔قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ انسان کی زندگیاں دو ہیں ایک یہ جو محض عارضی اور فانی ہے اور دوسری وہ جو بعد از موت شروع ہوگی اور جس کا کوئی اختتام نہیں صرف عقل کو ہی اگر کل اور قطعی سمجھا جائے تو انسان اگلے جہان کا منکر بن جاتا ہے۔خود مسلمانوں میں بھی ایسے افراد کی کمی نہیں جو قیامت اور جنت وجہنم کو محض ڈھکوسلا سمجھتے ہیں اور اس جہان فانی کی زندگی کو سب کچھ قرار دیتے ہیں۔فرنگی تہذیب کے زیر اثر ان کا دل عقل

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

03345504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی ، پی ایچ ڈی ، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹ مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

سے مغلوب ہو کر دنیاوی مفادات میں الجھ جاتا ہے جب دل ہی مردہ ہو تو بدن پژمردہ ہو جاتا ہے ایسے دل اور ایسے جسم والے افراد کے پاس بصارت تو ہوتی ہے مگر بصیرت نہیں......

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

آج علم کی حدود چاند تک پھیلی ہوئی ہیں۔آج لوہا ہوا میں اڑ رہا ہے۔آج انسان نے مہیب سمندروں اور فضا ؤں کو روند کر رکھ دیا ہے لیکن ساری کائنات میں کوئی رومی ؒ کوئی جنید اور کوئی عطار نظر نہیں آتا......

کیا غضب ہے کہ اس زمانے میں
ایک بھی صاحبِ سرور نہیں

صاحب سرور آئے کہاں سے؟ یہ چیز پیدا ہوتی ہے نالہ نیم شب کے نیاز، خلوت کے گداز، دیدۂ تر کی بے خوابیوں اور دل کی پوشیدہ بے تابیوں سے جبکہ آج کے اہل علم اور عاقل ان لذتوں سے نا آشنا ہیں۔جب انسان اپنے من میں ڈوب کر اللہ کو پالیتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ قطرہ سمندر میں جذب ہو کر بے کراں بن گیا ہے اور روح حدود زمان و مکاں سے باہر پرواز کر کے کائنات کی وسعتوں میں پھیل چکی ہے انسان گھٹن سے نکل کر سکون اور فراخی قلب و نظر محسوس کرتا ہے۔علامہ اقبال کے نزدیک تعلیم کا مقصد صرف مادی ضروریات کی فراہمی نہیں بلکہ روحانی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کا نام ہے کیونکہ وہ تعلیم جو روحانیت سے عاری ہے انسان کو بے دینی کی طرف لے جاتی ہے۔ایسا فرد شیطان کے مماثل ہے اقبال ایسی تعلیم کا درس دیتے ہیں جو مسلمان نوجوان میں خودی کے جذبے کو پروان چڑھائے اور اسکی عزت نفس کو مضبوط بنانے میں مددگار ثابت ہو۔اسکے برعکس وہ علم جو روحانی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کی بجائے صرف جسمانی لذتوں اور آسائشوں کی فراہمی تک محدود ہو مسلمان کیلئے زہر کی حیثیت رکھتا ہے......

وہ علم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کفِ جو

پروفیسر منور لکھتے ہیں "علامہ اقبال یورپ کو شیطان کی کارگاہ اسلئے کہتے ہیں کہ یورپ نے مادہ پرستی کے نظریات کو فروغ دے کر عالم انسانیت کو بنیادی قدروں سے محروم کر دینے میں بڑا پر زور کردار ادا کیا ہے"

یورپ میں بہت روشنی علم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمہ حیواں ہے یہ ظلمات

نفسانی خواہشات سے اجتناب: اقبال اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمان کا دل مغربیت زدہ ہونے کے باعث نفسانی خواہشات کا بت کدہ بن کر نہ رہ جائے۔اقبال مادہ پرستی کی بجائے روحانیت کی تلقین کرتے ہیں انہیں ملال ہے تو اس بات کا کہ انسان نے مادیت پرستی کی دوڑ میں ناممکنات کو ممکنات میں بدل دیا ہے۔انسان مچھلی کی طرح پانی میں تیرنا سیکھ چکا ہے لیکن اپنی روح کی وسعتوں میں سفر نہیں کر سکا۔جس کے باعث اس کا بدن تو بیدار ہے مگر روح خوابیدہ ہو چکی ہے

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا!

اقبال کو خوف ہے تو اس بات کا کہ مسلمان قوم پر قبل از اسلام اسلام کا دور جہالت پھر نہ چھا جائے اور ڈر ہے تو اس بات کا کہ مسلمان اپنے اسلاف کی روایات کو فراموش کرنے کے ساتھ ساتھ مغربی کلچر کے رنگ میں نہ رنگ جائیں کیونکہ اقبال کے نزدیک مغربی تعلیم محض دھوکے اور فریب کے سوا کچھ نہیں......

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

اقبال نے تہذیبِ فرنگ کی مخالفت کی ہے اور فرمایا ہے کہ اس نے زندوں کو مُردہ اور مُردوں کو مُردہ تر کر دیا ہے اور اس کی ساری رنگینیاں جو نگاہ کو خیرہ کرتی ہیں اہل بصیرت کیلئے محض باعثِ عبرت ہیں......

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

مغربی تہذیب کی اندھادھند تقلید سے ممانعت: ہمارے زوال کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ہم مغربی تہذیب کی اندھادھند تقلید کرتے کرتے اپنی اُخروی

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی ، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

زندگی کو فراموش کر چکے ہیں اور محض جسمانی عیش وعشرت کو روحانی سکون پر ترجیح دینے لگے ہیں جس کے نتیجے میں ہمارے اندر پریشان حالی، نفسا نفسی، خود غرضی، غلامی، بے عملی، نمود و نمائش جیسی برائیاں جنم لے چکی ہیں جو لحہ بہ لحہ زوال کے اندھے گڑھے کی طرف لے جا رہی ہیں جبکہ اقبال کے نزدیک نفسانی خواہشات پر قابو پانا اور مفید علم کو عمل کے سانچے میں ڈھالنا ہی درحقیقت تعلیم ہے......

سینہ روشن ہو تو ہے سوزِ سخن عین حیات
ہو نہ روشن تو سخن مرگِ دوام اے ساقی!

مسلمانوں کے لئے تعلیم کا معیار: اقبال مسلمانوں کیلئے ایسی تعلیم کے حامی ہیں جو انہیں شاہین بنا دے اور انہیں دنیا کی نظروں میں عزت و توقیر بخشے۔ اسی لئے وہ کہتے ہیں......

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

مختصر یہ کہ علامہ اقبال مغربی نظام تعلیم کے اسلئے مخالف ہیں کیونکہ مغربی معاشرہ کی بنیاد الحاد پر قائم ہے جبکہ اسلامی معاشرہ خدا کی وحدانیت کا درس دیتا ہے۔ انسانیت کو صراط مستقیم پر لانے کیلئے اقبال نے ہر ممکن کوشش کی اور اپنی شاعری کے ذریعہ مسلمان دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔

مغربی مفکرین تعلیم جان ڈیوی کا نظریہ تعلیم: ڈیوی بچے کی انفرادیت پر بہت زور دیتا ہے مگر اس کا تعلیمی فوکس معاشرتی ہے اور معاشرتی زندگی کے حوالے سے ہی بات کرتا ہے اس کے نزدیک تعلیم اور عملی زندگی میں تفریق کرنا تعلیم کے بے جان بنانا ہے درج ذیل اصول اس کی نظریہ تعلیم کی نمائندگی کرتے ہیں۔

(i) بچہ تعلیم کا مرکز ہے:

تعلیم بچے کے لیے ہے نہ کہ بچہ تعلیم کے لیے تعلیمی پروگرام بچوں کی صلاحیتوں، دلچسپیوں اور رجحانات کے حوالہ سے منظّم کیا جائے۔ انفرادی اختلافات کا خیال رکھا جائے۔

(ii) تعلیم زندگی ہے: حقیقی تعلیم وہی ہے جو معاشرتی زندگی کے امور وسائل سے واسطہ رکھے محض نظری مضامین پڑھا دینا فضول حرکت ہے لہذا جو پیشے اور کام معاشرہ میں چل رہے ہیں انہوں کو موضوع تعلیم بنایا جائے۔

(iii) تعلیم تجربے کی تنظیم نو ہے: ڈیوی کا ایمان ہے کہ علم تجربے سے برآمد ہوتا ہے اور یہی علم بامعنی اور مفید ہوتا ہے اس لیے بچوں کو ذاتی تجربات کے مواقع بہم پہنچائے جائیں اور ان کو تجربات کی توسیع وتجدید پر ابھارا جائے۔

(vi) طالب علم فعال ہو:

استاد پس منظر میں رہے طالب علم خود کام کرنا سیکھے وہی خود اپنے تعلیمی امور وسائل سے پنجہ آزمائی کرے ہاں جب ضرورت ہو تو استاد محض رہنمائی کر دے۔

(v) جمہوریت کو ترویج ہو: مقابلہ کی بجائے بچوں میں جذبہ تعاون کو فروغ دیا جائے جمہوری اصولوں کو عملاً نافذ کیا جائے۔ بچے جمہوری فضاء میں پروان چڑھیں اور جمہوری طور پر اپنے فیصلے خود کر سکیں ان اصولوں کی روشنی میں ڈیوی یہ نصاب تحریر وتجویز کرتا ہے۔

نصاب: ڈیوی کا ایمان ہے کہ مدرسے کا نصاب اتنا وسیع ومتنوع ہے جتنی خود معاشرتی زندگی یہ نصاب پہلے سے طے شدہ نہیں اور نہ ہی یہ چند مخصوص مضامین کا مجموعہ ہے بچے ہی معاشرے یا کمیونٹی سے نصاب لے کر آئیں گے اور وہ استاد کی رہنمائی میں خود مل کر اسے تشکیل دیں گے۔ یہ نصاب دراصل بچوں کے ذاتی تجربات پر ہی مشتمل ہوگا لہذا یہ لچکدار، زندہ اور بامقصد ہوگا۔ حق بات یہ ہے کہ ڈیوی کا نصاب مدرسے کی چار دیواری کو پھلانگ کر کھیتوں، کارخانوں، منڈیوں اور ورکشاپوں میں پہنچ جاتا ہے۔ وہ معاشرتی گروہوں سے قریبی رابطہ رکھ کر ان کے مسائل اور ضرورتوں سے آگاہی حاصل کرتا ہے۔

جان لالک کا نظریہ تعلیم۔ جان لاک انگلستان کا مشہور مفکر اور ماہر تعلیم تھا۔ اس کا فلسفہ اس کے سماجی فلسفہ سے ابھرا۔ آپ سترہویں صدی کے انگلستان پر نظر رکھیں تو آپ کو معاشرے کے دو طبقہ امرا اور غرباء واضح طور پر نظر آئے گے۔ لاک ان دونوں کے جداگانہ تعلیم کا حامی تھا۔ وہ دونوں کو ایک دوسرے کا معوان سمجھنے کے باوجود ان کے معاشرتی مقام کے حوالے سے ان کی تعلیم کا بندوبست کرنا چاہتا تھا۔

مقاصد تعلیم۔ قومی خوشحالی لاک کا تعلیمی نصب العین تھا۔ دونوں طبقے ذاتی مسرت حاصل کر سکیں اور معاشرے کیک لیے مفید اور کارآمد رہ سکیں۔

تعلیمی افکار۔ جال لاک کا تعلیمی افکار کا جائزہ کچھ اس طرح سے پیش کیا جاتا ہے۔

الف۔ غرباء کی تعلیم۔ 13 سے 14 سال کی عمر کے درمیان والے بچے جو کسی مفید کام کاج پر نہیں لگے انہیں جبراً سکول بھیجا جائے۔ ہواں وہ مذہبی عبادت میں شریک ہوں۔ دستکاری، زراعت اور دیگر پیشہ ورانہ فنونو کی تربیت حاصل کریں۔ اس طرح جو آمدنی ہو اس سے اپنے اخراجات مدرسہ پورے کریں۔ یہ ہے غرباء کی تعلیم کا بندوبست جوان کے لیے تعلیمی عمل میں مناسب اور کارآمد رہے گا۔

ب۔ شرفاء کی تعلیم۔ شرفا سے مراد امیر زادے جو صاحب جائیداد ہوں۔ لاک کا خیال ہے کہ اگر ان بچوں کو صحیح قسم کی تعلیم دے دی جائے تو وہ جملہ قومی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام ، بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی کی پی ڈی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختلافی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

03345504551
Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

معاملات کو درست کر لیں امور کو احسن طریقے سے سرانجام دینا اور لوگوں سے حکمت وتدبر سے پیش آنا تربیت اچھے آداب واطوار کا نام ہے مگر ہر گروہ کے اپنے کردار ہوتے ہیں لاک نے امیر زادوں کے لیے عمومی نوعیت کا نصاب تجویز کیا ہے۔انہیں کسی خاص شعبے میں گہرے علمی ادراک کی ضرورت نہیں تخصص تو صرف فضلا کا کام ہے۔یہ بچے لکھنا پڑھنا اور حساب کرنا سیکھ جائیں۔لاطینی زبان وادب اور فطری وعمرانی علوم کی عمومی باتیں بھی حاصل کر لیں تاکہ محفل آرائی بھی کر سکیں اور زندگی کا کاروبار بھی کر سکیں وہی فنون (آرٹس) کی تعلیم تو بحیثیت مجموعی مضر ہے خاص طور پر شعر وشاعری۔البتہ مفید فنون باغبانی وغیرہ مشغلہ کے طور پر سیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔جدید زبانیں سیکھی جائیں مگر بیرونی ممالک کا سفر کر کے اصلی ماحول میں بہر حال یہ ہدایت شرفاء کے بچوں کے لیے ہیں۔

روسو کا نظریہ تعلیم۔ جب بھی جدید علمی حلقوں میں آزادی،فطرت اور سدگی کی بات چل نکلے گی روسو کا ذکر خیر ضرور ہوگا۔بچے کے حقوق کی پر جوش وکالت شاید ہی اس سے بڑھ کر کسی مغربی مفکر نے کی ہو۔اس کا مشہور تعلیمی ناول (Emile) اتنا دلچسپ ہے کہ ایک دفعہ ہاتھ لگ جائے تو ختم کئے بغیر چارہ نہیں۔

روسو جنیوا میں پیدا ہوا۔ساری زندگی مصائب وآلام میں گزری،جذباتی آدمی تھا۔طبیعت میں تضاد تھا۔تمدنی تکلفات سے اسے سخت نفرت تھی۔فطرت کا پرستار تھا۔آزادی کا متوالا تھا۔اس کا مشہور قول ہے ''انسان آزاد پیدا ہوتا ہے مگر ہر جگہ بندھنوں میں قید ہے۔' روسی کا ایمیل شہری بچہ نہ دیہاتی۔دیہاتی بچے کو تو فطری تعلیم کی بقول روسو ضرورت ہی نہیں کیونکہ وہ فطرت کی گود میں پلتا اور جوان ہوتا ہے۔اس لیے روسو نے تعلیم کا سارا نقشہ شہری بچے کی تعلیم کا کھینچا ہے۔

تعلیمی مقاصد۔ روسو کا تعلیمی مقصد فطرت نواز مفکر،تعلیم کا ایک نصب العین متعین کرتا ہے۔روسو کے نزدیک تعلیم کا بنیادی مقصد فرد کی فطری نیکی کو برقرار رکھ کر ایسے معاشرے کی تشکیل کی جائے جو فرد کی فطری نیکیوں سے ہم آہنگ ہو۔گویا سادہ اور سچی زندگی گزارنے کے لائق بنانا۔روسو ہر بچے میں مساوات ،اخوت،سادگی اور آزادی جیسی صفات دیکھنے کا آرزومند ہے۔

تعلیمی افکار۔ روسو کا تعلیم کے بارے میں انداز فکر یہ ہے کہ بچہ فطرتاً نیک،سادہ اور معصوم ہوتا ہے۔معاشرہ برا اور تہذیب لعنت ہے۔دونوں جھوٹے اور منافق ہیں۔حتیٰ کہ علم وفنون بھی زہر ہیں کیونکہ عیاشی کے ذریعے اخلاقی شریعت کو بگاڑ دیتے ہیں اور فرد کی فطری صلاحیتوں کو شل کر کر رکھ دیتے ہیں۔سلامتی کی راہ یہی ہے کہ انسان فطرت کی طرف لوٹ جائے۔تہذیب وتمدن کو الوداع کہہ دے۔اس طرح حقیقی مسرت سے ہمکنار ہو جائے گا۔بچوں میں نیکی ودیعت کرنے کی ضرورت نہیں۔انہیں گندی سوسائٹی کی آلائشوں سے بچانے کی ضرورت ہے۔فطرت کا مخفی ہاتھ آپ سے آپ پاکیزہ تعلیم کا بندوبست کر دیتا ہے۔یہاں یہ امر ملحوظ رہے کہ روسو صرف گندے تصنع باز معاشرے کا مخالف ہے ورنہ اصولی طور پر وہ معاشرتی تربیت کا قائل ہے وہ اسے وحشی نہیں بنانا چاہتا بلکہ گھر،مدرسہ اور مملکت کو تعلیم دلوانے کا ذمہ دار قرار دیتا ہے۔

تعلیمی ادوار۔ روسو بچہ کو فطرت کی رہنمائی کے مطابق تعلیم دینا چاہتا ہے فطرت یعنی بچے کی حیاتیاتی اور نفسیات زندگی کی پانچ مربوط ادوار کا اشارہ کر رہی ہے۔ہر دور کے اپنے تقاضے اور ضروریات ہیں انہیں کے مطابق تعلیم دی جائے گی۔یہ تقاضے از خود ہر دور میں نمودار ہو جاتے ہیں۔ہر دور کی اپنی خصوصیات ہیں بقول روسو ہر بچے کی تعلیم وتربیت کے پانچ ادوار ہوتے ہیں۔انہیں کے مطابق نصاب اور طریقہ تعلیم متعین کرنا ہوگا۔روسو نے ایمیل میں ان کی تفصیل بھی پیش کی ہے جو بہت دلچسپ ہے اور فکر انگیز بھی جسے شوق ہو وہ مختار قریشی کی تاریخ التعلیم کی انگریزی کتاب Educational Ideas and Their Impect میں پڑھ لے۔

تعلیم نسواں۔ روسو بھی اسلامی مفکرین کی طرح عورتوں مردوں کی یکساں تعلیم کا روادار نہیں۔اس کا استدلال ملاحظہ ہو۔عورتیں مردوں کی خوش کرنے کے لیے بنائی گئی ہیں۔اس لیے انہیں ایسی تعلیم دی جائے کہ وہ مردوں کی خدمت وتواضع کر سکیں۔وہ خوبصورت بنیں۔بچوں کی تعلیم وتربیت کا بندوبست کریں،مردوں کو مفید مشورے دیں اور بحیثیت مجموعی ان کی زندگی کی ورنقیں بڑھا سکیں۔روسو نے مرز تعلیمی تحریکوں کو بہت متاثر کیا۔تعلیم کے نفسیات پہلو پر زیادہ توجہ دی جانے لگی مگر اس کا فطرت کی مفہوم جائز وناجائز کے بارے میں کوئی رہنمائی نہیں کرتا۔اخلاق ومذہب بچے کے رحم وکرم پر رہ جاتے ہیں۔بہر حال روسو کے افکار میں تازگی اور لذت پائی جاتی ہے۔

سوال نمبر 15۔ تعلیم بطور معاشرتی قوت کی وضاحت کریں نیز معاشرتی ترقی میں تعلیم کے کردار کو مثالوں کے ساتھ واضح کریں۔

جواب۔

تعلیم وترقی کا باہمی ربط:

انسان کے مل جل کر رہنے کو معاشرے کی بنیاد گردانا جاتا ہے۔میل جول اور تعاون کیوں کیا جاتا ہے۔اس کے لئے کون کون سے بنیادی تقاضے ہیں۔اس کے مختلف قسم کے جوابات ہو سکتے ہیں لیکن اس میں کوئی شکل نہیں کہ معاشرہ صدیوں بلکہ ہزاروں سال سے قائم ہے۔ اور اس سے آگے یعنی آئندہ بھی اس کی ضرورت اور اہمیت کم نہیں ہوگی۔معاشرہ افراد کے مجموعے کا نام ہے۔لیکن ایسا مجموعہ جس میں مل جل کر رہنے کا احساس اور شعور ہو تعاون کے مقاصد یکساں ہوں۔ان افراد کے مابین تعلقات اور تعاون کسی خاص نظام کے مطابق ہوں یعنی معاشرہ افراد کے گروہ کا نام نہیں بلکہ افراد کے باہمی تعلقات اور تعاون سے عبارت ہے۔مختلف ماہرین عمرانیات نے اس کی تعریف اپنے اپنے انداز میں کی ہے۔

جان ایف سوبر کے خیال میں معاشرہ سے مراد ایسا بڑا گروہ ہے جو کافی عرصہ سے اکٹھا رہ رہا ہے حتیٰ کہ وہ منظم ہو گیا ہے اور اپنے آپ کو وحدت تسلیم کرتے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ہوں۔سمر اور کیلر کے مطابق معاشرہ افراد کا ایسا گروہ ہے جو بذریعہ اشتراک عمل وسائل حیات کے حصول اور بقائے نسل کی جدوجہد کرتے ہوں۔

ہنری گڈنگر کے خیال میں۔معاشرہ ایسا گروہ ہے جو مشترک مقاصد کے لئے ایک دوسرے سے تعاون کرتا ہو۔

اسلامی نقطہ نظر سے ابن خلدون کے خیال میں معاشرہ،شہریت اور عمرانیات کی اصطلاح ہے۔مقدمہ ابن خلدون میں لکھا ہے کہ اجتماع انسانی ایک ضروری اور ناگزیر شے ہے۔اسے حکماً اپنی اصطلاح میں مدنی الطبع کے نام سے یاد کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا ہی ایسا ہے کہ وہ غذا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔انسان کو غذاء کے حصول کی طاقت اللہ نے ہی بخشی ہے یہی وجہ ہے کہ انسان کثیر تعداد میں ساتھ مل جل کر رہتے ہیں تاکہ ان کی اور اپنی حیات برقرار رکھنے کا سامان مہیا کرے اس تصور کے مطابق معاشرہ کے قیام کی اصل بنیاد فطرت انسانی ہے۔اس کے مطابق وہ اپنی زندگی کے تحفظ اور ضروریات کی فراہمی کیلئے دوسروں سے تعاون پر سرگرم عمل ہوتا ہے۔اسی کوشش اور جدوجہد سے معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔معاشرے کا قیام انسانی بقاء کے لئے بھی ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کی منشاء اور حیثیت کے مطابق بھی۔

معاشی،معاشرتی ترقی اور تعلیم: تاریخ ایک واضح سبق ہمیں دیتی ہے۔کہ کوئی قوم تعلیم کے بغیر کسی شعبے میں ٹھوس اور دیرپا ترقی نہیں کرسکتی۔اس وقت پس ماندہ ممالک غربت، بیماری اور جہالت کے خلاف برسرِپیکار ہیں۔ان ممالک کی سب سے زیادہ ضرورت اپنے معاشرتی ڈھانچے کو تبدیل کرنا ہے۔ایک مشہور مغربی مفکر ارم کٹل کے نزدیک ان ممالک کا معاشرتی ڈھانچہ ان کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔اس معاشرتی ڈھانچے نے ان ممالک میں معاشرتی ناہمواری اور معاشرتی طبقات کو جنم دیا ہے جو ہر قسم کی تبدیلیوں کے خلاف حالات کو جوں کا توں رکھنے پر اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر رہے ہیں اس لیے معاشرتی ڈھانچہ میں تبدیلی کئے بغیر ان پس ماندہ ممالک میں کسی قوم کی ترقی ممکن نہیں۔ان کی عادات واطوار،کام کرنے کے طریقے،زندگی کے متعلق نقطہ نظر نہ بدلا جائے تو ترقی ممکن نہیں۔کسی ملک کے معاشرتی ڈھانچے کو تعلیم کے بغیر بدلنا بغیر کسی ہتھیار کے پیچیدہ اور مسلسل کام کرنے کے مترادف ہے۔جس رفتار سے تعلیم عام ہوگی اور لوگوں کی شعوری سطح بلند ہوگی اسی رفتار سے معاشرتی تبدیلیاں رونما ہوں گی اور اس رفتار سے غربت جہالت اور بیماری ختم ہوتی چلی جائیں گی۔یہ دور سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے مہارتوں اور تخصیص کی ضرورت روز بروز بڑھ رہی ہے۔کوئی قوم خواہ وہ ترقی پذیر ہو،ترقی یافتہ ہو،یا غیر ترقی یافتہ،وہ نئی نئی ایجادات ،انکشافات اور تکنیکی مہارتوں سے صرف نظر نہیں کرسکتی،پیچیدہ مشینوں، نئے آلات اور طریقہ کار نے سائنس دانوں،انجینئروں ڈاکٹروں اور ماہر کاریگروں کی ضرورت کو اور بھی شدید بنا دیا ہے۔چنانچہ ان مقاصد کے حصول کے لیے تعلیم ایک موثر ہتھیار ہے۔ان شعبوں میں ملکی اور قومی ضروریات کو صرف تعلیم کے ذریعے ہی پورا کیا جاسکتا ہے۔تعلیم ہی ہر شعبے میں قائد مہیا کرتی ہے۔استاد وکیل،سائنس دان،طبیب،انجینئر تعلیم ہی سے پروان چڑھتے ہیں ہمیں اس قسم کے بہترین افراد حاصل کرنے کے لیے بہترین تعلیم کا اہتمام کرنا ہوگا۔قوم کے لیے تعلیم کی اہمیت اس وجہ سے بھی ہی کہ صرف پڑھے لکھے لوگ ہی معاشرے کی ترقی کا باعث بنتے ہیں۔اس کے برعکس ناخواندہ، جاہل اور بے ہودہ لوگ مفید شہری بننے کے بجائے الٹا رکاوٹ کا باعث بنتے ہیں اور قومی معیشت اور معاشرت پر بوجھ بن جاتے ہیں ان پڑھ کاریگر مزدور کسان مشینوں اور اوزاروں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ملکی ترقی میں خاطر خواہ کردار ادا نہیں کرسکتے۔

ذرائع پیداوار اور تعلیم۔

تعلیم کا ایک بہت بڑا مقصد پیداواری اضافہ ہے۔مغربی ممالک میں جن لوگوں نے علم کی تعلیم کا رواج دیا۔پیداواری اضافہ ہی ان کا محرک تھا۔ابتدائی اور خواندگی کی تعلیم کے علاوہ فنی تعلیم،سائنسی تعلیم اور پیشہ وارانہ تعلیم لوگوں کی کمانے کی استطاعت میں اضافہ کرتی ہے۔اس بات سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔جب یہ بات ایک گروہ اور ایک معاشرہ کے لیے درست ہے تو یقیناً قوم کے معاملے میں بھی بالکل درست ہے کہ ایک پڑھی لکھی قوم جاہل اور خواندہ قوم کے مقابلے میں زیادہ اچھی اقتصادی پوزیشن میں ہوگی۔

تعلیم اور عاملین پیدائش۔

عام بول چال میں پیدائش دولت کا مطلب مادی اشیاء کی تخلیق سے لیا جاتا ہے۔اگرچہ انسان عام طور پر نہ تو مادہ پیدا کرسکتا ہے اور نہ اسے فنا کرتا ہے بلکہ انسان اپنی سمجھ بوجھ سے کام لے کر قدرت کی عطا کردہ اشیاء کی شکل یا جگہ تبدیل کرکے اسے انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل بنا سکتا ہے یعنی ان میں افادہ پیدا کرسکتا ہے۔اس لیے دولت کی پیدائش اس وقت ہوتی ہے جب انسانی جدوجہد کے ذریعے مادہ میں افادہ پیدا کیا جائے۔پیدائش دولت سے مراد انسان کو وہ جدوجہد ہے جس سے قیمت یا قدر پیدا کی جاسکے۔اس کی تعریف کی رو سے زراعت،صنعت وتجارت،نقل وحمل اور دیگر کاروبار حیات میں جو لوگ عملی کام کرتے ہیں وہ پیدائش کے دولت میں حصہ لیتے ہیں۔

زمین اور تعلیم۔

روزمرہ زندگی میں زمین سے مراد صرف سطح ارضی لی جاتی ہے جس پر ہم چلتے پھرتے ہیں لیکن معاشیات کی اصطلاح میں زمین سے مراد وہ تمام قدرتی وسائل جو سطح زمین یا سطح زمین سے نیچے یا فضا میں ہیں وہ پیدائش دولت میں مدد بہم پہنچاتے ہیں۔اس اصطلاح میں زمین کی سطح معدنی وسائل، پہاڑ، دریا،سمندر،ہوا ،سورج،روشنی اور بارش وغیرہ سب شامل ہیں۔زمین قدرت کا عطیہ ہے لیکن انسان اپنی سمجھ،شعور،تربیت اور تعلیم سے اس زمین کو استعمال کرتا ہے۔بنجر زمین آباد کرتا ہے۔زمین کی مقدار متعین کرتا ہے۔تمام قطعات زمین یکساں نوعیت اور زرخیزی کے حامل نہیں۔ان کی پیداواری صلاحیت میں فرق ہے۔زمین ناقابل انتقال

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کیلیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں
میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم ایڈ ایم اے ایم ایس سی پی ایچ ڈی کی ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں
Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ہے یعنی اس کا وقوع بدلا نہیں جا سکتا ہے۔

سوال نمبر 16۔ نصاب کی بنیادوں، تدوین نصاب کے اصول نصاب پر اثر انداز ہونے والے عوامل اس کی مختلف صورتیں اور اچھے نصاب کی خصوصیات کا جائزہ لیں۔

جواب۔ اس نظریئے کے مطابق طلبہ کو مختلف مضامین کی مقرر کردہ کتابیں پڑھانے یا رٹوانے سے ہی مطلوبہ ذہنی نشو ونما کی جا سکتی ہے۔اس کے مطابق ہر مضمون مخصوص ذہنی صفات پیدا کرتا ہے۔ کتابوں کو رٹنے یا دھرانے سے مطلوبہ پیدا ہو سکتی ہیں۔قدامت پرست مفہوم کے مطابق نصاب سے مراد صرف چند درسی کتب ہوتی تھیں۔اس کے مطابق ہمیں نصاب میں ایسے مضامین شامل کرنے پڑتے تھے۔ جو ماضی میں فائدہ مند رہے ہوں اس میں شک نہ کہ اس اصول کے مطابق ہم بعض مضامین مثلاً زبانی دانی، حساب ،تاریخ اور جغرافیہ کو آسانی سے نصاب میں شامل کر سکتے ہیں۔اس تصور کے مطابق نصاب چند مضامین کا مجموعہ ہوتا تھا جو نہ فرد کے تقاضوں سے ہم آہنگی رکھتا تھا اور نہ ہی معاشرتی قدروں کا حامل ہوتا تھا۔اس میں نہ تو نفسیاتی تقاضوں کے پورا کرنے کا سامان ہوتا تھا اور نہ بچوں کی بالیدگی کی خصوصیات سے کوئی ربط تھا۔ یہ اسکول کے صرف داخلی اور وہ بھی صرف تدریسی مضامین اور سرگرمیوں سے تعلق رکھتا تھا۔قدیم نصاب میں تعلیم کا مقصد بچے کی ذہنی نشو ونما اور حافظ کی تربیت ہی سمجھا جاتا تھا یہی وجہ تھی کہ پورا نصاب بچے کی قوت حافظ کے بل پوتے پر ختم ہوتا تھا۔تدریس کے علاوہ اگر دیگر مشاغل کو نصاب میں شامل کرنے کی کوشش کی جاتی تھیں تو اس کو معیوب سمجھا جاتا تھا یہی وجہ تھی کہ ان سرگرمیوں کو غیر نصابی سرگرمیوں کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔قدیم نصاب کا دوسرا اہم نکتہ یہ تھا کہ معلم کو مرکزی مقام حاصل ہوتا تھا جب کہ بچہ ثانوی حیثیت کا مالک سمجھا جاتا تھا معلم کی حیثیت ایک ڈکٹیٹر کی ہوتی تھیں بچوں کا کام اس کے حکم پر لبیک کہنا تھا۔

جدید تصور نصاب۔ اس نظریے کے مطابق ان تمام سرگرمیوں کا نام نصاب تعلیم ہے جو اسکول کی نگرانی و راہنمائی میں طلبہ کی نشو ونما کے لیے منظّم کی جاتی ہیں۔اس خیال کے مطابق نشو ونما اسی صورت میں ممکن ہے جب بچہ اور اس کے ماحول میں باہمی عمل اور رد عمل کا سلسلہ سرگرمی سے جاری رہے۔جدید مفہوم میں نصاب سے مراد محض کتابیں ہی نہیں بلکہ سارا ماحول ہے جو اسکول کے اندر یا باہر موجود ہے۔طلبہ کو اس ماحول سے گزرنا پڑتا ہے اور اس طرح مسلسل ان کے تجربات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ جو اصل تعلیم ہے۔اس طرح ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ نصاب مسلسل ترقی پذیر سرگرمیوں کا نام ہے۔یہ ان عوامل کو بھی فروغ دینے کا نام ہے جن سے تعلیم کا عمل جاری رہتا ہے اور یوں مسلسل سرگرمیوں کی مدد سے طلبہ کی داخلی و خارجی صلاحیتوں کی بھرپور نشو ونما کی کوشش جاری و ساری رہتی ہے۔

جدید نظریہ۔ جدید نظریے کی بنیاد اس عقیدے پر ہے کہ معاشرے نے جو فرائض اسکول کے ذمے کئے ہیں وہ ان کو اس طرح پورا کرے کہ طالب علم اپنی ذات اور معاشرہ دونوں کے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکے۔ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ سکول میں مصنوعی طور پر وہی ماحول پیدا کیا جائے جو معاشرے میں پایا جاتا ہے اتنا ہی نہیں بلکہ ایسی سرگرمیوں کی تنظیم بھی کی جائے جن سے معاشرے کے مقاصد کی تکمیل ہو سکے۔نصاب کا یہ تصور اسی بات کا متقاضی ہے کہ طلبہ کی خداداد صلاحیتوں کو ترقی دی جائے اور اسکول میں وہ تمام سرگرمیاں داخل نصاب کی جائیں جو معاشرے کی پسندیدہ قدروں کو فروغ دے کر بچے کو بہترین شہری بنا سکیں اس لیے نصاب تعلیم کو زندگی کے ہر شعبے سے مربوط ہونا چاہئے ورنہ وہ بے کار ہوگا۔

نصاب کی بنیادیں۔ نصاب کی کامیابی یا ناکامی کا دارومدار زیادہ تر اس کی بنیادوں پر ہوتا ہے اس لیے نصاب کی بنیادیں مضبوط اور مستحکم ہونی چاہئیں۔ نصاب کی بنیادوں کو زندگی کی اقدار اور بچوں کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا چاہئے۔ معلمین کو بخوبی معلوم ہونا چاہئے کہ ایک اچھا نصاب موثر عوامل اور مضبوط بنیادوں کا حامل ہوتا ہے۔نصاب چونکہ ایک تعلیمی و تدریسی لائحہ عمل ہے جو کسی مقصد کے تحت مرتب کیا جاتا ہے۔مقاصد کے بغیر نصاب تعلیم کی تدوین و تشکیل ناممکن ہے ذیل میں ان عوامل اور بنیادوں میں سے خاص خاص کو مختصراً رقم کیا جا رہا ہے جس کے بغیر نصاب تعلیم و تشکیل بے معنی ہوگی۔

مذہبی بنیاد۔ مذہب انسان کی فطری ضرورت ہے چنانچہ نصاب سازی کی سب سے اہم بنیاد یہی ہے۔ یہ بنیاد مشرقی نظام تعلیم میں ہی کلیدی اہمیت کی حامل ہیں ہے بلکہ مغربی ممالک بھی اس کی اہمیت و افادیت سے منکر نہیں ہے۔انگلستان میں نصاب سازی میں اس کو بہت اہم مقام حاصل ہے۔ مائیکل کے خیال میں نصابی بنیادوں میں سب سے اہم اور ضروری بنیاد یہی ہے جس کی مثال یہ ہے کہ کیتھولک سکولوں کے نصاب میں اس کو بنیادی مقام حاصل ہے لیکن دیگر مغربی ممالک میں نصاب سازی میں مذہبی عنصر اس اہمیت کا حامل نہیں ہے اسی وجہ سے ان ممالک میں مادیت کے ارتقاء کو معراج انسانیت تصور کیا جاتا ہے۔

معاشرتی بنیاد۔ جدید نظریہ کے مطابق تعلیم ایک معاشرتی عمل ہے لہذا نصاب معاشرتی بنیادوں پر مرتب ہونا چاہئے۔ تدوین نصاب کے وقت ماحول اور معاشرے کے تقاضوں اور قدروں کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ جان ڈیوئی کا کہنا ہے کہ نصاب میں معاشرے کی تمام سرگرمیوں کو شامل ہونا چاہئے تا کہ بچے معاشرے میں بہتر مطابقت حاصل کر سکیں ان میں ثقافتی اور تمدنی شعور اجاگر ہو۔نصاب کو معاشرے کا ترجمان ہونا چاہئے نصاب کے تمام موضوعات اور عنوانات معاشرتی قدروں سے ہم آہنگ ہوں اور ان میں کسی قسم کا تضاد نہیں ہونا چاہئے۔ معاشرے نے تعلیمی اداروں کو اس لیے قائم کیا ہے کہ ان کی معاشرتی اقدار ایک نسل سے دوسری نسل میں آسانی سے منتقل ہوتی رہیں۔لہذا نصاب کی تدوین معاشرتی بنیاد پر ہونی چاہیے۔معاشرے کے تقاضوں پر خاطر خواہ توجہ دینی چاہئے اور ان مضامین اور موضوعات کو نصاب میں ضرور شامل کرنا چاہئے جو معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہوں۔ جان ڈیوئی نے معاشرتی بنیاد کو بہت ہی اہم قرار

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

دیا ہے۔ان کے خیال میں نصاب میں معاشرتی تقاضوں اور رجحانات کو وہی مقام حاصل ہے جو تدریس میں بہترین طریقہ تدریس کو۔ بچوں میں ایسے احساسات اور جذبات کی پرورش کی جائے جن سے ان میں انسانیت ،اخوت ،محبت ،مساوات ،عدل ،نظم وضبط اور خود اعتمادی جیسے اوصاف حمیدہ پیدا ہوسکیں۔

فلسفیانہ بنیاد۔ نصاب نظریہ تعلیم کے تحت بنایا جارہا ہے۔نظریہ تعلیم کے تحت بنایا جاتا ہے۔نظریہ تعلیم نظریہ حیات کا پابند ہوتا ہے۔کوئی قوم بھی بغیر فلسفہ حیات کے نظریہ تعلیم اور تدوین نصاب کی کوشش نہیں کرسکتی جب تک تعلیم کے مقاصد کا تعین نہیں ہوتا اس وقت تک نصاب کی تدوین ناممکن ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ نصاب مقاصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ یا آلہ ہے۔ہمیں کو نصاب میں ایسے عنوانات ،موضوعات اور سرگرمیوں کو شامل کرنا چاہئے جن کے تحت ہم تعلیمی مقاصد حاصل کرسکیں۔تعلیمی مقاصد کا تعلق فلسفہ سے ہوتا ہے۔ ہر ملک کے سکولوں میں ایسا نصاب مروج ہوتا ہے جو ان کے فلسفہ حیات اور نظریہ تعلیم کی ترجمانی کرتا ہے۔ہمارا نصاب تعلیم اسلامی قدروں کا حامل ہونا چاہئے جس سے فرد میں دینی و دنیاوی دونوں طرح بہتری حاصل ہو جو فرد کو مادی اور روحانی آسودگی عطا کرے۔

نفسیاتی بنیاد۔ دور جدید میں نفسیات کے بغیر نصاب سازی ناممکن ہے۔قدیم زمانے میں نصاب میں نفسیات پر بالکل توجہ نہیں دی جاتی تھی۔لیکن آج تعلیم اور نصاب تعلیم میں بچے کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔پوری تعلیم کا تانا بانا اس کے گرد گھومتا ہے کوئی نصاب اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس میں بچے کے نفسیاتی تقاضوں اور خواہشات کو ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے۔نصاب سازی میں بچہ کی بالیدگی اور اس کے مختلف ادوار کی خصوصیات کا جاننا ضروری ہے۔ نصاب کا بنیادی مقصد ہی یہی ہے کہ تمام تعلیمی مقاصد کی تکمیل میں مدد دی جائے اور تعلیمی مقاصد میں بچوں کی شخصیت وانفرادیت کی تعمیر کو بنیادی مقام دیا جائے ایسی صورت میں نفسیات کو نظرانداز کردینا گویا بچہ کی شخصیت اور انفرادیت کو بالائے طاق رکھ کر تشکیل دیا جائے گا تو ایسی نصاب سازی بچے کی شخصیت کو مسخ کرنے کے مترادف ہوگی کیونکہ نفسیات انسان کے کردار ،اس کے تقاضے،اس کی بالیدگی کے مختلف ادوار کی خصوصیات اور حیاتیاتی وجذباتی اور معاشرتی نشوونما پر روشنی ڈالتی ہے۔

اچھے نصاب کی خصوصیات۔ بچوں کی معاشرتی ضرورتیں ان کے سماج پسند فطرت کی وجہ سے وجود میں آتی ہیں وہ ہم جولیوں کے ساتھ کھیلنا ،کام کرنا ،الجھنا ،اور بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔نصاب میں ایسی سرگرمیاں موجود ہونی چاہیے جو ان کو دوسروں سے اشتراک وتعاون کرنے کا جذبہ پیدا کرسکیں۔اتنا ہی نہیں بلکہ بچوں میں فرمانبرداری ،ذمہ داری اور حب الوطنی کے اوصاف پیدا ہوسکیں۔ انفرادیت کی بھرپور نشوونما کا یہ بھی تقاضا ہے کہ تمام طلبہ کو ایک ہی لاٹھی سے نہ ہانکا جائے بلکہ ان کے انفرادی اختلافات کا بھی لحاظ رکھا جائے۔تحقیقی مطالعوں سے ثابت ہے کہ پہلی جماعت میں داخل ہونے چھ سالہ بچوں کے کسی غیر منتخب بروہ میں ذہنی نشوونما کے لحاظ سے چار سال تک کا فرق ہوتا ہے اگر ان تمام بچوں کو ایک ہی رفتار پر تعلیم دی جائے گی تو چھ سال بعد ان کی ذہنی نشوونما میں آٹھ سال کا فرق ہوجائے گا۔جس کی وجہ یہ ہے کہ کم استعداد کے بچے عام رفتار کے بچوں کا ساتھ نہیں دے سکتے اور اس طرح وہ ہر سال پیچھے رہ جاتے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک نے طلبہ کی انفرادی صلاحیتیں اور ان کے اختلافات معلوم کرنے اور پھر ان کی مدد وستگیری کرنے کے سلسلہ میں بڑا کام کیا ہے اور کررہے ہیں وہ ہر طالب علم کا ریکارڈ تیار کرتے ہیں جس کی روشنی میں طلبہ کی جسمانی ،ذہنی جذباتی اور معاشرتی نشوونما کے لیے طرح طرح کی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔مقام افسوس ہے کہ پاکستان میں ابھی تک اس سمت میں قابل ذکر قدم نہیں اُٹھایا گیا۔حقیقت یہ ہے کہ تعلیم وتربیت کی کامیاب کے لیے اس طرف فوری توجہ کی اشد ضرورت ہے۔

نصاب تعلیم اور معاشرتی تقاضے۔

نصاب تعلیم ہر دور کے تقاضوں کا حامل ہوتا ہے اور مستقبل کی تعمیر کی نشاندہی کرتا ہے لہٰذا نصاب کی تدوین میں نئے رجحانات اور جدید تقاضوں کو پیش نظر رکھنا ہوگا تا کہ معاشرہ فعال اور متحرک رہے اس میں جمود پیدا نہ ہوئے تعلیمی پالیسی میں ٹیکنیکل اور زرعی تعلیم پر بہت زور دیا جاتا ہے تعلیم کے ذریعے ایگروٹیکنیکل معاشرہ قائم کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔ صنعت وحرفت کی ترقی اگرچہ انسان کی بنیادی اقدار پر اثر انداز نہیں ہوتی لیکن اس کی انفرادی زندگی کا ڈھنگ ضرور بدل دیتی ہے پھر یہی انفرادی زندگی معاشرتی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے ہمارے معاشرے میں اس وقت یہی ہورہا ہے صنعتی ترقی کی وجہ سے لوگ دیہاتوں سے شہروں کی طرف نقل مکانی کررہے ہیں اس لئے یہاں روزگار کے وسائل دیہات کی نسبت زیادہ ہیں یہ بہت بڑا معاشرتی انقلاب ہے ثقافتی لحاظ سے ہمیں اس تغیر کا معاشرتی واقتصادی اور تعلیمی نقطہ نگاہ سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے اور نصاب کو اس طرح ترتیب دیا جائے کہ وہ نئے عمرانی تقاضوں کو پورا کرسکے۔

طبقاتی تصورات اور تعلیمی اہمیت۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے ہاں طبقاتی تصور شدت سے موجود ہے غریبوں سے اونچے ہونے اور الگ ہونے کا احساس دلوں کے اندر جما ہوا ہے اس احساس کی وجہ سے تعلیم بھی کئی طبقوں میں بٹی ہوئی ہے اور کئی سکول کی اقسام نظر آتی ہیں جن میں پبلک سکول یورپئین سکول ،کیمبری ہینسو سکول ،ماڈل سکول اور پائلٹ سکول جیسے سکول اعلیٰ طبقے کے بچوں کے لئے ہیں۔ان میں پڑھایا جانے والا نصاب درآمد کیا جاتا ہے اس نصاب میں ہماری قومی ملی اور معاشرتی اقدار کا کوئی عمل دخل نہیں ہمیں خالص نقطہ نگاہ سے ان سکولوں کے نصاب کا جائزہ لینا چاہیئے۔اور اسے قومی امنگوں اور ملی اختیارات کے مطابق ڈھالنا چاہیئے۔اس کی ضرورت اس لئے محسوس ہوتی ہے کہ ہمارا ایک قومی رنگ ہے جسے ہمیں پہلے اس رنگ میں رنگنا چاہئے اس کے بعد قومی مقاصد ضروریات اور احتیاجات کی باری آتی ہے لیکن انفرادی قومی ضروریات کے باوصف چند ایک معاشرتی فعالتیں ایسی ہیں جو نصاب کی بنیاد قرار دی گئی ہیں معاشرہ خواہ مشرقی ہو یا

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس ،پروپوزل ،پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس ایم فل پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختلافی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

03345504551 Download Free Assignments from SolvedAssignmentsAIOU.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

مغربی۔افراد کے لئے ان معاشرتی فعالتوں میں مہارت حاصل کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

شعور اور آگہی۔ آج کل تعلیمی مسائل پر باشعور اور با مقصد غور وفکر ان مسائل کو سماجی پس منظر میں رکھے بغیر ممکن نہیں۔ہم اس ذمہ داری سے بری نہیں ہوسکتے کہ ہمارے معاشرے کو کس سمت میں ترقی کرنا چاہیے۔مارگریٹ میڈ جیسی مصنفہ بار بار اس بات پر زور دیتی ہے کہ ماہرین تعلیم اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتے جب تک کہ وہ بدلتی ہوئی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اپنے طریقوں کو ان کے مطابق ڈھالنے اور سوچنے کے قابل نہیں ہوں گے۔معاشرہ کبھی جامد نہیں رہتا وہ ہمیشہ متحرک اور فعال رہتا ہے۔تعلیم کا یقیناً ایک فرض یہ بھی ہے کہ لوگوں کو معاشرے کا فعال رکن بننے کے لیے تیار کرے۔

سوال نمبر 17۔ 1992ء اور موجودہ تعلیمی پالیسی کی سابقہ تعلیمی پالیسیوں سے فرق کی وضاحت کریں۔پالیسی پر عمل درآمد ہونے کی وجوہات واضح کریں۔

جواب۔

نصابی ارتقاء کا ساتواں دور 2002 - 1992)

تعلیم ایک متحرک عمل ہے جس کی وجہ سے نصاب بھی متحرک رہتا ہے۔1992ء میں انتخاب کے نتیجے میں نواز شریف نے ملک کے وزیراعظم کا عہدہ سنبھالا ۔20 دسمبر 1992ء میں وزیر تعلیم سید فخر امام نے نئی قومی تعلیمی پالیسی کا اعلان کیا۔اس تعلیمی پالیسی میں بعض بہت ہی انقلابی باتیں شامل کی گئیں۔تعلیم کی تمام سطح پر نصاب میں تبدیلیاں کی گئیں۔ابتدائی تعلیمی نصاب میں انگریزی کی تعلیم کو لازمی قرار دیا گیا تا کہ عوام کے غریب طبقے میں احساس محرومی نہ پیدا ہو کہ انکے بچے انگریزی کی تعلیم حاصل نہیں کرسکتے۔ہمارے ملک کی ایک بہت بڑی تعداد صرف پرائمری تک تعلیم حاصل کر کے اپنے زرعی ومعاشی کاموں میں مصروف ہوجاتی ہے۔اس لیے وہ مزید تعلیم حاصل نہیں کر پاتی۔ابتدائی جماعتوں کے لیے مربوط نصاب تجویز کیا گیا اور اس کے لیے مربوط نصابی درسی کتب تجویز کی گئیں۔ایک کتاب اسلامیات، معاشرتی علوم اور دیگر مضمون کی حامل ہوگی اور دوسری کتاب ریاضی کی ہوگی۔

ثانوی اور اعلی تعلیمی سطح پر نصاب میں جدید تقاضوں کے مطابق مضامین شامل کیے گئے۔خصوصاً سائنس اور ٹیکنالوجی کے مضامین کو جگہ دی گئی۔کمپیوٹر کی تعلیم کو ثانوی تعلیم رائج کردی گئی ہے۔نصاب میں ریاضی کا مضمون آرٹس دونوں گروپوں کے لیے لازمی قرار دیا ہے۔حالانکہ یہ انقلابی باتیں زیادہ مفید نہیں ہیں۔ یہ غیر نفسیاتی بات ہے۔ریاضی کا مضمون کہیں بھی اعلی ثانوی تعلیم نصاب میں لازمی نہیں رکھا گیا۔اس کو اختیاری ہونا چاہیے۔طلبہ کے میلان طبع کا خیال نہیں رکھا گیا اسی طرح سے ابتدائی جماعت سے انگلش کا پڑھانا غیر منطقی اور غیر نفسیاتی ہے۔مغربی افکار کے دلدادہ ارباب تعلیم کا فیصلہ ہے۔اس کو عوامی حمایت حاصل نہیں ہوسکتی۔

1992ء کے نصاب میں فنی و دیگر ٹیکنیکل مضامین و سرگرمیاں شامل کی گئیں لیکن ان کی تدریس کا خاطر خواہ انتظام نہیں کیا گیا۔اکثر سکولوں میں فنی اور ٹیکنیکل تعلیم کے سازوسامان کی کمی رہتی ہے۔ بلکہ بعض سکولوں میں کوئی انتظام نہیں ہے۔ابتدائی اور ثانوی تعلیمی نصاب میں اسلامیات کی تعلیم کے ساتھ قرآن پاک کی بھی تعلیم شامل کی گئی ہے۔عربی کی تعلیم کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔لیکن تعلیم کے مقاصد میں اسلامی روح کی کمی محسوس ہوتی ہے۔1978ء کی تعلیمی پالیسی میں جس طرح تعلیم کے مقاصد کو اسلام سے وابستہ کیا گیا ہے وہ سنجیدگی ہمیں 1992 کی تعلیمی پالیسی میں نہیں ملتی۔اس تعلیمی پالیسی کے اسلامی مقاصد غیر واضح اور بہت ہی مبہم ہیں۔ 1992ء کی تعلیمی پالیسی میں ذریعہ تعلیم میں بھی انوکھی بات کی ہے۔مثلاً صوبوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے تعلیمی اداروں میں قومی زبان،صوبائی زبان یا انگلش میں سے کسی کو بھی اپنی پسند کے مطابق ذریعہ تعلیم بنا سکتے ہیں۔اس بات سے قومی زبان پر ضرب لگائی گئی۔ اس نئی تعلیمی پالیسی نے نصاب کے سلسلے میں یہ بھی انوکھی بات کی کہ ہر تعلیمی ادارہ اپنی پسند کا تعلیمی نصاب مرتب کرے گا۔اس طرح ملک کے تعلیمی معیار میں یکسانیت باقی نہیں رہے گی۔اور نہ ملکی وحدت اور ملکی ثقافت میں یکسانیت اور مشترکہ قدریں ملیں گی۔ ہر نصاب کے مطابق امتحان بھی الگ الگ ہوگا اور اس عمل سے نظام تعلیم میں ابتری اور الجھنیں پیدا ہوں گی۔دنیا میں تمام تعلیمی اداروں کا نصاب یکساں اور مشترکہ ہوتا ہے تا کہ قومی وحدت قائم رہے لہذا 1992ء کی تعلیمی پالیسی کا مجموعی تاثر بہتر نہیں۔وہ اسلامی اقدار کی بھرپور ترجمانی سے قاصر ہے۔ایسا نصاب جس سے قومی ثقافت ،قومی زبان اور قومی تقاضوں کو تسکین نہیں ملتی۔وہ کسی طرح ملک و قوم کو خود کفیل بنانے میں موثر کردار ادا کرسکتا ہے۔

1992 کی تعلیمی پالیسی،موجودہ اور سابقہ پالیسیوں کا تقابلی جائزہ۔

کی تعلیمی پالیسی اور سابقہ پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے درج ذیل محرکات سامنے آئے ہیں۔

ا۔ کی تعلیمی پالیسی چونکہ نسل درنسل پرانی روایات کا خاصہ رہی ہیں اس لیے جدید پالیسویں میں تبدیلی ناگزیر تھی۔

۲۔ سابقہ پالیسیاں زیادہ تر بنتی بگڑتی حکومتوں کی وجہ سے تعطل کا شکار رہی 1992ء کی پالیسی کے محرکات چند اور مخصوص علاقوں تک تعلیمی اصلاحات کا پیش خیمہ تھی جس پر کافی اعتراضات لگے تاہم موجودہ پالیسیوں میں ایسی کوئی وجہ نظر نہیں آئی نئی پالیسی اس حوالے سے زیادہ سودمند ثابت ہوئی۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام ڈی کام بی اے بی کام ،بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی ایم فل پی ایچ ڈی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

۳۔ 1992ء اور بعدازاں اوراس سے قبل کی تعلیمی پالیسیوں میں ٹیکنیکل اور فنی تعلیم کے اجراء کے حوالے سے کافی کمزور وسائل کی فراہمی شامل کی گئی جس سے تعلیمی اداروں کے تحفظات تھے نئی تعلیمی پالیسی میں ایسے فنی تعلیمی اور ٹیچر ایجوکیشن کے محرکات پر زور دیا گیا۔

۴۔ صوبوں کو اختیار دینے کے بجائے تعلیمی معاملات اور تخمنہ کے بارے میں وفاق کو اعتماد دیا گیا جس سے اختیار ایک ہاتھ میں چلا گیا۔

۵۔ 1992ء سے قبل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں قوانین اور اسے تعلیمی اداروں میں رائج کرنے کا نظام سست روی کا شکار تھا نئی تعلیمی پالیسی میں واضح طور پر تعلیمی اصلاحات میں اسلامیات اور تعلیمی نظام کو اسلامی اور شرعی اصولوں پر استوار کرنے اور نصاب میں تعلیمی مواد کی اشاعت پر زور دیا گیا۔

سوال نمبر 18۔ تمام پالیسیوں کا جائزہ لینے کے بعد تعلیمی نظام کو بہتر بنانے کے لیے سفارشات مرتب کریں۔

جواب۔

۲۔کمیشن برائے قومی تعلیم 59-1958ء: دسمبر 1958ء میں حکومت پاکستان نے ایک قرار داد کے ذریعے ایک کمیشن برائے قومی تعلیم جناب ایس ایم شریف، سیکرٹری محکمہ تعلیم حکومت مغربی پاکستان کی سرکردگی میں مقرر کیا اور اس کو نظام تعلیم کا تجزیہ کرنے اور اس کو قوم کی امنگوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اس کی تنظیم نو اور صحیح سمت متعین کرنے کے سلسلے میں سفارشات مرتب کرنے کی ذمہ داری سونپی۔ کمیشن نے ایک جامع رپورٹ حکومت کو اگست ستمبر 1959ء میں پیش کی۔ یہ رپورٹ ہمارے ملک کے تعلیمی ادب میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے اور تعلیم کے ہر طالب علم کو اس کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے۔

۳۔نئی تعلیمی پالیسی 1970ء:1969 میں حکومت پاکستان نے تعلیم اور افرادی قوت پر ایک قومی کمیشن جناب جی احمد صاحب کی صدارت میں قائم کیا۔ کمیشن نے تمام پہلوؤں کا بغور جائزہ لینے کے بعد جولائی 1969ء میں اپنی تجاویز برائے نئی تعلیمی پالیسی عوام کی رائے معلوم کرنے کی غرض سے مشتہر کیں۔ ماہرین تعلیم اور تعلیم سے دلچسپی رکھنے والے اشخاص کے تاثرات کی روشنی میں نئی تعلیمی پالیسی کو آخری شکل دی گئی۔ پہلی جنوری 1970ء کو ان تجاویز پر کابینہ نے غور کیا اور مزید تفصیلی غور و خوض کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی۔ کابینہ نے اس کمیٹی کی رپورٹ پر مارچ 13 اور 26 کو مزید غور کیا اور نئی تعلیمی پالیسی کی منظوری دے دی۔

۴۔تعلیمی پالیسی 80-1972ء: نئی تعلیمی پر عمل درآمد میں 71-1970ء میں پیش آنے والے واقعات جن میں عام انتخاب 1970ء اور اس سے پیدا ہونے والی سیاسی پیچیدگیاں اور 71-1970ء کی جنگ حائل ہوئے۔ سیاسی اور فوجی اقدامات کے نتیجہ میں سقوط مشرقی پاکستان کے بعد ملکی حالات میں انقلابی تبدیلیاں واقع ہوئیں اور ایک نئی حکمت برسر اقتدار آئی۔ اس حکومت نے 1972ء میں ایک آٹھ سالہ تعلیمی پالیسی مرتب کی جس کی منظوری کابینہ نے دی۔

۵۔قومی تعلیمی پالیسی 1979ء: مارشل لاء کے چیف منتظم نے نئی حکمت کے قیام کے فوراً بعد ممتاز ماہر تعلیم علماء، وکلاء، اساتذہ، صحافی اور طلباء پر مشتمل ایک قومی تعلیمی کانفرنس اکتوبر 1977ء میں منعقد کی اور ملک کے تعلیمی ڈھانچے کی تشکیل نو کے لئے سفارشات مرتب کرنے کی دعوت دی۔ اس کانفرنس کی سفارشات اور ان پر وفاقی وزارتوں اور صوبائی حکومتوں کی آراء کی روشنی میں وزیر تعلیم نے اکتوبر 1978ء میں قومی تعلیمی پالیسی کے اہم نکات کا اعلان کیا۔ اس اعلانیہ پر عوام کے تاثرات اور وسائل کی روشنی میں وزارت تعلیمنے عمل درآمد کی حکمت عملی تیار کی جس پر کابینہ نے دسمبر 1978ء میں غور کیا اور اس کے تمام پہلوؤں پر تفصیلی غور و خوض کے لئے ایک مستقل مجلس قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔

قومی تعلیمی پالیسی 1979ء کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں پلی دفعہ نظریہ سلام کو تعلیمی مقاصد میں بنیادی مقام دیا گیا ہے۔ سابقہ پالیسیوں اور دیگر تعلیم دستاویزات میں اس طرح کھل کر واضھ انداز میں اور جامع پروگرام کے تحت تلعیم کے بنیادی مقاصد مین نظریہ اسلام کو ے فروغ کو شامل نہیں کیا گیا تھا مثلاً کمیشن برائے قومی تعلیم نے اس حقیقت کا عتراف کرنے کے باوجود کہ ہمارا ملک اسلامی طرز زندگی کی بقاء کے جذبے کی وجہ سے قائم ہوا نظریہ اسلام کو تعلیم کے مقاڈ کی بنیاد قرار نہیں دیا بلکہ اسلام کے ان اصولوں کو جن کو بین الاقوامی برادری قبول کرتی ہے مثلاً سچائی، انصاف، فراخ دلی وغیرہ مرکزیت دی جبکہ ہمارے قومی تشخص کی بقاء کے لیے مکمل طور پر اسلام کے دینی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی اصلوں کو تعلیم کی بنیاد قرار دینے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کرنا چاہیے تھا۔ اس طرح نئی تعلیمی پالیسی 1970ء میں سماجی انصاف، مساوات اور جمہوری طرز زندگی جیسی اقدار کو اسلام کی بنیاد قرار دے کر ان کو تعلیمی مقاصد کہ حصہ بنایا گیا۔

بنیادی تعلیم کو عام کرنا۔ قومی تعلیمی پالیسی 1979ء میں بنیادی تعلیم کو عام کرنے کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور اس پر جامع پروگرام وضعو کئے گئے ہیں۔ بنیادی تعلیم کا ایک جامع نظریہ پیش یا گیا ہے اور اہم قومی مسئلے کے حل کے لیہر زاویئے سے غوور کیا گیا ہے۔ اول تو پرائمری تعلیم عالمگیر کرنے کے غرض سے ان علاقائی مادی اور افرادی وسائل اور روایتی اداروں کو دیہی علاقوں میں استعمال کرنے کی تجویز پیش کی گئی جن کو اب تک نظر انداز کیا گیا ہے۔ اس طرح مساجد اور علاقوں میں خواتین کو پرائمری تعلیم کے فروغ کے لیے استعمال کرنے کی بھی تجویز تمام معنوں میں نئی نافذ کی گئی ہے۔ سابقہ پالیسیوں میں میں بھی سرمائے کی قلت کے پیش نظر علاقے کو لوگوں کی طرس فے مفت زمین اور حکومت کی طرف سے مہیا کردہ وسائل میں برابری کی بنیاد پر علاقے کو ے لوگوں کے طرف سے سرمایہ کی فراہمی لڑکوں کے اسکولوں میں خواتین اساتذہ کو بھیجنے کی تجویز تھی تا کہ والدین کو ان اسکلوں میں لڑکویں کو بھیجنے میں اعتراض نہ ہو۔

نظام تعلیم کا مربوط ڈھانچہ ترتیب دینا۔ نظام تعلیم کے ڈھانچے کی ترتیب نو کر کے اس کو چار سطحوں کی بجائے تین سطحوں میں منقسم کرنے کی قومی تعلیمی پالیسی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

1979 کی تجویز بھی بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔اس سے ایک طرف تو پانچ سالہ پرائمری تعلیم کو وسعت دے کر آٹھ سالہ ابتدائی تعلیم میں بدل دیا جائے اور دوسری طرف موجودہ ثانوی تعلیم کو درجہ ششم سے شروع کرنے کے بجائے درجہ نہم سے شروع کیا جائے گا۔ان اقدامات سے تعلیمی معیار بلند کرنے میں بھی مدد ملے گی اور ابتدائی تعلیم کو موثر بھی بنایا جاسکے گا۔اس کے ساتھ ساتھ ڈگری کی تعلیم کا دورانی دوسال سے بڑھا کر چار سال کرنے سے ہماری ڈگری کا دورانیہ ترقی یافتہ ممالک کی ڈگریوں کے مساوی ہوجائے گا۔یہ تجویز نئی نہ ہونے کے باوجود مربوط ضرور ہے۔

قومی تعلیمی پالیسی 1998-2010ء:۔ 1997ء میں نواز شریف کی حکومت نے اقتدار سنبھالنے پر وزارت تعلیم کو نئی تعلیمی پالیسی مرتب کرنے کی ہدایات دیں تاکہ تعلیم کے نئے رجحانات اور تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قوم کو معاشی ومعاشرتی ترقی کیلئے عالمی سطح کے برابر لایا جاسکے وزارت تعلیم نے پالیسی مرتب کرنے کے سلسلہ میں عوام سے تجاویز طلب کیں تاکہ عوام کی خواہشات اور ماہرانہ منطقی تجاویز و خیالات کی روشنی میں ایک جامع پالیسی تشکیل دی جاسکے۔ اس سلسلے میں وزارت تعلیم کو 4025 تجاویز موصول ہوئیں۔جن کی روشنی میں پالیسی مرتب کرنے کے بعد قومی تعلیم کمیشن میں منظوری کے لئے پیش کی گئی۔ جس کا اجلاس 2 فروری 1998ء میں ہوا۔اس اجلاس میں اس نئی پالیسی کے نمایاں خدوخال کا اعلان کرتے ہوئے مزید تجاویز طلب کی گئیں اور بالآخر 18 مارچ 1998ء میں اس پالیسی کو آخری شکل دے دی گئی جس کے نمایاں خدوخال مندرجہ ذیل ہیں۔

پالیسی کے اہم مقاصد:

1- قرآنی تعلیم اور اسلامی نظریات کو نصاب کے ساتھ مربوط کیا جائے گا تاکہ قرآنی ہدایات وافکار کو تعلیم وتربیت کے ذریعے مسلمانوں تک پہنچایا جاسکے۔

2- عالمگیر پرائمری ایجوکیشن کا ہدف حاصل کرنے کے لئے پرائمری تعلیم سے محروم رہ جانے والے یا ادھورا چھوڑ جانے والے لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیم حاصل کرنے کا ایک موقع دیا جائے اور ان کے لئے نسبتاً مختصر کورس کا ہنگامی پروگرام شروع کیا جائے گا جو کہ رسمی وغیر رسمی طریقوں سے پڑھایا جائے گا۔

3- بنیادی تعلیم کے لئے اسکول کی انتظامی کمیٹیوں۔دیہی تعلیم کمیٹیوں اور والدین کی ایسوسی ایشنوں کو فعال بنایا جائے گا لوکل کمیونٹی کی شرکت کو موثر بنایا جائیگا۔

لازمی پرائمری تعلیم کے لئے قانون سازی کی جائے گیا وراس پر موثر انداز میں عمل درآمد کیا جائے گا۔

5- متن اور تدریسی مواد کو تعلیم کی بنیادی ضرورتوں کے مطابق تشکیل دیا جائے گا۔

6- سیکنڈری ایجوکیشن حاصل کرنے کے ہر خواہش مند کو داخلہ کا موقع فراہم کیا جائے گا۔

7- متفرق نظام تعلیم کی حوصلہ شکنی زیادہ سے زیادہ اسکول کھول کر کی جائے گی یکساں معیاری تعلیم کا اجراء کیا جائے گا۔

8- شہر اور دیہات میں تعلیمی سہولتوں میں موجود فرق کو کم کیا جائے گا۔

9- نجی تعلیمی اداروں کو اس بات کا پابند کیا جائے گا کہ وہ ایسے نادار اور مستحق طلباء کو داخلہ دیں جو میرٹ پر پورے اتریں۔علاوہ ازیں غریب طلباء کو مفت تعلیم کے مواقع دیئے جائیں گے۔

سفارشات وتجاویز۔

عالمگیر پرائمری ایجوکیشن کا ہدف حاصل کرنے کے لئے پرائمری تعلیم سے محروم رہ جانے والے یا ادھورا چھوڑ جانے والے لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیم حاصل کرنے کا ایک موقع دیا جائے اور ان کے لئے نسبتاً مختصر کورس کا ہنگامی پروگرام شروع کیا جائے گا جو کہ رسمی وغیر رسمی طریقوں سے پڑھایا جائے گا۔

☆ بنیادی تعلیم کے لئے اسکول کی انتظامی کمیٹیوں۔دیہی تعلیم کمیٹیوں اور والدین کی ایسوسی ایشنوں کو فعال بنایا جائے گا لوکل کمیونٹی کی شرکت کو موثر بنایا جائیگا۔

☆ لازمی پرائمری تعلیم کے لئے قانون سازی کی جائے گیا وراس پر موثر انداز میں عمل درآمد کیا جائے گا۔

-☆ متن اور تدریسی مواد کو تعلیم کی بنیادی ضرورتوں کے مطابق تشکیل دیا جائے گا۔

-☆ سیکنڈری ایجوکیشن حاصل کرنے کے ہر خواہش مند کو داخلہ کا موقع فراہم کیا جائے گا۔

-☆ متفرق نظام تعلیم کی حوصلہ شکنی زیادہ سے زیادہ اسکول کھول کر کی جائے گی یکساں معیاری تعلیم کا اجراء کیا جائے گا۔

☆ شہر اور دیہات میں تعلیمی سہولتوں میں موجود فرق کو کم کیا جائے گا۔

☆ نجی تعلیمی اداروں کو اس بات کا پابند کیا جائے گا کہ وہ ایسے نادار اور مستحق طلباء کو داخلہ دیں جو میرٹ پر پورے اتریں۔علاوہ ازیں غریب طلباء کو مفت تعلیم کے مواقع دیئے جائیں گے۔

☆ نظام تعلیم کو نظریہ اسلام سے رہنمائی حاصل کرنا چاہیے اور عالمی برادری، رواداری اور انصاف کے اسلامی اصولوں پر خصوصاً زور دینا چاہئیے۔

☆ پانچ سالہ پرائمری تعلیم مفت اور لازمی ہونی چاہیے اور اس کا دورانیہ آہستہ آہستہ بڑھا کر آٹھ سال کر دینا چاہیے۔

☆ پرائمری اسکولوں میں مخلوط یا بہ صورت دیگر علاقائی ضروریات کے مطابق تعلیم ہونی چاہئیے۔

☆ فنی تعلیم کی تنظیم نو کے لیے ایک جامع منصوبہ بنانا چاہیئے تاکہ اس کو ہماری اقتصادی ضروریات اور عوام کی خصوصی آراء کے مطابق بنایا جاسکے۔

پہلی قومی تعلیمی کانفرنس (نومبر 1947ء) کی طرح دوسری قومی تعلیمی کانفرنس (1951ء) نے بھی اہم سفارشات کیں۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

0334-5504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس۔گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

ا۔ چھ سالہ قومی منصوبہ برائے فروغ تعلیم پاکستان: پہلے دستور کے تحت مرکزی حکومت کو صوبائی حکومتوں کی رہنمائی اور فروغ تعلیم کے لیے منصوبہ بندی کے کاموں میں ربطہ پیدا کرنے میں مدد دینے کے لیے جمعیتیں تشکیل دی گئیں جن میں تعلیمی مشاورتی بورڈ، بین الیونیورسٹی بورڈ اور مجلس برائے فنی تعلیم قابل ذکر ہیں۔ان دستوری جمعیتوں کے تصورات اور منصوبے 1952ء میں مرتب ہونے والے چھ سالہ قومی منصوبہ برائے فروغ تعلیم پاکستان کی بنیاد بنے۔یہ منصوبہ مرکزی حکومت کے شعبہ تعلیم نے صوبائی حکومتوں کے مشورے سے مرتب کیا اور اس میں صورتحال کے جائزے کی بنیاد پر جامع تجاویز پیش کی گئیں۔

سوال نمبر 19۔ راہنمائی اور مشاورت میں کیا فرق ہے؟ نیز رہنمائی کے تصورات کا جائزہ لیں۔

جواب۔

رہنمائی کا مفہوم۔

رہنمائی سے مراد کسی فرد کو اپنے آپ کو سمجھنے کے سلسلے میں مدد فراہم کرنا اور اس کے ماحول میں ایسی تبدیلیاں لانا جو اسے ممکن حد تک ارتقاء کے اہل بنائیں۔تعلیم میں رہنمائی ایک ایسا پیچیدہ عمل ہے جو رہنمائی کے قابل طالب علم کی جملہ ضروریات کا احاطہ کرتا ہے۔یہ ایک متحرکت اور مسلسل عمل ہے۔نشو و نما با معنی تجربات میں فعال شمولیت سے واقع ہوتی ہے۔لہٰذا ماہر رہنمائی اس بات کا اطمینان کرتا ہے کہ بچے اور اس کے ماحول میں رونما ہونے والی تبدیلیاں خود اس کے عمل کا نتیجہ ہوں۔اگر رہنمائی کو وسیع تر معنوں میں لیا جائے تو خالق حقیقی نے اپنے کلام پاک کے ذریعے تمام بنی نوع انسان کی رہنمائی فرمائی ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے اور وقتاً فوقتاً پیغمبروں کو اسی مقصد کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔

رہنمائی کے وظائف۔

رہنمائی کے وظائف کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

ا۔ تطابقتی وظیفہ۔

۲۔ تقسیمی وظیفہ

۳۔ تطبیقی وظیفہ۔

ا۔تطابقتی وظیفہ۔

ایسے طلبہ جنہوں نے مناسب تعلیمی پروگرام کا انتخاب کرلیا ہوتا ہے، بھی مدد یا علاج کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔اگر استاد ایسے طلبہ کو مدد فراہم کرنے کی ٹھان لے تو اس سے باقی طلبہ کے وقت کا ضیاع ہوتا ہے۔اس لیے مشیر ایسے طلبہ کو مدد فراہم کر کے ان کی مشکلات کو دور کرتا ہے اور معلم اپنے تدریسی کام کو بہتر طور پر کرسکتا ہے۔سکول کے مشیر کی یہ تطابقتی خدمات تمام طلباء کے لیے نہیں بلکہ ضرورت کے وقت انہیں مدد ملنی چاہیے۔معلم کو چاہیے کہ ایسے طلبہ جن کی مدد کی ضرورت ہو انہیں مشر سے رابطہ قائم کرنے کے لیے کہے۔مشیر مرحلے میں تشخیصی اور معالجاتی خدمت مہیا کر کے بچوں کے غیر معمولی مسائل مثلاً ناکامی، ناخوشی دوستوں کی کمی اور معاشرتی زندگی میں تسکین فراہم کرنے میں مدد دیتا ہے۔

تقسیمی وظیفہ۔

سکول اپنے وقت کا قریباً نصف رہنمائی کے تقسیمی کام پر صرف کرات ہے اور طلبہ کو پروگراموں کے انتخاب اور تعلیمی پیشوں کا منصوبہ بنانے میں مدد دیتا ہے۔اس لحاظسے رہنمائی کا بنیادی کام طلبہ کو ایسی مدد دینا ہے کہ وہ اپنی توانائیوں کو بہت سے تعلیمی راستوں پر صحیح طور تقسیم کر سکے اور بچے کے کردار اور ضروریات کے پیش نظر موزوں کورسوں اور سرگرمیوں کی تلاش اور انتخاب میں مدد دی جائے۔مشیر طلبہ کی انفرادی ضروریات کا پتہ لگاتا ہے اور ان ضروریات کا علم طلبہ اور ان اساتذہ کو مہیا کرتا ہے جو سکول پروگرام کی تشکیل کر رہے ہوتے ہیں۔

تطبیقی وظیفہ۔ معاشرے کی جانب سے سکول پر عائد شدہ ذمہ داریاں پوری کرنے کی غرض سے سکول کو سرگرمیاں طلبہ کی اصل ضرورتوں کے مطابق ڈھالنی چاہیے۔نصّب سازی میں مشیروں کا کردار اس لحاظ سے خاصا اہم ہے کیونکہ وہ طلبہ کے ساتھ کام کرتے ہوئے ان کی ضروریات کا زیادہ علم رکھتے ہیں اس لئے انہیں طلبہ کے متعقل معلموات اکھٹا کر کے نصاب سازوں کو بھیجنی چاہیے۔

سکول کی سطح پر رہنمائی کے قیام میں مشکلات۔

سکول کی سطح پر ہر رہنمائی ایک نازک اور محنت طلب امر ہے ہنمائی دراصل فرد کو اس کے مسائل سمجھنے اور ان پر قابو پانے کا اہل بناتی ہے۔رہنمائی نہ ہونے کے نتیجے میں فرد راستے سے ہٹ سکتا ہے۔غلط فیصلے کرسکتا ہے۔اور عدم مطابقت کا شکار ہوسکتا ہے۔تعلم میں رہنمائی دراصل بذاتِ خود ایک تعلیم ہے جو اپنے آپ کو سمجھنے اور مسائل پر قابو پانے کا اہل بناتی ہے۔رہنمائی میں مشاورت بھی شامل ہے۔یہ دو افراد کے درمیان براہ راست اور لگا تار گفتگو کا ایک سلسلہ ہے۔مشاورت ہر وقت اور ہر قسم کے آدمی کو فائدہ پہنچا سکتی ہے۔رہنمائی دراصل مسائل میں گھرے ہوئے اور تعلیمی طور پر پس ماندہ لوگوں کی مدد کرنا ہے۔رہنمائی کی ضرورت کا اندازہ مندرجہ ذیل نکات سے لگایا جا سکتا ہے۔

اہم مسائل

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے، اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

سکول کی سطح پر طالب علم کے لیے بنیادی مشکلا میں سے نفس مضمون کا باور کرانا اور اس پر اپنے وسائل لگانا ہے۔

1۔ **ذہنی اور جسمانی مقاصد:** ذہنی اور جسمانی تندرستی کا نہ ہونا بچے کے لیے مسائل پیدا کرتا ہے۔سکولوں میں پڑھنے والے طلباء مختلف نفسیاتی وجسمانی خوبیوں کے مالک ہوتے ہیں۔رہنمائی دراصل ان کی خامیوں کو دور کر کے ان کی خوبیوں کو کام میں لانے کا نام ہے۔اگر بچے کی صیح رہنمائی کی جائے تو اس کی جسمانی و ذہنی نشو ونما بہتر طور پر کی جاسکتی ہے۔

2۔ **پیشہ وارانہ ضروریات کے لیے:** اساتذہ پیشہ ورانہ ضرورتیا کا خیال نہیں رکھتے اور طلبہ کے مستقبل کے بارے میں فکر مند نہیں ہوتے رہنمائی دراصل فرد کی پیشہ وارانہ صلاحیتوں اور رجحانات کے معلوم کرنے میں مدد دیتی ہے۔اس کی بدولت فرد کو بتایا جاتا ہے کہ وہ اپنی کن صلاحیتوں اور رجحانات کے لحاظ سے کس پیشے کے لیے موزوں ہے۔

3۔ **تفریحی ضروریات کے لیے:** طلبہ کے تفریح سہولیات کا خیال نہیں رکھا جاتا جس کی وجہ سے طلبہ اکتا جاتے ہیں۔تفریحی مشاغل میں شرکت ایک تعمیری عمل ہے۔بچوں کے لیے اس چیز کی نشاندہی ضروری ہے کہ کونسے کھیل ان کی شخصیت پر صحت مندانہ اثرات ڈال سکتے ہیں۔بچوں کو یہ بتایا جاتا ہے کہ اس کے لیے کونسے کھیل زیادہ موزوں ہیں

4۔ **سماجی ضروریات کے لیے:** طلبا کو سماجی ضروریات سے روشناس نہیں کروایا جاتا جو کہ سب سے بڑا مسئلہ اور سکول کی سطح کا بنیادی وجہ ہے۔اگر طلبا کی صیح رہنمائی کی جائے تو فرد معاشرے کا کارآمد شہری بن جاتا ہے۔صحت مند افراد صحت مند معاشرے کو جنم دیتے ہیں۔لہذا ایسی رہنمائی فراہم کی جائے جو اچھے محنتی، صحتمند اور جفاکش افراد پیدا کر سکے۔

5۔ **تعلیمی ضروریات کے لیے:** بچے میں آموزش کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کر کے تعلیمی عمل کو بہتر کیا جا سکتا ہے۔اس کے نتیجے میں تعلیمی ناکامی کے امکانات کم ہوتے ہیں۔اگر بچے کی تعلیمی رہنمائی نہیں کی جائے گی تو شاید وہ اپنی تعلیمی استعداد کو آگے نہ بڑھا سکے۔

رہنمائی کے طریقے: ایک منظّم رہنمائی کا طریقہ اپنانا چاہیے تاکہ طلبہ میں عدم توجہ کا عنصر ختم ہو سکے۔مربوط اور مکمل رہنمائی کے لیے ضروری ہے کہ جس شخص کی رہنمائی کی جائے اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کی جائیں۔یہ تین طرح سے حاصل کی جاتی ہیں۔

سوال نمبر 20۔ تعلیمی پیمائش، جائزہ اور آزمائش میں کیا فرق ہے؟ نیز معروضی آزمائشوں کی اقسام تفصیل سے بیان کریں۔

جواب۔

آزمائش:

آزمائش طلباء کے تحصیل علم کے درجے کو پرکھنے کے لیے ایک آلہ استعمال ہوتا ہے۔اگر کسی مضمون میں کسی طالب علم کے تحصیل علم کے درجہ کو معلوم کرنا ہو تو عام طور پر اساتذہ ایک پرچہ تیار کرتے ہیں جو چند سوالات پر مشتمل ہوتا ہے۔اس پرچہ کو ٹیسٹ کہتے ہیں سائنس کا مضمون میں طلبہ کے عملی امتحانات ہوتے ہیں ان میں بھی جو سولات کئے جائیں اور جن تجربات کو کرنے کے لیے کہا جائے ان سوالات یا تجربات کو آزمائش کہا جاتا ہے۔یہ آزمائشیں بچے کی قابلیت اور اہلیت کو جانچنے کے لیے بنیادی آلہ کار کے طور پر استعمال ہوتی ہیں ہمارے ہاں روایتی طریقہ امتحانات میں سوالات پر مشتمل وہ پرچے جو کمرہ امتحانات میں بچوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں آزمائش کہلاتے ہیں۔جدید طریقہ امتحانات میں وہ پرچے معروضی سولات ہو سکتے ہیں۔

تعلیمی پیمائش اور تعلیمی جائزہ:

تعلیمی جائزہ کا مفہوم بہت سے اساتذہ پر واضح نہیں اور وہ اسے تعلیمی پیمائش کے مترادف ہی سمجھتے ہیں۔ڈکشنری آف ایجوکیشن کے مطابق اس عمل کا نام ہے جس میں پیمائش کے معیاری پیمانے استعمال کر کے کسی چیز کی مقدار یا قدر و قیمت کو معلوم کیا جاتا ہے۔کارٹر۔وی۔غڈ کے مطابق تعلیمی جائزہ عمل ہے جس میں عام طور پر ایک استاد مختلف ذرائع سے حاصل شدہ معلومات کا استعمال کر کے اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش کرتا ہے کہ طالب علم کے رویے میں کس حد تک تبدیلی واقع ہوئی ہے۔تھارن ڈائیگ اور ہیگن کے مطابق جائزہ کا عمل تعلیمی پیمائش کے عمل سے بہت مماثلت رکھتا ہے۔لیکن بعض حیثیتوں سے جائزہ کا عمل زیادہ جامع ہے۔طالب علم کے تحصیل علم کا جائزہ لینے کے لیے رسمی ذرائع کے علاوہ غیر رسمی ذرائع بھی استعمال میں لائے جاتے ہیں۔اس کے ذریعے یہ بتانے کی کوشش کی جاتی ہے۔کہ یہ طالب علم تعلیمی اعتبار سے اچھا ہے یا بُرا۔تعلیمی پیمائش کا یہ عمل اور اس میں استعمال ہونے والے ذرائع جتنے زیادہ صحیح ہوں گے اس عمل کے نتائج کی صحت اتنی ہی زیادہ قابل اعتماد ہوگی۔نیکسن کے مطابق تعلیمی جائزہ کا عمل بہت جامع ہے۔اس میں تعلیمی پیمائش کے جملہ آلات یعنی تعلیمی آزمائشیں شامل ہوتے ہیں۔علاوہ ازیں تجربہ گاہوں میں طلباء کی کارکردگی کی رپوٹیں سیر و تفریح میں طلباء کے رویہ پر رپورٹیں تحقیقی مقالات،ٹرم پیپرز اور مجموعی ریکارڈ کا مشاہدہ بھی تعلیمی جائزہ میں شامل ہے۔ان سب سے مل کر تاثر ابھرتا ہے۔اس کی بنیاد پر طلباء کی تحصیل علم کا جائزہ لیا جاتا ہے۔نیکسن کے مطابق تعلیمی پیمائش میں طالب علم کے رویہ کی تبدیلی کے مقداری پہلو کو پرکھا جاتا ہے جبکہ تعلیمی جائزہ کے عمل میں روزانہ کی تبدیلی کے معیاری پہلو کو بڑی احتیاط سے پرکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔جبکہ تعلیمی آزمائش تعلیمی پیمائش میں کام آنے والا صرف ایک آلہ ہے۔تعلیمی آزمائش ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ کون پاس ہوا یا کون فیل ہوا۔تعلیمی آزمائش ہمیں صرف یہ بتاتی ہے کہ فلاں طالب علم کے فلاں مضمون میں کتنے فیصد نمبر ہیں۔پاس تیل کے متعلق بتانا تعلیمی جائزہ کے عمل کا حصہ ہے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، ایم ایڈ، ایم اے، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

آزمائشوں کی اقسام:

فرد کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی پیائش کے لیے مختلف قسم کی آزمائشیں وضع کی گئی ہیں ان میں سے چند معروف قسم کی آزائشیں درجہ ذیل ہیں۔

تعلیمی تحصیل کی آزمائشیں:

اگرچہ تعلیمی تحصیل کو پرکھنے کے لیے مشاہدہ سے بھی کام لیا جاتا ہے۔اور اساتذہ مشاہدہ کے ذریعے یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ مختلف طلباء نے کس حد تک مختلف تعلیمی تصورات کو سمجھ لیا ہے لیکن اس مقصد کے لیے مختلف قسم کی تعلیمی آزمائشیں بھی وضع کی گئی ہیں۔ تعلیمی تحصیل کی آزمائشوں کا مقصد عمل تدریش کے نتائج کی پیائش کرنا ہے۔ان میں یہ کوشش کی جاتی ہے۔کہ تعلیم وتربیت سے پیدا ہونے والے استعداد کو پرکھا جائے۔یہ آزمائشیں مختلف درسی مضامین میں طلباء کی قابلیت کو پرکھنے کے لیے وضع کی جاتی ہیں۔عام طور پر ہر مضمون کے لے الگ الگ آزمائشیں بنائی جاتی ہیں۔تعلیمی تحصیل کی آزمائشیں بالعموم دو قسم کی ہیں۔

☆تحریری آزمائشیں:

تحریری آزمائشیں تحصیل علم کو پرکھنے کے لیے بہت زیادہ موزوں ہیں۔کیونکہ طلباء کے پرچے مستقل ریکارڈ ہوتے ہے جن کو مناسب وقت میں ہدایات کے مطابق جانچا جاسکتا ہے۔اور اس ریکارڈ کو موزوں طریقے سے استعمال کیا جاسکتا ہے۔تعلیمی تحصیل کی تحریری آزمائشیں دہ قسم کی ہیں جن کی وضاحت درج ذیل ہے۔

موضوعی آزمائش:

تاریخی اعتبار سے زبانی آزمائش کے بعد موضوعی آزمائش کا نمبر آتا ہے جو تحصیل علم کے درجے کو پرکھنے کے لیے وضع کی گئی۔اس قسم کی آزمائش سے آپ لوگ اچھی طرح متعارف ہے۔میٹرک اور ایف اے کے امتحانات میں سوالات کے جو پرچے آپ دیکھے وہ موضوعی آزمائش کے نمونے تھے۔ان میں آپ نے دیکھا کہ ایک پرچے میں آپ کے سامنے آٹھ سوالات رکھ دیئے گئے اور آپ سے کہا گیا کہ آپ کوئی سے چار پانچ سوالات کریں۔ایسے متحانات میں جن طلباء کو اظہار بیان پر زیادہ عبور ہوتا ہے۔وہ اتنے ہی زیادہ نمبر حاصل کرسکتا ہے۔اور اگر کوئی طالب علم اپنے خیالات کو اچھی طرح سے بیان نہ کرسکے تو اسے کم نمبر ملتے ہیں۔ ایسے امتحانات اعلیٰ درجوں میں زیادہ موزوں ہیں اور چھوٹی جماعتوں میں کم موزوں میں کیونکہ چھوٹی جماعتوں میں بچوں میں اظہار خیالات کی وہ قدرت نہیں ہوتی جس کا یہ آزمائشیں تقاضا کرتی ہیں۔

☆معروضی آزمائش:

تعلیمی تحصیل کی آزمائشوں میں یہ جدید ترین آزمائش ہے۔بیسویں صدی کے دوسرے ربع میں ان کا رواج ہوا پاکستان میں پچھلے دس سالوں میں اس قسم کی آزمائشیں تعلیمی اداروں میں متعارف ہوئیں۔ان آزمائشوں میں عام طور پر درج ذیل چار قسم کے سوالات ہوتے ہے۔☆''ہاں یا نہیں'' یا ''صحیح یا غلط''قسم کے سوالات ☆ کثیر الا انتخاب ☆ تقابلی ☆ تکمیلی۔

(1): ''ہاں / نہیں'' تا ''صحیح / غلط'' قسم کے سوالات:

اس قسم کے سوالات میں طالب علم کے سامنے کچھ فقرات رکھے جاتے ہیں اور ان سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ صحیح ہیں یا غلط اگر صحیح ہیں تو ان کے سامنے لفظ صحیح پر نشان لگاتے ہیں ورنہ غلط پر۔اگر یہ فقرہ سوالیہ انداز میں رکھا گیا ہو تو سامنے ہاں یا نہیں لکھا ہوتا ہے۔اور مناسب لفظ پر نشان لگاتے ہیں اس قسم کے سولات میں یہ خامیہوتی ہے۔کہ درست جوابات پر نشان لگانے میں قیاس آرائی کی جاسکتی ہے اور درست جواب پر نشان کے پچاس فی صد امکانات ہوتے ہیں۔اگر ایک پرچے میں اس قسم کے ایک سو سوالات ہوں اور طالب علم ان سوالات کو پڑھے بغیر صحیح / غلط یا ہاں / نہیں میں سے کسی پر نشانات لگاتا جائے تو اس بات کا واضح امکان ہے کہ وہ پچاس فیصد نمبر حاصل کرے۔چنانچہ ایسی آزمائشوں میں حاصل شدہ نمبروں پر شماریاتی فارمولوں کا اطلاق کرکے حقیقی نمبر معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔جو طالب علم کی حقیقی قابلیت کو ظاہر کرتے ہیں مثلاً اگر ایک آزمائش میں اس قوم کے سو سوالات تھے اور ایک طالب علم نے جو نشانات لگائے ان کی گنتی سے معلوم ہوا کہ اس کے 60 نشانات درست تھے تو اسے 60 نمبر ملتے ہیں۔لیکن چالیس نشانات درست نہ ہونے کی وجہ سے اس کے 60 نمبروں میں سے 40 نمبر تفریق کرکے اسے 20 نمبر ملیں گے۔

ذہنی آزمائش::

اگرچہ دماغ انسانی جسم کا ایک حصہ ہے لیکن جسمانی اور ذہنی صحت میں تفریق کی جاتی ہے۔ذہنی صحت یا آزمائش سے مراد ہماری کیا مراد ہے؟ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ صحت مند ذہن وہ ذہن ہے جو کسی بھی خرابی یا تکلیف سے پاک ہو اس میں بہت سی توانائی ہو اور عرصہ دراز تک زندہ رہ سکتا ہو۔ممکن ہے آپ اس تعریف سے اتفاق نہ کریں کیونکہ ذہن ایک تصوراتی چیز ہے نہ کہ کوئی مادی شے،جسم مادی چیز ہے۔اسے دیکھا، ماپا تولا جاسکتا ہے۔سے ٹکڑیوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔نہ صرف یہ بلکہ کچھ پرانے حصوں کو نئے حصوں سے بدلا جاسکتا ہے سوچیئکہ سرجن کون سے اعضاء بدلنے پر قدرت رکھتے ہیں لیکن ذہن کے متعلق آپ یہ انداز اختیار نہیں کرسکتے۔لہذا ذہنی صحت کیبجائے ہم صحت مند شخصیت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ذہنی صحت کی طرح شخصیت بھی ایک منفرد چیز ہے۔اس سے مراد انسان

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

کے وہ مخصوص طریقے ہیں جن کا وہ زندگی کے مختلف مراحل میں اظہار کرتا ہے۔ پسندیدہ شخصیت صحت مند طریقوں کی حامل ہوتی ہے۔ کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ وہ پسندیدہ طریقے کون سے ہیں جو ذہنی صحت کی عکاسی کرتے ہیں۔

ذہنی آزمائشوں کے لیے سکول میں کوششیں:

متذکرہ بالا باتوں کے علاوہ بھی مغربی ممالک میں ذہنی آزمائش کے لیے کچھ تکنیکیں استعمال کی گئی ہیں۔ ہم بھی ضرورت کے مطابق کچھ ردوبدل کے بعد ان باتوں کو اپنے سکولوں میں رائج کر سکتے ہیں

(ا) مباحثے کی تکنیک:

اس تکنیک میں ہر ہفتے کسی ایک طالب علم کی ذہنی صحت کے مسئلے کا تجزیہ کرنے کے لیے وقت مقرر کیا جاتا ہے۔ تمام اساتذہ، پرنسپل اور سوشل ورکر اکٹھے ہوتے ہیں۔ طالب علم کے مسلے کے متعلق معلومات میٹنگ میں تجزیئے کے لیے پیش کی جاتی ہیں۔ ان معلومات کا بغور احتیاط کے ساتھ تجزیہ کرنے کے بعد سفارشات اور انسدادی کاروائی متعین کی جاتی ہے۔ اس تکنیک سے طالب علم اپنے اساتذہ کی مدد سے ماحول سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔

انسان رابطوں کی تعلیمی جماعت:

یہ طریقہ عام طور سے ساتویں سے نویں جماعت تک استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس کا طریقہ کار اسطرح ہوتا ہے۔ کہ استاد ہر ہفتے جماعت کے سامنے ایک ایسی کہانی پڑھ کر سناتا ہے جس میں کسی شخص کو کوئی جذباتی مسئلہ درپیش ہو۔ طلبہ کو اس بات کی اجازت ہوتی ہے۔ کہ وہ آزادی کے ساتھ اس مسئلے پر بحث کریں۔ نہ صرف یہ کہ وہ کہانی کے متعلق اپنے اندازے اور رائے بتائیں بلکہ اہم بات یہ ہے کہ وہ اپنے ذاتی تجربات سے کہانی میں بیان کی گئی صورت حال کے متوازی حالات بیان کریں۔ بنیادی بات طلبہ کے جذباتی کھچاؤ کو نکاس کا موقع دینا ہے۔ وہ اپنے مسائل کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ اکے علاوہ اپنے ہم جماعتوں کے مباحثے سے بھی مسئلے کے لیے بہتر بصیرت اور گہری نظر رکھنا سیکھ سکتے ہیں۔

ذاتی رابطوں کا کورس:

یہ کورس اغاز شباب کے لیے ترتیب دیا جاتا ہے۔ ایک خاص منصوبہ کے تحت ایسے عنوانات لائے جاتے ہیں جن کا تعلق طلبہ کی ذات سے ہو مثلاً خود کو سمجھنا، دوستی طالب اور اور کا خاندان وغیرہ۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل اقدامات کئے جائے ہیں۔

(1) طلبہ اپنے مسائل کی فہرست تیار کرتے ہیں۔

(2) مسئلہ پر بحث کی جاتی ہے۔ اور بحث کے دوران طلبہ کے رویئے کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

(3) فلم اور سلائیڈز کی مدد سے ذہنی حفظان صحت کے ابتدائی اصولوں کی وضاحت کی جاتی ہے اوران کا روزمرہ زندگی میں استعمال دکھایا جاتا ہے۔

مضامین میں کمزوری رفع کرنے کے لیے جماعتیں:

وہ طلبہ جنہیں کسی خاص مضمون مثلاً ریاضی، انگلش وغیرہ کے سیکھنے میں دقت ہوان کے لیے ایسی جماعتوں کا نظام کیا جاتا ہے جن سے ان کی مزوری دور کی جا سکے۔ ایسی معالجاتی جماعتیں کلاسیں کہلاتی ہیں۔

معروضی آزمائش۔

معروضی آزمائش کو بہترین طریقہ آزمائش کہا جا سکتا ہے کیوں کہ اس میں کم وقت میں ذہنی تصورات کو ابھارنے کے ساتھ ساتھ طالب علم کی ذہنی صلاحیت کو کم سے کم وقت میں ماپا جا سکتا ہے آج کل ہمارے تعلیمی اداروں میں وقت کی قلت کے ساتھ ساتھ تعلیمی سہولیات کا بھی فقدار ہے معروضیت کا مقصد طالب علم کے ذہن اور اس کے موجودہ صلاحیتی حیثیت کو جانچ کر اس کے لیے معروضیت اور سبق کا دائرہ کار مرتب کرنا ہے چونکہ طالب علم کے پاس وقت بہت قلیل ہوتا ہے اس لیے معروضی سولات کے زریعے اس کی اہلیت اور سمجھ کو پرکھا جا سکتا ہے اسی لحاظ پر اس پہ سبق کے آموزیت اور بوجھ کرر جان پیدا کیا جا سکتا ہے جو آگے جا کر طالب علم کی زندگی میں اس کے کام آئے گا۔

سوال نمبر21۔ نظم ونسق سے کیا مراد ہے؟ نیز اس کے اصول اور اقسام بیان کریں۔

جواب۔

تعلیمی نظم ونسق

تعلیمی نظم ونسق اپنی نوعیت کے اعتبار سے بری اہمیت اور وسعت کا حامل ہے اور ہر نئے وقت میں اسکی وسعت میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ نظم ونسق دو الفاظ کا مرکب ہے یہ وہ الفاظ AD اور Ministaire ہیں۔ جن کا مطلب ہے ''To Serve'' اس طرح اس کا مطلب ہے خدمت کرنا۔ اپنی نوعیت کے اعتبار سے نظم ونسق سے مراد خدمت کا بجالانا ہے۔ فرانسیسی زبان میں اس سے مراد بوجھ اٹھانا ہے اور نظم ونسق کا مطلب ذمہ داری قبول کرنا ہے۔ عربی زبان مین نظم ونسق سے مراد موتیوں کو ہار میں اس طرح پرونا ہے کہ وہ خوبصورت نظر آئے۔ اس سے مراد یہ کہ نظم ونسق کے ہر پہلو کی تنظیم ایسی ہو کہ ایک خوبصورتی عیاں ہو جائے۔ عربی زبان مین نظم ونسق سے مراد خدمت کے بھی ہیں اور جو نظم ونسق چلاتا ہے اسے خادم کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عام مقولہ کے مطابق ''قوم

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، آئی سی ایس، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، ایم فل، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

0334 5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

کا سردار قوم کا خادم ہے" الغرض اس کا مطلب خدمت کرنا اور فرائض بجالانا ہے۔

تعلیمی نظم ونسق کو متاثر کرنے والے عوامل

تعلیمی نظم ونسق کوئی آسان کام نہیں۔ تعلیمی میدان میں بے شمار نئے نظریات نے طریقہ تدریس نصاب اور بچے کی نشو نما کے انداز بدل دیئے ہیں۔ لہذا مندرجہ ذیل عوامل نے اسکول کے نظم کو بڑی حد تک متاثر کیا ہے۔

01۔ عوام الناس کی تعلیم میں بڑھتی ہوئی دلچسپی، طلباء کی روز افزوں تعداد اور طلبہ کے انفرادی اختلافات نے نظم ونسق کے پیچیدہ مسائل پیدا کئے ہیں۔

02۔ اسکول کا کام اب بچے کو زندگی گزارنے کے قابل بنانا بھی ہے۔

03۔ اسکول سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ قومی وحدت مین اپنا کردار بجالائے جو نظم ونسق کا اہم جزو ہے۔

04۔ اسکول بنیادی جمہوری تصورات اور مقاصد کی تکمیل میں مصروف ہے اس طرح جب ہم اسکول کے فرائض پر نگاہ ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکول بہت سے انتظامی مسائل سے دوچار ہیں۔

تعلیمی نظم ونسق کے اصول

جن اصولوں کی مدد سے نظم ونسق کو بہتر بنانے میں مدد ملتی ہے وہ یہ ہیں۔

اصول جاذبیت

تعلیمی نظم ونسق کا تعلق اسکول اور اس کے مسائل سے ہے اور اس کو معاشرے کی ضروریات کی عکاسی کرنا ہے۔ لہذا تعلیمی نظم ونسق اور اسکول کے درمیان ایک ایسا توازن قائم ہوتا کہ بہتر سے بہتر مقاصد حاصل ہوں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ تعلیمی نظم ونسق کو جامد وساکت بنانےکی بجائے اسے جاذب بنایا جائے یا دوسرے الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ نظم ونسق ایسا ہو کہ وہ تبدیلیوں اور ضرورتوں کو اپنے اندر سمو لینے کی اہلیت رکھتا ہو۔

اصول جمہوریت

نظم ونسق میں ہر فرد کو حصہ ملنا چاہے ہر ایک کی رائے کا احترام کیا جائے۔ ہر ایک کو اس کی صلاحیت کے مطابق کام کرنے کا موقع دیا جائے۔ تعلیمی وانتظامی معاملات میں اساتذہ سے مشورہ لیا جائے۔ ایک جمہوری فکر پر چلنے والا ادارہ ہی تعمیری و تخلیقی کام کر سکے گا۔

اصول مہارت

موجودہ دور مہارت کا دور ہے اور افراد مختلف شعبوں میں مہارت کے اصول پر کام کرتے ہیں۔ لہذا نظم ونسق میں بھی اسی اصول پر کام ہونا چاہیے نصاب کی تیاری ہو یا تقسیم کار، وقت نامے کی تیاری ہو یا ہم نصابی مشاغل کا انعقاد، دفتر کا کام ہو یا معاشرتی تعلقات کا آغاز ان سب میں ایسے افراد کا لگایا جانا ضروری ہے جو متعلقہ چیزوں میں مہارت رکھتے ہوں۔ اچھا نظم ونسق مہارت کے اصول کا تقاضا کرتا ہے۔

اصول سماجیت

نظم ونسق کی عام طور پر دو بڑی اقسام۔ محوری اور غیر محوری۔

☆محوری نظم ونسق:

محوری نظم ونسق مرکزیت کا حامل ہوتا ہے۔ اس سے مراد ہے کہ اختیارات ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اور وہاں وے مختلف لوگوں کو تقسیم کئے جاتے ہیں ہر کام کے سلسلے میں اختیارات کے مرکز سے ہدایات اور منظوری لینا ضروری ہوتا ہے کوئی بھی کام مرکزی منظوری کے بغیر سرانجام نہیں پایا۔ محوری نظم ونسق دراصل کسی ملک کی حکومت کی طرز اور تعلیمی نظام سے متاثر ہوتا ہے وہ مما لک جہاں مرکزی حکومت با اختیار ہوا اور صدریوں کو اختیارات نہ ہوں وہاں پر نظم ونسق دراصل کسی ملک کی حکومت کی طرز اور تعلیمی نظام سے متاثر ہوتا ہے وہ مما لک جہاں مرکزی حکومت با اختیار ہوا اور صوبوں کو اختیارات نہ ہوں وہاں پر نظم ونسق اور تعلیمی ڈھانچہ مرکزی حکومت کی نمائندگی کرتا ہے۔ مرکزی نظم ونسق میں اکائیوں کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ مختلف تعلیمی اکائیاں مرکز کے دست نگر رہتی ہیں۔ محوری نظمونسق کے مندرجہ ذیل نقصانات ہیں۔

غیر محوری نظم ونسق:

غیر محوری نظم ونسق محوری نظم ونسق کی ضد ہے۔ اس قسم کا نظم ونسق ان مما لک میں ہوتا ہے جہاں صوبوں کی خود مختاری ہوتی ہے۔ اور مرکز کا تعلق ان امور سے ہوتا ہے۔ مرکز کا تعلق محض پلیسیاں مرتب کرنا اور ان پر درآمد کے لیے صوبوں کی ختیارات دے دینا ہے۔ بیشتر جمہوری مما لک میں قسم کا نظم ونسق رائج ہے۔ غیر محوری نظم ونسق کی سب سے اہم خوبی یہ کہ صوبے کی مختلف اکائیاں اپنے اپنے دائرہ کار میں خود مختار ہوتی ہیں اور اپنی مرضی اور ضروریات کے تحت کام کرتی ہیں۔

چنانچہ غیر محوری نظم ونسق کے مندرجہ ذیل فوائد ہیں:

☆اس قسم کے نظم ونسق میں مقامی ضروریات کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ مرکزی حکومت صرف رہنما اصلول مرتب کرتی ہے اور صوبے مقامی ضروریات کے مطابق نظم ونسق چلاتا ہیں۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختیاری مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

☆صوبے کی مقامی ضروریات کے مطابق نصاب اور سرگرمیاں ترتیب دی جاتی ہیں۔

☆مختلف تنظیمی اداروں کو مرکز کا دست نگر نہیں رہنا پڑتا بلکہ خود فیصلے کرنے کی آزادی ہوتی ہے۔

☆طلباء واساتذہ کی فطری صلاحیتوں، ان کے تجربات اور مقامی وسائل سے خاطر خوا استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ ہر فرد کی شخصیت کی نشوونما کی جاسکتی ہے اور جمہوری اصولوں کو فروغ دینے میں مدد ملتی ہے۔

☆مقامی ضروریات کے مطابق فوری فیصلے کئے جاسکتے ہیں۔

☆بعض مقامی ضرورت کے لیے معاشرے کے افراد سے مدد طلب کی جاسکتی ہے۔

☆دفتری کام میں آسانی پیدا ہوجاتی ہے۔ اہم مسائل پر فوری توجہ دی جاسکتی ہے عوام کی شکایات کو فوری طور پر رفع کیا جاسکتا ہے۔

☆دفتر میں کام کرنے والوں کی اکثریت مقامی ہوتی ہے۔ لہذا بدعنوانی کا کم سے کم اندیشہ ہوتا ہے۔ غیر محوری نظم ونسق میں چونکہ آسانی ہے اس لیے اسے زیادہ پسند کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ نظم ونسق کی جمہوری نظم ونسق بھی ایک قسم ہے جو تعلیمی عمل کے علاوہ بہتر نظم ونسق کے زمرے میں آتی ہے۔

جمہوری نظم ونسق: جمہوری نظم ونسق مدرسہ (Demoratic) آمریت اور عدم مداخلت پر مبنی نظام کے بین بین ہے۔ یہ نظام بے شمار خوبیوں کا حامل ہوتا ہے۔ یعنی جمہوری انداز میں کام کرنے سے مقدار اور معیار ہر لحاظ سے بہتر نتائج حاصل ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ جمہوریت کی روح تو یہی ہے کہ ہر شخص سے اس کی صلاحیت اور استعداد کے مطابق کام لیا جائے۔ ہر ایک کو آزادی رائے حاصل ہو۔ اور باہمی مشاورت اور دوسروں کی رائے کا احترام کیا جائے۔ ایک جمہوریت پسند منتظم اور عدم مداخلت کے حامل منتظم کی طرح اپنے رفقائے کار پر اپنی رائے نہیں ٹھونستا وہ ہر ایک کی رائے کو وسیع القلبی اور تحمل سے سنتا ہے۔ اگر وہ موقع محل کے مطابق موزوں ہو تو اسے فراخدلی سے تسلیم کرلیتا ہے۔ اگر اسے خامی نظر آئے بھی تو وہ دلائل سے دوسروں کو قائل کرتا اور اپنی بات منواتا ہے۔ وہ جبر سے اپنی بات نہیں منواتا اگر مجبوری کی بناء پر اسے دوسروں سے کسی ہدایت پر عمل کروانا ہو تو وہ تدبیر سے کام لیتا ہے تاکہ اساتذہ میں بددلی پیدا نہ ہو۔ جمہوری نظم ونسق میں منتظم اپنے تنظیمی و تدریسی امور اور بعض ضروری حالات میں طلبہ کے مشورے سے انجام دیتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے تمام لوگ اپنے اپنے امور میں دلچسپی اور خوشدلی سے حصہ لیتے ہیں۔ اور پوری لگن اور تندہی سے کام کرتے ہیں۔ چنانچہ ان میں نہ تو کسی قسم کی تلخی پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی بددلی کا شکار ہوتے ہیں۔ اور نہ ہی ایک دوسرے پر الزام تراشی کرتے ہیں۔ اور نہ ہی کسی قسم کی صلاحیت ضائع کرتے ہیں۔ بشرطیکہ سب کے اشتراک وتعاون سے بہتر اور خوشگوار ماحول میں رہتے ہوئے ادارے کی شہرت دوبالا ہوتی ہے۔ اسلام نے بھی جمہوری اندازِ فکر کا درس دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ (اور وہ اپنے کام میں مشورہ کرتے ہیں)

حدیثِ نبوی ہے۔ اَلمشورة فِيهاَ بَعر كَته' (مشورے میں برکت ہے)

چنانچہ ثابت ہے کہ اسلام نے حکام و منتظمین اور ماتحتوں کو آپس میں مشورے غوروخوض اور اشتراک وتعاون سے مسائل کو حل کرنے کی تاکید کی ہے۔ اسی طرح مدرسے کے نظم ونسق کو معاملے میں بھی مشورہ سے جملہ امور کی انجام دہی سرانجام دے کیونکہ مشورے میں برکت ہے۔

سوال نمبر22۔ عدم مطابقت کی تعریف کریں۔ نیز عدم مطابقت کی وجوہات تفصیل سے بیان کریں۔

طلبہ میں عدم مطابقت کی وجوہات

جواب۔ ذہنی صحت اور عدم مطابقت ہر شخص کی مختلف سطح پر ہوتی ہے۔ جماعت میں محض یکھ کر طلبوں کو ان دو قسموں میں تقسیم کرنا مناسب نہیں ہے۔ کچھ علامات اور نشانیاں ایسی ہیں جو زیادتی سے ہونے کے وجہ سے عدم مطابقت کی نشاندہی کرتی ہیں

جسمانی علامات۔ مثلاً بولتے ہوئے بار بار اٹکنا، ہکلانا، سر کھجانا، منہ سے ناخن کاٹنا، پیر ہنانا، بیٹھے ہوئے بے چینی کا اظہار کرنا، انگلیوں سے میز بجانا، قے ونا اور چھوے کا کسی خاص جگہ سے سکڑنا۔

کرداری علامات۔ معاندانہ رویہ، جھوٹ بولنا، رعب جمانا، تعلیم میں پیچھے رہ جانا، بہت زیادہ فعال ہونا، منفی رویہ رکھنا، جنسی خدشات رکھنا، ماحول سے مکمل لاتعلقی رکھنا، وغیرہ

جذباتی علامات۔ بہت زیادہ فکر مند ہونا، ڈر، احساس کمتری، نفر، بہت زیادہ بزدل، ہیجانی کیفیت، مستقل اضطرار، احساس محرومی اور کشمکش کا شکار ہونا، ان تمام علامات میں طلبہ کے لیے اضطرار، احساس محرومی اور کشمکش سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔

اضطرار اور غیر یقینی حالت۔

بچوں میں اضطرار کی سب سے اہم وجہ غیر یقینی حالت ہے۔ اگر دوسرے لوگوں کے برتاؤ میں تسلسل نہ ہو ان کا رویہ غیر یقینی ہو اور بچہ یہ جان لے کہ کیا ہوگا اور کس صورتحال کو کس طرح سے کنٹرول کیا جاسکے گا تو وہ لامحالہ غیر یقینی کیفیت اور فکر میں مبتلا ہوجائے گا۔ غیر متوقع سلوک اور گھروں کا غیر یقینی ماحول بچوں میں سب سے زیادہ فکرمندی پیدا کرتے ہیں۔ ہم اضطرار کے متعلق شاید کافی کچھ جان لیں لیکن بچے کی غیر یقینی حالت کا اندازہ اس کی سوچ اور حرکات وسکنات سے بھی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

بخوبی لگا سکتے ہیں صرف اضطرار ہی سے بچے کی اچھی کارکردگی میں رکاوٹ نہیں پیدا ہوتی اس کے ساتھ جذباتی مسائل کا ادراک بھی مسائل کا سبب بن سکتا ہے جس پر فوری طور پر قابو نہ پایا جائے تو بچہ بہت سی ذہنی اور جسمانی الجھنوں کا شکار ہو سکتا ہے۔ بیماری کی وجہ سے سکول سے غیر حاضری ہو سکتی ہے اور ممکن ہے اسے کچھ ایسے مسائل بھی درپیش ہوں جن کی وجہ سے تعلیم حاصل کرنے کے لیے اس کے پاس وقت نہ ہو اور طاقت بھی نہ ہو۔ اگر بچے میں خود اعتمادی پیدا کی جا سکے اور اس کو کامیابی کے تجربے سے گزارا جائے تو وہ اپنے مسائل پر خود بھی قابو پانے کی صلاحیت پیدا کر سکتا ہے۔

عملی توجہی اور ضرورت۔

مسائل کا کم ہونا اور ان کا حل تلاش کرنا زندگی کی علامت ہے۔ گھر ہماری معاشرتی زندگی کا سب سے چھوٹا واحد ہے۔ جہاں مسائل نسبتاً کم ہوتے ہیں لیکن گھر میں بھی مسائل ہوتے ہیں چھوٹے چھوٹے مسائل بھی اور بڑے بڑے بھی۔ بعض اوقات اگر حالات کی نزاکت کی صحیح تفہیم نہ ہو تو آپس میں تناؤ اور پیچیدگیاں ہو جاتی ہیں، لیکن اگر حالات کا واقعاتی ادراک ہو تو بڑے سے بڑا مسئلہ حل ہو جاتا ہے اور ماحول میں ایک خوشگوار تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ گھر کی نسبت تعلیمی ادارے، جن میں اسکول، کالج اور یونیورسٹی ہر قسم کے ادارے شامل ہیں بڑے اور مختلف قسم کے ہوتے ہیں بڑے اور مختلف قسم کے ہوتے ہیں اس لیے ان کے مسائل بھی بڑے اور مختلف النوع ہوتے ہیں اور ان کے حل کی تلاش بھی مشکل ہوتی ہے۔ لیکن ان سے ڈرنا یا بھاگنا معاشرتی اور عمرانی نقطہ نگاہ سے زندگی پر قلم پھیر دینے کے مترادف ہے۔ اگر کوئی اپنی یا کسی دوسرے کی غلطی کی وجہ سے کسی گرداب میں پھنس جائے یا جس کشتی میں بیٹھا ہے دوسرے لوگوں کے ساتھ ساتھ کسی طوفان کی زد میں آ جائے تو کوئی ہاتھ پاؤں مارے بغیر اپنی موت کا تماشا دیکھنے کے لیے تیار ہوگا۔ وہ اپنے آپ کو گرداب سے نکالنے کی بھرپور کوشش کرے گا۔

سوال نمبر 23۔ پاکستان میں نظام امتحان کا تنقیدی جائزہ لیں۔

جواب۔

پاکستان میں تعلیمی نظام ابتداء سے ہی گراوٹ اور بدنظمی کا شکار ہے قیام پاکستان سے اب تک تعلیمی قومی تعلیمی کمیشن اور تعلیمی پالیسیاں مرتب کی گئیں لیکن حکومتوں کی غیر مستحکم ہونے کی وجہ سے ایک تعلیمی پالیسی بنتی ہے تو دوسری حکومت آ جاتی ہے جب جمہوری حکومت ہو تو فوجی مارشل لاء آ جاتا ہے جمہوری حکومتوں کی بنائی گئی تعلیمی پالیسیاں اپنے اہداف مکمل نہیں کر پاتیں کہ مارشل لاء حکومت اپنی تعلیمی پالیسی کا اعلان کر دیتی ہے۔ اس طرح آج تک ہم ایک مستحکم قومی تعلیمی پالیسی مرتب ہی نہ کر سکے جس کی وجہ سے پاکستان کے تعلیمی مسائل دن دگنا رات چوگنا بڑھتے جا رہے ہیں ان مسائل کا جائزہ اور ان کی بہتری کے حل کیلئے سفارشات مندرجہ ذیل ہیں۔

تعلیمی اداروں اور تجربہ گاہوں کی کمی: پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے اور ترقی پذیر ملک کی حیثیت سے تعلیم کے میدان میں ترقی کیلئے ضروری ہے کہ شرح خواندگی میں اضافہ کیا جائے اور یہ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے کہ جب تعلیمی اداروں کی کمی کو پورا کیا جائے اکثر تعلیمی اداروں میں تعلیم کی بنیادی سہولتوں کا فقدان ہے بیشتر ادارے خستہ حالت میں ہیں ان میں نہ تو معقول فرنیچر ہے نہ لیبارٹری تجربہ گاہیں ہیں۔ اگر کسی تعلیمی ادارے میں تجربہ گاہیں ہیں بھی سہی تو ان میں سامان پورا نہیں جس سے اساتذہ طلبہ کو عملی طور پر مطمئن کر سکیں۔ کسی معقول تعلیمی ادارے کے لئے ایک اچھا کتب خانہ۔ اچھی تجربہ گاہیں کھیل کے میدان اور کھیلوں کے لوازم ضروری ہیں۔ اگر ان میں سے کسی ایک کی بھی کمی ہے تو مجموعی طور پر اس کا اثر تمام طلبہ پر پڑتا ہے تعلیم کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے تحت گھروں اور چھوٹی چھوٹی جگہوں پر جگہ جگہ پرائیویٹ نجی سکول قائم ہیں یہ دیہاتی علاقوں میں کم جبکہ شہری علاقوں میں زیادہ نظر آتی ہے۔

کالجوں کی حالت بھی تسلی بخش نہیں ان کے کتب خانے تجربہ گاہیں اور کھیل کے میدان اور تعلیمی و پیشہ ورانہ رہنمائی کے انتظامات معاری نہیں انہیں اور بھی زیادہ جامع بنانے کی ضرورت ہے۔ اعلیٰ تعلیم کی طرف بھی توجہ بہت کم ہے بڑے شہروں کے مسائل چھوٹے شہروں سے مختلف ہیں پاکستان میں 10 لاکھ کی آبادی کے شہر ہیں اس کی آبادی کے لحاظ سے ایک یا دو اچھے سائنس کالجز کا قیام ضروری ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان میں تعلیمی اداروں کی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے پرائمری سطح سے لیکر اعلیٰ تعلیم تک حکومت کی بھرپور توجہ کی ضرورت ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ امریکہ برطانیہ جرمنی و جاپان جیسے ممالک کی پیروی کرتے ہوئے ایسے ادارے قائم کئے جائیں جن سے تعلیمی کمی کو پورا کیا جا سکے اور تعلیم کے معیار کو ترقی یافتہ ممالک کے معیار کے مطابق ڈھالا جائے تاکہ ہمارے آج کے بچے کل کے راہنما ثابت ہو سکیں۔

ناقص امتحانی نظام: پاکستان کے تعلیمی نظام کے مسائل میں اس کا ناقص امتحانی نظام بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ دراصل امتحان ایک پیمانہ ہے جس سے متعلم کے اکتساب کو ناپا جاتا ہے اور یہ متعین کیا جاتا ہے کہ اس نے ایک موضوع پر کیا کچھ پڑھا ہے اور اسی سے جو کچھ استنباط کیا ہے اس کی نظری اور عملی شکل کیا ہے آج تک ہمارے ہاں یہی طے نہیں ہو سکا کہ کونسا طرز امتحان اختیار کیا جائے خارجی یا داخلی موضوعی یا معروضی اگر تاریخ کے لحاظ سے مسلمانوں کے عہد میں نظام امتحان کا آج کے نظام کے ساتھ موازنہ نہ کریں تو ہمیں یہ بہت مختلف نظر آتا ہے۔ دراصل امتحان پڑھانے والے کا اپنا ذاتی جائزہ تھا جو وہ تدریس کے زمانے میں لیتا تھا یہ جائزہ متعلم کی روزمرہ کی تعلیمی پرداخت سوجھ بوجھ فہم و فراست علمی بصیرت اخلاق و اطوار حتیٰ کہ اس کے شب و روز کا ایک ایسا ریکارڈ تھا جو معلم کے ذہن اور آنکھوں میں محفوظ رہتا تھا آج کا آموختہ کل کی تدریس کا اعادہ ہوتا تھا۔ اعلیٰ مدارج میں بھی جائزہ یا امتحان بحث و تمحیص اور فکر و نظر کی بالیدگی کی پرکھ تھی لیکن آج

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

کے دور کے امتحانی نظام پر قیام پاکستان سے لیکر اب تک دھواں دار تقاریر ہوتی ہیں۔کانفرنسوں میں بڑے بڑے فیصلے کئے جاتے ہیں خارجی اور داخلی امتحانوں موضوعی اور معروضی امتحانوں کے جائزے پیش کئے جاتے ہیں میٹرک کی سطح پر آج تک یہ فیصلہ نہ ہو کا کہ 9th اور 10th کا اکھٹے امتحان لیا جائے یا علیحدہ علیحدہ امتحان لیا جائے آج آرڈر ہوتا ہے کہ 9th کا امتحان بورڈ کا ہوگا اور 10th کا بھی بورڈ کا ہوگا دو سال بعد آرڈر ملتا ہے کہ نہیں 9th کا امتحانی داخلی اور 10th کا امتحان خارجی سطح پر لیا جائے اس طرح موضوعی اور معروضی امتحان کا بھی آج تک فیصلہ نہ ہوسکا کہ طرز پر لیا جائے حالانکہ خارجی امتحان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پڑھانے والے کو طالب علم کی کارکردگی کا جائزہ لینے سے اس قدر دور رکھا جائے کہ دوران امتحان اس کا سایہ طالب علم پر نہ پڑے کوئی دوسرا شخص جس سے اس کا کوئی ذہنی تعلق نہ ہو وہ اس کے پرچوں کو شخص طور پر دیکھ کر اس کی معلومات کی حد مقرر کرے جبکہ داخلی امتحان کا مقصد ہے کہ معلم خود اپنے متعلم کا سال بھر یا تدریس کی مقررہ مدت تک برابر جائزہ لیتا رہے۔تحریری امتحان ایک مقررہ نصاب کے اندر طلبہ کی تحریری یادداست طریق استدلال اور اسلوب تحریر کا جائزہ ایک متعین وقت میں لیا جاتا ہے دور جدید میں بھی اس قسم کے امتحان کو وہی حیثیت حاصل ہے۔

آج سے 100 سال پہلے تھی معروضی امتحانات نئے دور کی جدید تکنیک ہے اس میں طلبہ کا اس طرح جائزہ لیا جاتا ہے کہ اس کی معلومات کا وسعت کا بار بار احاطہ کیا جاسکے اور تمام نصاب وکورس کا احاطہ کیا جاسکے۔ہمارے امتحانی نظام میں موضوعی اور معروضی امتحان کا امتزاج نہ بن سکا ملک میں تعلیم کی نچلی سطح پر یکساں نظام رائج نہیں ابتدائی مدارج میں داخلی وخارجی دونوں رائج ہیں معروضی اور موضوعی کی کوئی حد نہیں۔ثانوی انٹرمیڈیٹ اور اعلیٰ سطحوں کے امتحانات کی صورت حال بھی یہی ہے۔پاکستان اس وقت ترقی وتعمیر کے دور سے گزر رہا ہے۔ہمیں اپنے مزاج اور فکر ونظر میں کشادگی پیدا کرنے کی ضرورت ہے دلیل برائے دلیل کی بجائے واقفیت کی بساط پر اپنے عقل وخرد اور اقتدار کے مہروں کو چلانا چاہیئے اس میں ذاتی پسند اور ناپسند کا اتنا دخل نہیں جتنا کہ وقت کی ضرورت کا دور جدید میں اعلیٰ سطح پر علم کے عمومی پھیلاؤ سے کہیں زیادہ اس کے استحکام پر نظر رکھی جاتی ہے یعنی جو کچھ پڑھایا جائے اس طرح کہ اس کا نتیجہ امتحان کے بھول جانا نہ ہو بلکہ اسے زندگی میں صحیح طور پر استعمال کیا جائے اس کے لئے لچک دار پالیسی بے لچک حکمت عملی سے زیادہ مناسب ہوتی ہے۔اس لئے کہ اس کا مقصد علم کی مختلف جہتوں کو روشن کر کے ترقی پسندی کی راہوں کو جگمانا ہوتا ہے۔اگر اس نقطہ کو پیش نظر رکھا جائے تو پاکستان کو اس نہج پر سوچنے کی ضرورت ہے کہ نصاب کو چھوٹے چھوٹے اجزاء میں تقسیم کر کے انہیں زیادہ تفصیل سے پڑھایا جائے خواہ ایسا کرنے میں برطانوی مزاج پارس کے تقلیدی مزاج کو جھٹکا ہی کیوں نہ سکے اس لئے یہی وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔

معیار تعلیم: پاکستان میں معیار تعلیم گرنے کے عام طور پر بے شمار اسباب بتائے جاتے ہیں انمیں سے چیدہ چیدہ کچھیوں ہیں کہ تعلیم کی بڑھتی ہوئی مانگ کے پیش نظر تعلیمی اداروں اور پڑھانے والوں کی کمی ہے بہتری تعلیم کے لئے بہتر کتب خانے بہتر ادارے اور بہتر تجربہ گاہوں کی ضرورت ہے ہماری بڑھتی ہوئی ضروریات کے مطابق تعلم گاہوں اور ان کے سامان میں اضافہ نہیں ہو رہا یہی وجہ ہے کہ اکثر بچے اور نوجوان زیور تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں اور جو طلبہ کسی نہ کسی طرح درسگاہوں تک پہنچ جاتے ہیں انکے لئے تعلیم کا مناسب انتظام نہیں متعلم اور مقلم کی تعداد غیر مناسب ہے ابتدائی اور ثانوی کلاسز میں تعداد طلبہ اتنی زیادہ ہے کہ نہ معلم انہیں صحیح طور پر پڑھا سکتا ہے اور نہ انفرادی طور پر جان سکتا ہے۔اس ضمن میں نصاب تعلیم کی بات بھی بہت لمبی ہے۔

☆ پاکستان میں نصاب چونکہ امتحانی ضروریات کے مطابق مرتب ہوتے ہیں اس لئے وہ اس قدر جامع متنوع اور جاندار نہیں ہوتے جو طلبہ کو از خود اپنی طرف مائل کرسکیں بعض اوقات اس میں درجہ وار ارتباط بھی نہیں ہوتا کڑیاں کہیں سے کہیں ٹوٹی نظر آتی ہیں جس سے تعلیمی عمل میں ایک خلا پیدا ہوتا ہے اور کسی موضوع کا منطقی انداز میں تسلسل برقرار نہیں رہتا۔اس سلسلے میں دوسری بات خالص نفسیاتی ہے کہ جو مندرجات میں تسلسل برقرار نہیں رہتا اس سلسلے میں دوسری بات خالص نفسیاتی ہے کہ جو مندرجات نصاب ایک خاص درجے کے لئے متعین کئے جاتے ہیں انہیں طلبہ کی دلچسپی اور استعداد سے مطابقت نہیں جو اسباق اس میں شامل کئے جاتے ہیں وہ طلبہ کی ضروریات اور اشکال کے اعتبار سے تدریجی ہیں یا کہ نہیں اگر اس بات کا خیال رکھا جائے تو تدریس میں آسانی پیدا ہوسکتی ہے ایک اور خاص پوائنٹ ہماری معاشرتی اور اقتصادی ضروریات ہیں اس کی اہمیت ملک کی معاشی اور اقتصادی لحاظ سے درماندگی کی وجہ سے ہے اسے قوم کے بچوں اور نوجوانوں کی بڑی تعداد کی مالی اعانت کا اہتمام کرنا قومی مفاد میں ہوتا ہے اس کے دو واضح اسباب ہیں یعنی وہ پڑھ لکھ کر ایک کارگزار شہری بن جائیں یا پھر تھوڑی بہت تعلیم حاصل کر کے دوبارہ جاہل بن جانے سے بچ جائیں۔

☆ ہمارا تعلیمی نظام ایک منقلب انصرام کی طرح ہے جو کسی ٹھوس نبیاد کی بجائے الٹا او پر سر کئے کھڑا ہے۔اس کی وجہ یہ کہ تعلیمی مدارج کی صحیح درجہ بندی نہیں ہوسکی۔ہمارا تعلیمی نظام اور نصاب اور تعلیمی فکر یک طرفہ ہے جس میں زیادہ اہمیت اعلیٰ تعلیم کو دیکر پرائمری اور ثانوی مداردج کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے جو اعلیٰ تعلیم کے تابع رکھے ہوئے ہیں۔

☆ طلبہ کی عدم توجہی بھی ایک دیرینہ مسئلہ ہے کیونکہ ہمارا تعلیمی نظام ایک عجیب بے کیفی کا شکار ہے جس کا سبب طلبہ ہی ہیں اگر دیکھا جائے تو طالب علم ایک علیحدہ اکائی نہیں جس کا کسی سے کوئی تعلق نہ ہو وہ بھی اس معاشرے کا ایک فرد ہے۔اس پر وہی عمل اور رد عمل ہوتا ہے جس کا عام حالات میں ایک فرد پر ہوتا ہے طالب علم کو اس بات کا قطعی ذمہ دار ٹھہرنے سے پہلے ہمیں ان عوامل کے بارے میں ضرور سوچنا ہوگا جو اس افراتفری میں بحثیت ایک فریق میں شامل ہیں اگر معاشرے میں اخلاقی ذہنی اور معاشی اور اقتصادی خلفشار ہے تو اس کے اثرات سے تعلیمی اداروں کو بچانا ممکن نہیں۔معاشرے کا استحکام دراصل طلبہ کا استحکام ہے اگر معاشرہ مستحکم

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام ، بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

ہے تو طلبہ بھی مستحکم ہوں گے البتہ کچھ باتیں ایسی ہیں کہ جن سے طلبہ کو روکا جاسکتا ہے بلکہ انہیں ان باتوں کا روکنا معاشرے کے ایک ذمہ دار رکن کی حیثیت سے سب کا فرض ہے۔

سوال نمبر 24۔ تعلیمی نفسیات کی تعریف اور تشریح کریں نیز تعلیمی نفسیات مختلف طریقہ ہائے تدریس کے استعمال میں کس طرح مدد کرتی ہے؟ تبصرہ کریں۔

جواب۔

تعلیمی نفسیات: تعلیمی نفسیات سے ایک ایسا علم مراد ہے جو ان تبدیلیوں کی تشریح کرتا ہے جو تمام اشخاص میں ان کی پیدائش سے لے کر جوان ہونے تک نشوونما کے مختلف درجوں میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ علم ان حالات سے بحث کرتا ہے جو بچوں کی نشوونما پر اچھے یا برے طریقے سے اثر انداز ہوتے رہتے ہیں اور اپنے اس مطالعے کے نتیجے میں ایسے اصول وضع کرتا ہے جنہیں مدرسے کے نظم ونسق میں خاص طور پر مدنظر رکھنا پڑتا ہے۔انسانی فطرت اور عمل اکتساب کا مطالعہ تعلیمی نفسیات کا خاص موضوع بنا رہتا ہے مختصراً ہم تعلیمی نفسیات کی تعریف کچھ اس طرح کر سکتے ہیں کہ تعلیمی نفسیات ایک ایسا علم ہے جو تعلیمی اور تدریسی مسائل کو حل کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

تعلیمی نفسیات کی تعلیمی میدان میں اہمیت:

تعلیمی نفسیات کی اہمیت کے موضوع پر گفتگو کرنے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ نفسیات کی یہ شاخ کس طرح تعلیم وتدریس کے عمل کو سہل بنا سکتی ہے اور معلم کے لیے کس طرح مدد ومعاون ثابت ہوسکتی ہے۔اس سے پہلے کہ ہم اس سوال کا جواب دیں ہمارے لیے یہ جاننا ضروری ہوجاتا ہے کہ معلم کیا کرتا ہے؟ وہ کیا کرنا چاہتا ہے؟اور معاشرے کی معلم سے کیا توقعات وابستہ ہیں؟ معلم کے کام کا جائزہ لینے سے ہی تعلیم نفسیات کی اہمیت کا صحیح اندازہ ہوسکتا ہے۔

معاشرے کی بقاء۔

معاشرے کی بقا کہ ہر معاشرہ اپنی بقاء کے لیے چند ادارے قائم کرتا ہے اور اس کی بقاء کا انحصار اداروں کی صحیح کارکردگی پر ہوتا ہے یوں تو ہر ادارہ اپنی جگہ پر اہم ہے مثلاً قانون نافذ کرنے والے ادارے صحیح کام نہ کریں تو ملک میں انتشار پھیل جائے نہ کسی کی جان محفوظ رہے نہ مال اور معاشرہ جنگل بن کررہ جائے اور اس جنگل کے قانون کا نتیجہ یہ ہو کہ معاشرے کا وجود ہی نہ رہے۔اسی طرح صنعت وحرفت اور تجارتی ادارے ملک کی معیشت کے لیے اہم ہیں لیکن تعلیمی ادارے معاشرے میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ ان میں معاشرے کے ہر شعبے کے لیے کارکن تیار کیے جاتے ہیں اور جب ان میں کوئی کمی یا نقص ہوگا تو معاشرے کے ہر ادارے میں خرابی پیدا ہوگی یعنی یہ کہ ہر معاشرے کو ہنرمند، تربیت یافتہ ، ذمہ دار، باضمیر اور پڑھے لکھے افراد کی ضرورت ہے اور ناقص تعلیم وتربیت سے ہر ادارے کی کارکردگی بری طرح متاثر ہوگی۔ لہذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ معلم کا کام ہے معاشرے کے لیے موزوں افراد کو تعلیم وتربیت دینا۔لفظ ''موزوں'' میں کئی معنی پنہاں ہیں بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ اس کے معانی اضافی ہیں۔ہر ملک اور ہر وقت میں موزوں کا تصور بدلتا رہا ہے بہر حال کچھ مضمرات ایسے بھی ہیں جو زمانے اور وقت کی حدود پار کرکے قائم ہیں۔ ہر ملک کو ایسے موزوں افراد درکار ہیں جو اس کام کو کرنا چاہتے ہوں جو ان کے سپرد کیا گیا ہے۔ وہ اس کام کو کرنے کی اہلیت رکھنے کے ساتھ ساتھ ایماندار اور ذمہ دار بھی ہوں ان میں اتنا ضبط نفس بھی ہو کہ ذاتی مفاد پر اجتماعی مفاد کو ترجیح دیں۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ یہ تمام خصوصیات پیدائشی نہیں اکتسابی ہیں اور ان کے اکتساب کے لیے مناسب سہولتیں فراہم کی گئی ہیں اور ایک معلم کے ذمہ یہ کام سپرد کیا گیا ہے۔کہ ان کے اکتساب کے عمل کو سہل بنائے اور افراد میں متوقع تبدیلیاں لانے کے لیے حالات سازگار بنائے۔ تعلیمی نفسیات ان سازگار حالات پر روشنی ڈالتی ہے اور ان عوامل کے گرد گھومتی ہے جو فرد میں تبدیلیاں پیدا کرنے کے عمل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

معلم کا کردار۔

ہر معلم یہ جاننا چاہے گا کہ انسان کے کردار کو کیسے تبدیل کیا جاتا ہے اور جب وہ بچوں میں کسی خاص قسم کی تبدیلی لانے میں ناکام ہوتا ہے تو وہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ یہ کیوں ہوا۔کیا میرے طریقہ کار میں کوئی خامی تھی یا جو میں تبدیلیاں لانا چاہتا ہوں وہ اس کے لیے تیار نہیں یا پھر شاید میری توقعات حقیقت پر مبنی نہیں۔تعلیمی نفسیات کا پیش کردہ نقطہ نگاہ بھی یہی ہے کہ معلم اس قسم کے سوال کرے اور پھر تعلیمی نفسیات کے مطالعے سے ان کے حل ڈھونڈے۔اس عمل میں انسانی کردار کے بارے میں منظم طریقے سے معلومات جمع کی جاتی ہیں جو اکتساب کے عمل کی وضاحت کرتی ہیں۔دوران تدریس پیش آنے والے مسائل کی گتھیاں سلجھانے کے لیے ایک منظم طریقہ کار کی نشاندہی کرتی ہیں۔خواہ معلم کا پہلا دن ہو یا اسے پڑھاتے ہوئے کئی سال گزر گئے ہوں اس کو مختلف قسم کے مسائل للکارتے رہتے ہیں۔اساتذہ کو درپیش مسائل پر تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ ذیل میں درج مسائل سرفہرست ہیں۔

۱۔ انفرادی اختلافات

۲۔ طریقہ تدریس

۳۔ نظم وضبط

۴۔ طلبہ میں عدم دلچسپی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

۵۔ کام کرنے اور مطالعے کی عادات کا فقدان

۶۔ طلبہ میں بے راہ روی

۷۔ اقدار کو رد کرنے کا رجحان

تعلیمی نفسیات کا تعلق۔

نفسیاتی اساس کہ ان میں ایک قدر مشترک ہے وہ ہے ان کی نفسیاتی اساس بالفاظ دیگر ان سب کا تعلق کردار سے ہے۔ چونکہ تعلیمی نفسیات کا تعلق بھی انسانی کردار سے ہے لہذا یہ کہنا بجا ہوگا کہ تعلیمی نفسیات ان مسائل کے سمجھنے اور ان کے حل کرنے میں مدد دیتی ہے۔ یہ مدد بالواسطہ بھی ہے اور بلاواسطہ بھی۔ بالفاظ دیگر تعلیمی نفسیات تعلیم کے لیے ایک بنیادی علم ہے، بالکل اسی طرح جیسے تمام طبعی سائنس انجینئرنگ کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ انجینئر خواہ پل بنائے یا فیکٹری اس کے لیے طبعیات کا جاننا بھی ضروری ہے اور علم کیمیا کا بھی اس کے علاوہ اگر وہ جمالیات، معاشیات اور عمرانیات کا مطالعہ بھی کرے گا تو اپنا کام بہتر طریقہ سے انجام دے سکے گا۔ اسی طرح اساتذہ بھی نفسیات سے حاصل شدہ بصیرت، فلسفہ، عمرانیات اور معاشیات کے مطالعہ کی مدد سے تعلیمی مسائل حل کرنے کے اہل بن سکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ معلم کیا کام سرانجام دے رہا ہے؟ اس کا سادہ سا جواب ہے کہ وہ پڑھا رہا ہے اور یہ مسائل پڑھانے سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اس سے پہلے کہ استاد پڑھانا شروع کرے اس کو فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ وہ اپنے سبق سے اور اپنے مضمون سے کون سے مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔

تعلیمی مقاصد

استاد کا مسئلہ یہ ہے کہ اہم مقاصد کا انتخاب کرے کیونکہ آپ نے اکثر طلبہ کو کہتے سنا ہوگا کہ ہمیں معلوم نہیں ہمارے استاد صاحب کیا چاہتے ہیں۔ ہم سوال کا جواب دیتے ہیں وہ ان کی توقعات کے مطابق نہیں ہوتا۔ ہمیں کس طرح پتہ چلے کہ ان کی توقعات کیا ہیں؟ لہذا استاد کے لیے یہ لمحہ فکر ہے کہ وہ سوچے کہ تعلیم کس مقصد کے لیے ہے؟ پاکستان میں تعلیم کس لئے ہے؟ پانچویں جماعت میں ریاضی پڑھانے سے کون سی توقعات پوری ہونا چاہئیں۔ آپ کہیں گے کہ یہ تو کام ہے حکومت اور ماہرین کا لیکن حکومت کے ارباب بست وکشاد اور ماہرین تعلیمی نفسیات کے بغیر ان سوالوں کا خاطر خواہ جواب نہیں دے سکتے۔ تعلیمی نفسیات اس بات کی طرف توجہ مبذول کراتی ہے کہ ان مقاصد کا مرکز بچہ یعنی سیکھنے والا ہے۔ ماہرین نفسیات اس بات پر متفق ہیں کہ مقاصد بچے کے کردار پر زور ڈالیں۔ یعنی یہ اس قسم کے بیانات ہوں جن میں یہ بتایا جائے کہ بچہ اس مضمون کے سیکھنے یا اس سطح کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کیا کچھ کر سکے گا۔

بلوم کے مقاصد تعلیم

بلوم (Bloom) نے مقاصد کی درجہ بندی کی ہے اور ان سے ماہرین تعلیم نے استفادہ کیا ہے وہ کہتا ہے کہ کچھ مقاصد وقوفی (Cognitive) ہیں کچھ تحسیسی (Affective) اور کچھ کا تعلق مہارتوں (Psycho Motor) سے ہے۔ معاشرتی علوم میں اگر یہ مقصد ہو کہ بچے کو اپنے ملک کا نام معلوم ہو تو یہ مقصد وقوفی مقصد ہے اور اگر یہ مقصد ہو کہ بچے میں اپنے ملک سے محبت کا جذبہ پیدا کیا جائے تو یہ تحسیسی مقصد ہے اور اگر یہ مقصد ہو کہ تیسری جماعت کا بچہ اپنے والد کے نام خط لکھے تو یہ مہارت ہے۔ ماہرینفسیات نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ جہاں تک ہو سکے۔ یہ مقاصد کرداری اصطلاحات میں بیان کئے جائیں تاکہ ان کا مشاہدہ ممکن ہو۔ مقاصد تعلیمی بھی ہو سکتے ہیں اور صرف تدریسی بھی۔ تعلیمی مقاصد زیادہ جامع ہوتے ہیں اور کردار کے ہر پہلو کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتے ہیں جبکہ تدریسی مقاصد اکثر محدود تبدیلیوں کو سامنے رکھتے ہیں۔ اس میں تعلیمی مقاصد قومی سطح پر تیار ہوتے ہیں اور ان کو تیار کرتے وقت ملک کے رائج نظریہ کو سامنے رکھا جاتا ہے۔ ثقافتی ورثے اور اجتماعی زندگی کا ہر پہلو ان میں منعکس ہوتا ہے اور اس بات کو مدنظر رکھا جاتا ہے جہاں اجتماعی فلاح و بہبود تعلیم کی منزل ہے وہاں فرد کو بھی اہمیت حاصل ہے اور اس کی صلاحیتوں کی نشوونما بھی تعلیمی مقاصد کا اہم جزو ہے۔

تدریسی مقاصد کی تیاری۔

تدریسی مقاصد تیار کرتے وقت استاد خاص طور پر یہ خیال رکھتا ہے کہ وہ کرداری اصطلاحوں میں ڈھلے ہوئے ہوں اور ان کا جائزہ لیا جا سکے مثلاً اگر ہم یہ کہیں کہ اسیونٹ کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ یہ سمجھ جائیں کہ تعلیمی نفسیات کیا ہے؟ یہاں لفظ "سمجھ" استعمال کیا گیا ہے جو مشاہدے میں نہیں آ سکتا۔ یہاں یہ کہنا بہتر ہوگا کہ طلبہ کو یہ پتہ چل جائے کہ تعلیمی نفسیات ایک سائنس ہے یا یہ کہ یہ استاد کی کس طرح مدد کرتی ہے۔ یعنی یہ کہنے کی بجائے کہ وہ سمجھے ہم یہ کہیں کہ سمجھنے سے کیا مراد ہے؟

اکتساب استاد کے لیے اکتساب دوسرا اہم مسئلہ ہے۔ وہ بچوں کو جمع تفریق سکھاتا ہے لیکن جب امتحان لیتا ہے تقریباً تمام بچے فیل ہو جاتے ہیں۔ اب وہ پتہ چلانا چاہتا ہے کہ بچے کیسے سیکھتے ہیں۔ بچے یہ چاہتے ہیں کہ سبق دلچسپ ہو۔ آسان ہو اور وہ حاصل شدہ علم کو استعمال کر سکیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ استاد ان کی رہنمائی کرے کہ وہ کس طرح اپنی کارکردگی کو بہتر بنائیں۔ یوں تو والدین، سیاسی رہنما، تاجر، سب یہ چاہتے ہیں کہ وہ کسی نہ کسی طرح دوسرے کے عمل کو تبدیل کریں لیکن استاد کے لیے تو یہ نہایت اہم مسئلہ ہے کیونکہ وہ بچے کو لاعلمی کی طرف سے علم کی طرف لے جانا چاہتا ہے وہ اس بچے کو لکھنا سکھاتا ہے جو پہلے دن اس کے پاس آیا ہے اور پنسل بھی نہیں پکڑ سکتا۔ وہ چاہتا ہے کہ بچے کمرہ جماعت میں کوڑا نہ پھینکیں۔ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ بچے آپس میں لڑائی جھگڑا نہ کریں۔ یہ سب تعلیم اور اکتساب کے مسائل ہیں تعلیم نفسیات میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ مختلف تجربات پر مبنی تجربات پر مبنی نظریات کی روشنی میں طریقہ ہائے تدریس وجود میں آئے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے سائنس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

03345504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے،ایم ایس سی،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے،آئی کام ،بی اے،بی کام ،بی ایڈ،بی ایس،ایم اے،ایم ایڈ،ایم ایس سی،پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

ہیں اور آ رہے ہیں اور مندرجہ بالا سوالوں کے جواب ڈھونڈنے میں مدد فراہم کر رہے ہیں۔

طلبہ کی خصوصیات

تیسرا اہم مسئلہ ہے طلبہ کی خصوصیات۔ یہاں طلبہ سے مراد ہر سطح کے طالبعلم ہیں۔ یعنی استاد کے طور پر آپ یہ جاننا چاہیں گے کہ مختلف عمروں کے بچوں کی کیا خصوصیات ہیں اور وہ کس قسم کی معلومات کس پیرائے میں آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کے لیے یہ جاننا بھی ضروری ہوجاتا ہے کہ وہ کس حد تک ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ''استاد ہم سے ایسا سلوک کرتے ہیں جیسے کہ ہم بالکل بیوقوف ہیں''۔ ہمارے ٹیچر کو پتہ ہونا چاہیے کہ ہم اس موضوع سے بالکل ناواقف ہیں اور اسے چاہیے کہ زیادہ تفصیل سے بتائے''۔ کبھی وہ یہ بھی کہتے ہیں'' لیجئے اتنی معمولی بات پر ہمارے ٹیچر نے اتنا وقت لگا دیا۔ یہ تو ایک بچے کو بھی پتہ ہے'' یہ بات آسان نہیں کہ استاد جس سطح پر بھی پڑھائے وہ یہ معلوم کرے کہ وہ کیا کچھ سیکھ لے آئے ہیں اور ان کی خصوصیات کیا ہیں لہذا تعلیمی نفسیات استاد کو اس قسم کی معلومات فراہم کرتی ہے اور استاد ان کی طرف توجہ دیتے ہیں اور ان کی روشنی میں اپنے مضمون کے مقاصد تیار کرتے ہیں اور مناسب پڑھانے کے طریقے کا انتخاب کرتے ہیں۔

طریقہ ہائے تدریس

چوتھا مسئلہ ہے طریقہ ہائے تدریس۔ استاد کو یہ فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ وہ لیکچر دے گفتگو یا بحث مباحثہ کے ذریعے پڑھائے یا پھر وہ بچوں کو سبق تیار کرنے کو کہہ دے اور پھر وہ انفرادی رپورٹیں پیش کریں اور پھر طالب علم کے لیے بھی یہ ایک مسئلہ ہے وہ کہتا ہے لو یہ تو ہماری کتاب سے ہی پڑھاتے ہیں۔ جو ہم خود بھی پڑھ سکتے ہیں۔ دوسرا کہتا ہے پتہ نہیں ہمارے ٹیچر ہمیں کہاں سے پڑھاتے ہیں۔ کتاب میں تو اس کا ذکر ہی نہیں یا ایک کہتا ہے کہ بس نوٹس ہی لکھواؤ تو دوسرے کہتے ہیں یہ بھی کوئی پڑھانا ہے کہ نوٹس لکھوا دیئے وہ بھی سالوں پرانے ہونے ہیں۔ یہ سلسلہ کچھ اس طرح ہے کہ پہلے آپ نے مقاصد کا تعین کیا پھر اکتسابی اصولوں کی روشنی میں اور بچوں کی خصوصیات کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے طریقہ ہائے تدریس کا جائزہ لیا اور یہی تعلیمی نفسیات کا مجوزہ طریقہ کار ہے۔ حال میں ماہرین نفسیات نے تیسرے پہلو کی طرف بھی توجہ مبذول کرائی ہے وہ یہ کہ کیا سکھایا جا رہا ہے۔ مہارتیں جیسے ٹائپ سکھانے کا طریقہ ریاضی سے بالکل مختلف ہوگا۔

سوال نمبر 25۔ نشوونما اور بالیدگی کے درمیان فرق واضح کریں نیز نشوونما پر اثر انداز ہونے والے وراثتی عوامل کی نشاندہ کریں۔

جواب۔

بالیدگی اور نمو۔

جہاں تک نشوونما (Development) اور بالیدگی (Growth) کا تعلق ہے لوگ انہیں ہم معنی اصطلاحات کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ حقیقت میں علم نفسیات میں یہ دونوں اصطلاحات مختلف معانی میں استعمال ہوتی ہیں۔ اگرچہ انہیں بالکل جدا بھی نہیں کیا جا سکتا بالیدگی کی اصطلاح مقداری اضافے کے معنی میں استعمال ہوتی ہے جبکہ نشوونما ایسے اضافے کو کہتے ہیں جس کا تعلق معیار کے ساتھ ہو۔ ایک بچے کے قد اور جسامت کا اضافہ بالیدگی کی تعریف میں آتا ہے۔ عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ بچہ نہ صرف جسمانی طور پر بڑھتا ہے بلکہ اس کا دماغ اور اس کے جسم کے اندرونی حصوں میں بھی مقداری اضافہ ہوتا ہے۔ دماغ کے حجم میں اضافہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچوں میں تعلیم یادداشت اور قوت استدلال کے اعتبار سے بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اس طرح ایک فرد ذہنی طور پر بھی بڑھتا ہے اور جسمانی طور پر بھی۔ نشوونما (Development) کا تعلق معیاری تبدیلیوں کے ساتھ ہے۔ یہ ان تدریجی اور ارتقائی تبدیلیاں کے ایک سلسلہ کا نام ہے جو منظم، مترتب اور موزوں ہوں۔ تدریسی اور ارتقائی تبدیلیوں سے مراد وہ تبدیلیاں ہیں جو ایک خاص سمت میں مسلسل پیش رفت کر رہی ہوں اور ان میں یہ ترقی معکوس نہ ہوئے منظم، مترتب اور موزوں (Orderly Xcoherent) تبدیلیوں کا مطلب یہ ہے کہ ایک مذکورہ درجہ اور اس کے بعد آنے والے مدارج میں واقع ہونے والی تبدیلیوں کے درمیان ایک خاص تعلق یا نسبت قائم ہو۔

جسمانی بناوٹ/بالیدگی

انڈرسن (Anderson) کے مطابق نشوونما ایک ایسا عمل ہے جس میں جسمانی بناوٹ کی انچوں کے اعتبار سے بڑھوتری ہی کو نہیں دیکھا جاتا یا اسے قابلیت کے مقداری تبدیلی کا نام ہی نہیں دیا جاتا بلکہ نشوونما کا عمل پیچیدہ اور مربوط ہے۔ جس میں بہت سی بناوٹوں (Structure) اور ان کے اعمال و افعال (Functions) کو ایک دوسرے کے حوالے سے سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس رابطہ کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ایک درجہ میں واقع ہونے والی ہر تبدیلی، گزشتہ مدارج میں ہونے والی تبدیلیاں کی بنیاد پر واقع ہوتی ہے اور آنے والی تبدیلیاں کے لیے موجودہ تبدیلیاں بنیاد فراہم کرتی ہے۔

نشوونما کے مدارج۔

نشوونما کے بنیادی مدارج درج ذیل ہیں۔

جسمانی نشوونما

پیدائش کے بعد پانچ چھ سال کی عمر تک جسمانی نشوونما تیز ہوتی ہے۔ بارہ سال کی عمر تک یہ رفتار سست پڑ جاتی ہے۔ سولہ سترہ برس کی عمر تک یہ رفتار پھر تیز ہو جاتی ہے اور اٹھارہ بڑس کی عمر کے بعد یہ رفتار برائے نام رہ جاتی ہے۔ دماغ، حرام مغز اور آنکھ کی نشوونما ابتدائی طفولیت کے زمانے میں بہت تیز ہوتی ہے چھ برس

03345504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

سے آٹھ برس کی عمر کے درمیان یہ رفتار سست پڑ جاتی ہے۔اس کے بعد ان اعضاء کی نشوونما تقریباً کم ہو جاتی ہے۔تنفس اور ہاضمہ کے حواس ،گردے ،تلی، عضلات ،ڈھانچہ اور خون کی مقدار کی نشوونما ابتدائی طفولیت کے زمانے میں بہت تیز اور پھر پانچ سے بارہ سال کی عمر کے دوران سست پڑ جاتی ہے۔ پیدائش کے وقت بچے کا وزن عام طور پر چھ یا سات پونڈ ہوتا ہے اور قد تقریباً ڈیڑھ فٹ ۔ پیدائش کے وقت لڑکوں کا وزن عام طور پر لڑکیوں کے وزن سے قدرے زیادہ ہوتا ہے۔ بچے کے قد اور وزن کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔اگر یہ تناسب قائم نہ رہے تو نشوونما ناقص ہے۔ پیدائش کے بعد پہلے سال وزن میں بڑھوتری کی رفتار تیز ہوتی ہے۔

معاشرتی نشوونما

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسانی شخصیت کی داغ بیل ابتدائی پانچ سالوں میں پڑ جاتی ہے۔ پیدائش سے لے کر چار پانچ برس کی عمر تک بچہ اپنے عزیزوں، والدین اور بہن بھائیوں کے چہروں کو دیکھتا ہے ان کے ساتھ کھیلتا ہے انہیں اپنا ہم جولی سمجھتا ہے۔ ذرا سی آواز پر کان کھڑے کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کون اسے بلا رہا ہے؟ جو اسے زیادہ پیار دے اس کے ساتھ مانوس ہوتا ہے اور جو اسے ڈانٹے ڈپٹے اس سے گریز کرنے لگ جاتا ہے۔اس طرح وہ اپنی معاشرتی زندگی کے ابتدائی دور سے گزرتا ہے۔ جب وہ تین چار سال
کے قریب ہوتا ہے تو وہ گروہ بندی کرنے لگتا ہے۔ چار سال کی عمر میں لڑکے لڑکیوں کے ساتھ کھیلتے ہیں اور لڑکیاں لڑکوں کے ساتھ مل کر کھیلنا پسند کرتی ہیں۔

جذباتی نشوونما

نوزائیدہ بچے کی جسمانی حرکات اور اس کی چیخ وپکار سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابتدائی دور میں بھی بچے میں کسی نہ کسی قسم کی جذباتی کیفیات موجود ہوتی ہیں لیکن تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ جذبات موروثی نہیں ہوتے بلکہ ماحول کی پیداوار ہیں۔ابتدائی طفولیت کے دور میں بچہ ہنستا ہے۔ روتا ہے، روٹھتا ہے خود ہی ٹھیک بھی ہو جاتا ہے۔قوت، غصہ اور نفرت کے جذبات بھی ظاہر کرتا ہے جذباتی تلون اور غیر مستقل مزاجی اس دور کی اہم خصوصیات ہیں۔

ذہنی نشوونما

ذہانت انسان کو دوسری مخلوقات سے خاص طور پر ممیّز کرتی ہے یہ قدرت کا ایک عظیم عطیہ ہے۔ابتدائی عمر میں بچے کی ذہانت کا اندازہ لگانا قدرے مشکل ہوتا ہے۔ بچے ابتدائی طفولیت کے دور میں رنگوں اور آوازوں میں تمیز کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ کسی چیز کی طرف توجہ دینے کی صلاحیت بھی بچے میں ابتدائی طفولیت کے دور میں نمودار ہو جاتی ہے۔عمر کے بڑھانے کے ساتھ ساتھ یہ صلاحیت ترقی کرتی ہے۔ابتدائی برسوں میں بچے جن چیزوں کو دیکھتے یا سنتے ہیں۔ان میں سے کئی ایک کو بہت دیر تک یاد بھی رکھ سکتے ہیں۔ابتدائی برسوں میں بچوں کی بنائی ہوئی تصویریں، خاکے، پتلیاں اور گھروندے بھی بچوں کی ذہانت کا پتہ دیتے ہیں۔ شروع میں بچوں میں قوت استدلال کم ہوتی ہے۔قوت اندازہ اور مزاج کے اعتبار سے بھی وہ کم پختہ ہوتے ہیں۔ بعد میں ان خصوصیات میں ترقی ہوتی ہے۔اگر زبان دانی کو بھی ذہانت کا معیار سمجھا جائے تو بچہ پہلے سال تین سے چھ الفاظ تک بولنا شروع کرتا ہے۔دوسرے سال کے آخر تک اڑھائی تین سو، تیسرے سال کے آخر تک ایک ہزار الفاظ چوتھے سال تک ڈیڑھ ہزار الفاظ پانچویں سال تک دو ہزار الفاظ اور چھٹے سال میں اڑھائی ہزار سے بھی زیادہ الفاظ کا استعمال سیکھ لیتا ہے۔ کے افراد عام طور پر اچھا سمجھتے ہیں۔

نشوونما پر اثر انداز ہونے والے وراثتی عوامل۔

کسی بچے کے رویے کا انحصار دو قسم کے عوامل پر ہوتا ہے۔

ا۔ حیاتیاتی عوامل / تورثی

۲۔ ماحولی۔

سب سے پہلے ہم نشوونما پر اثر انداز ہونے والے منفرد حیاتیاتی عوامل پر نظر ڈالے گے۔

حیاتیاتی عوامل

حیاتیاتی عوامل میں سب سے پہلے زندگی پر بحث کی جاتی ہے ہر بچہ اپنی زندگی کی ابتداء ایک خلیہ والے عضویہ سے کرتا ہے جسے نطفہ یا باردار خلیہ کہا جاتا ہے اسکا لاعمل مختلف مدارج کے بعد پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے اس میں مختلف قسم کے کروموسومز ہوتے ہیں۔ ہر کروموسوم چھوٹے چھوٹے ذرات پر مشتمل ہوتا ہے ان ذرات کو جینز کہتے ہیں اور یہی جینز توارث کے حامل ہوتے ہیں۔ایک باردار خلیہ وراثتاً ان تمام خوبیوں ،خصوصیات اور ستعدادوں کا حامل ہوتا ہے جو کہ بعد میں اس خلیہ سے بننے والے فرد میں نمودار ہوتے ہیں۔اس امر کے لیے قطعی شواہد موجود ہیں کہ جسمی خصوصیات مثلاً آنکھوں کا رنگ ،جسم کی رنگت ،خون کی نوعیت ،قد کی لمبائی اور جسم کا دبلا پن یا بھاری بھرکم ہونا ،قوانین تورث کے مطابق ہے۔ابھی تک اس بات کا اندازہ نہیں لگایا جاسکا کہ ذہن کی خوبیاں اور استعدادیں کس حت تک قوانین توارث کے تابع ہیں۔

جسم کی ساخت۔ ہر معلم کو چاہیے کہ اپنے شاگردوں کی ان خصوصیات کا علم حاصل کرے جو انہیں اپنے آباؤاجداد سے ورثے میں ملی ہیں۔بعض بچے فطری طور پر زیادہ مستعد ہوتے ہیں بعض کھیل کود کا زیادہ شوق رکھتے ہیں۔معلم اپنی تدریس میں ان حقائق کو نظر انداز نہیں کرسکتا۔اس لیے ضروری ہے کہ توارث کے ان عمومی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں
میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں
03345504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

اصولوں سے باخبر ہے، جن کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ فلاں بچہ کس قسم کے رویوں کا اظہار کرے گا اور یہ کہ اسے کس قسم کی تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے۔

ماحولی عوامل۔ انسان کی تعمیر شخصیت میں صرف توارث کا ہی واحد عمل نہیں بلکہ ایک فرد کی ذاتی کوشش، تعلیم و تربیت اور ماحول کا دخل بھی ہے۔ ماحول کی تاثیر کی مقدار کا تعین کرنا تو ممکن نہیں لیکن ماحولی عناصر کا جو اثر ایک فرد قبول کرتا ہے اسے کسی کی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ماحول ایک ایسی قوت ہے جو یہ فیصلہ کرتی ہے کہ کسی شخص کی استعداد یا توانائی کو کس حد تک بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔

معاشرتی عوامل۔ معاشرہ اور اس کے عناصر ایک فرد کے رویے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ایک فرد جس ماحول میں پروان چڑھتا ہے اس معاشرے کے عقائد و رسوم، روایات، اقدار، عادات اور اطوار سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس فرد کی نگاہ میں ہر وہ شے اچھی جسے معاشرہ اچھا سمجھتا ہے اور ہر وہ شے بری ہے جسے معاشرہ برا کہے۔ یعنی اس فرد کی پسند و ناپسند کے معیار کا فیصلہ معاشرہ کے معیاروں کے پیش نظر ہوتا ہے خوشی اور غمی کے مواقع پر وہ ان رسومات کی ادائیگی کو موزوں سمجھتا ہے جنہیں معاشرہ کے افراد عام طور پر اچھا سمجھتے ہیں۔

تعاملی عوامل۔ انسان معاشرہ میں رہنا پسند کرتا ہے وہ جن لوگوں سے ملتا ہے ان کا اثر قبول کرتا ہے وہ اپنے بہن بھائیوں، ہمجولیوں اور ہم مکتبوں سے ملتا ہے اور ان کے ساتھ تعامل میں اثر قبول کرتا ہے۔ اس کے عادات و اطوار اور اس کی سیرت کی پوری تشکیل اور کردار کی تعمیر میں ان لوگوں کا رنگ ہوتا ہے جن کے ساتھ میل ملاپ ہو۔

مادی عوامل۔

ماحول میں مادی اور طبعی عوامل بھی انسان کے رویئے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ میدان، پہاڑ، دریا، درخت، پودے، جانور غرضیکہ وہ ساری اشیاء جو ایک فرد کے ماحول میں پائی جاتی ہیں اس کی تعمیر سیرت اور تشکیل کردار میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ جنگل میں پیدا ہونے اور پروان چڑھنے والا شخص اس شخص سے کسی حد تک مختلف ہوتا ہے جو ایک پر رونق شہر میں پیدا ہوا اور اس کی رنگینیوں میں جوان ہوا۔ ایک معلم کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ تعلیم و تربیت اور معاشرتی عوامل ایک فرد کی شخصیت پر اثر انداز ہو کر اس کے رویے میں کیا تبدیلی لاتی ہے اسی طرح تعلیم و تربیت بھی تعمیر سیرت میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔

سوال نمبر 26۔ تعلیم کی وسیع تر تعریف، شرائط تعلم اور بالیدگی میں فرق اور مرکزی تصورات کو مثالوں کے ساتھ واضح کریں۔

جواب۔

تعلیم کی ضرورت:

ابتدائی دور میں جب کہ انسان تنہا تھا اور وہ اکیلا ماحول کو قابو میں نہیں لا سکتا تھا۔ ماحول کی قوتیں بڑی ظالم تھیں، ان سے نمٹنے کے لیے انسانوں کو یکجا ہونے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جب ضرورت کے تحت غیر منظم انسان ایک دوسرے کے قریب آئے تو ان میں تنظیم اور نظم و ضبط کے بہت سے مسائل سامنے آئے اور ان مسائل پر قابو پانے کے لیے انہوں نے مختلف طریقے، قاعدے اور رہن سہن کے انداز اختیار کیے۔ اس طرح ایک ثقافت وجود میں آئی۔ اور ہر نسل اس ثقافت کو بہتر انداز میں آگے منتقل کرتی رہی۔ اور یہ انتقال ثقافت تعلیم کے ذریعے ہی ممکن ہوا لہذا انسان نے اپنے معاشرے کی ثقافت کو منتقل کرنے کے لیے ایسے ادارے قائم کیے جو تعلیم کا فرض ادا کریں۔ اس ادارے کی ابتداء گھر سے ہوئی جہاں پر ماں باپ کی اہمیت معلم کی سی تھی۔

تعلیم کی اہمیت:

تعلیم معاشرتی لحاظ سے فرد کی اہم ضرورت بن گئی ہے۔ معاشرہ افراد سے وجود پاتا ہے۔ انہیں بہتر زندگی گزارنے کے لیے علم کی ضرورت ہوتی ہے۔ تعلیم کی بدولت وہ نئے رویے اور مہارتیں سیکھ کر اپنی شخصیت میں تبدیلیاں لاتے ہیں، ان کا مقصد اپنے آپ میں استحکام پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اگر کسی فرد کو تعلیم کی سہولتیں میسر نہ آئیں تو اس کی پوشیدہ صلاحیتیں دب کر رہ جاتی ہیں۔ جس معاشرے میں تعلیم کا صحیح بندوبست ہوگا وہ اچھا معاشرہ ہوگا۔ گویا کہ معاشرے کی تشکیل کے لیے تعلیم ضروری ہے۔ معاشرے میں افراد کی ہم آہنگی، اقدار کی یکسانیت، موزوں عقائد، دوسروں کے لیے خلوص و محبت کے جذبات، تعلقات میں خوشگواری جیسی خصوصیات سے معاشرہ مستحکم ہوتا ہے۔ لہذا تعلیم ذات کے لیے ہی نہیں بلکہ معاشرے کے لیے بھی لازم ہے۔ اسلام کے مطابق تعلیم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت کا مقدس فرض ہے۔ جنگِ بدر کا واقع اسلام میں تعلیم کی اہمیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیدیوں کی رہائی کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ جو قیدی دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے گا اس کو رہا کر دیا جائے گا۔ ایک تعلیم یافتہ فرد معاشرے کی ترقی میں زیادہ مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اور ملک کی ترقی کا انحصار تعلیم یافتہ افراد پر ہے۔

بالیدگی اور تربیت بذریعہ تعلیم۔ تعلیم کے لیے کچھ تو باقاعدہ ادارے سکول کالج یونیورسٹیاں قائم کرنے کے علاوہ کچھ ایسے ادارے بھی ہیں جو کہ صرف تعلیمی مقاصد کے لیے نہیں ہوتے بلکہ وہ عملاً تعلیمی مقاصد کے حصول میں معاون ہوتے ہیں۔ ان اداروں میں تعلیم ملنے کے علاوہ تعلیم کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔ ان میں گھر، خاندان، مسجد و دیگر معاشرتی ادارے شامل ہیں۔

گھر اور تعلیم: تعلیم و تربیت کا اولین ادارہ گھر ہے۔ بچہ پیدائش سے لے کر پانچ سال کی عمر تک تمام تعلیم و تربیت گھر ہی سے حاصل کرتا ہے۔ یہیں سے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائمنٹس کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا، رہنا سہنا غرضیکہ سب کچھ یہیں سے سیکھتا ہے۔ گویا بچے کی تعلیم وتربیت کی بنیاد گھر سے ہی رکھی جاتی ہے۔ اور یہیں سے وہ شفقت ومحبت، ہمدردی اور تعاون کے جذبات سیکھتا ہے۔

گھر کو درج ذیل امور میں مدد دینی چاہیے۔

- پرورش، جسمانی تربیت، کھانے پینے کا بندوبست، حفظان صحت کے اصولوں کی پابندی کرنا۔
- بچے کی عادات واطوار پر نظر رکھنا اور شفقت ومحبت سے اس کی تربیت کرنا۔
- تعلیم وتربیت کے ضمن میں مدرسے کی دی ہوئی ہدایات پر عمل کرانا۔
- بچوں کو محنت اور احساس ذمہ داری کا احساس دلانا۔
- بچوں کو اپنے دوستوں کے ساتھ کھیلنے کے مواقع فراہم کرنا تاکہ ان کی معاشرتی تربیت ہو سکے۔
- بچے کی دینی تعلیم کی طرف توجہ مبذول کرانا۔
- بچے میں بڑوں کے ساتھ ادب کے ساتھ پیش آنے کی عادت پیدا کرنا۔
- بچوں میں سچ گوئی سے محبت اور غلط بیانی سے نفرت پیدا کروانا۔

مندرجہ بالا فرائض گھر کی بنیادی ذمہ داریاں ہیں۔ مگر افلاس، جہالت کے باعث بہت کم لوگ اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیتے ہیں۔

گھر اور مدرسہ: مدرسہ ایک منظم ادارہ ہے جو کہ ایک خاص ترتیب کے ساتھ بچوں کو تعلیم دینے کے علاوہ ان کی شخصیت کو نکھارتا ہے۔ بچوں کو مدرسے سے جذباتی لگاؤ ہوتا ہے۔ اور وہ استاد کی بات کو حرف آخر سمجھتا ہے۔ اس کی معلومات پر اعتماد کرتا ہے۔ مدرسہ اس کی شخصیت پر جو نقوش مرتب کرتا ہے وہ زندگی بھر رہتے ہیں۔ اس لیے مدرسے کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اس کو مندرجہ ذیل پہلوؤں پر توجہ دینی چاہیے۔

- مختلف علوم وفنون کی مہارت بچوں میں پیدا کرنا اور انہیں معلومات بہم پہنچانا۔
- بچوں میں یہ جذبہ پیدا کرنا کہ وہ اپنے علم پر خود بھی عمل کریں اور دوسروں تک اس کو پہنچائیں۔
- اپنے دین ومذہب سے عقیدت اور وطن سے محبت پیدا کرنا۔
- بچوں پر انفرادی توجہ دینا تاکہ ہر بچہ اپنی بساط کے مطابق آگے بڑھ سکے۔
- معاشرے کو علم وفضل کی کسوٹی فراہم کرنا، یعنی مدرسے کی دی گئی اسناد سے معاشرہ یہ اندازہ لگا سکے کہ کس سند کا مالک کن صلاحیتوں کا مالک ہے۔
- بچوں میں برے بھلے کی تمیز، حق سے محبت اور برائیوں کو مٹانے کا جذبہ پیدا کرنا۔

قریبی ماحول: بچہ جس جغرافیائی ماحول میں رہتا ہے وہ اس پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور وہ اس کا اثر بھی قبول کرتا ہے۔ ماحول اگر اچھا ہو تو گھر اور مدرسہ دونوں کی کوششیں کامیاب ہوتی ہیں۔ اس لیے ماحول ایسا ہونا چاہیے جو کہ تعلیم وتربیت کے لیے سازگار ہو۔

معاشرہ: بنیادی طور پر انسان اپنے ماحول اور معاشرے کی پیداوار ہوتا ہے۔ معاشرے میں جن چیزوں کا رواج ہو افراد ان کو غیر شعوری طور پر اپنا لیتے ہیں۔ معاشرے میں مختلف ادارے ہوتے ہیں۔ جو کہ افراد پر اپنے نقوش ثبت کرتے رہتے ہیں۔ مختلف قسم کی مذہبی، سیاسی جماعتیں، کلب، سوسائٹیاں، سینما ریڈیو، میلے ٹھیلے، دارالمطالعہ یہ ادارے اگر صحیح بنیادوں پر کام کریں تو افراد کی سیرت وکردار کو سنوارتے ہیں۔ اور معاشرے کو ترقی کی بلندیوں کی طرف لے جانے کا باعث بنتے ہیں۔ معاشرے کا فرض ہے کہ وہ افراد اور اداروں کی سرگرمیوں پر نظر رکھے۔ اچھے کاموں میں ان کے ساتھ تعاون کرے اور برے کاموں کی روک تھام کے لیے سرگرم عمل رہے۔

تعلیمی مقاصد۔ استاد کا مسئلہ یہ ہے کہ اہم مقاصد کا انتخاب کرے کیونکہ آپ نے اکثر طلبہ کو کہتے سنا ہوگا کہ ہمیں معلوم نہیں ہمارے استاد صاحب کیا چاہتے ہیں۔ ہم سوال کا جواب دیتے ہیں وہ ان کی توقعات کے مطابق نہیں ہوتا۔ ہمیں کس طرح پتہ چلے کہ ان کی توقعات کیا ہیں۔ لہذا استاد کے لیے یہ لمحہ فکر ہے کہ وہ سوچے کہ تعلیم کس مقصد کے لیے ہے؟ پاکستان میں تعلیم کس لئے ہے؟ پانچویں جماعت میں ریاضی پڑھانے سے کون سی توقعات پوری ہونا چاہئیں۔ آپ کہیں گے کہ یہ تو کام ہے حکومت اور ماہرین کا لیکن حکومت کے ارباب بست وکشاد اور ماہرین تعلیمی نفسیات کے بغیر ان سوالوں کا خاطر خواہ جواب نہیں دے سکتے۔ تعلیمی نفسیات اس بات کی طرف توجہ مبذول کراتی ہے کہ ان مقاصد کا مرکز بچہ یعنی سیکھنے والا ہے۔ ماہرین نفسیات اس بات پر متفق ہیں کہ مقاصد بچے کے کردار پر زور ڈالیں۔ یعنی یہ اس قسم کے بیانات ہوں جن میں یہ بتایا جائے کہ بچہ اس مضمون کے سیکھنے یا اس سطح کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کیا کچھ کر سکے گا۔

معلم کا کردار۔ ہر معلم یہ جاننا چاہے گا کہ انسان کے کردار کو کیسے تبدیل کیا جاتا ہے اور جب وہ بچوں میں کسی خاص قسم کی تبدیلی لانے میں ناکام ہوتا ہے تو وہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ کیوں ہوا۔ کیا میرے طریقہ کار میں کوئی خامی تھی یا جو میں تبدیلیاں لانا چاہتا ہوں وہ اس کے لیے تیار نہیں یا پھر شاید میری توقعات حقیقت پر مبنی نہیں۔ تعلیمی نفسیات کا پیش کردہ نقطہ نگاہ بھی یہی ہے کہ معلم اس قسم کے سوال کرے اور پھر تعلیمی نفسیات کے مطالعے سے ان کے حل ڈھونڈے۔ اس عمل میں انسانی کردار کے بارے میں منظم طریقے سے معلومات جمع کی جاتی ہیں جو اکتساب کے عمل کی وضاحت کرتی ہیں۔ دوران تدریس پیش آنے والے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک ،ایف اے، آئی کام ،بی اے، بی کام ،بی ایڈ، بی ایس ،ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی ،ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی ،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

مسائل کی گتھیاں سلجھانے کے لیے ایک منظّم طریقہ کار کی نشاندہی کرتی ہیں۔خواہ معلم کا پہلا دن ہو یا اسے پڑھاتے ہوئے کئی سال گزر گئے ہوں اس کو مختلف قسم کے مسائل للکارتے رہتے ہیں

سوال نمبر 27۔ اقسام تعلم ،کلاسیکی ،آلاتی ،عامل تشریط اوران کے فرق کو واضح کریں نیز دانشوروں کے مشہور قوانین تعلیم پر بحث کریں۔

جواب۔

علم کی اقسام: تعلم کے عمل اور اقسام کو جاننے کیلئے انسان ہمیشہ سے سرگرم عمل رہا ہے یہ ہمیشہ متجسس رہا ہے کہ آخر ایک مخصوص صورتحال میں اس کو بہت سی بھولی بسری باتیں کیوں یاد آنا شروع ہو جاتی ہیں۔

ارسطو اور تعلم: چنانچہ ارسطو نے آج سے تقریباً تئیس سو سال پہلے کہا تھا کہ:

الف۔ تعلیم خیالات کے تلازم کا نام ہے۔ ب۔ تعلم ان تین کیفیات کے تابع ہے۔

i۔مشابہت۔ایک جیسا پن: ارسطو کو اس بات کا یقین تھا کہ لوگ ان اشیاء کو آسانی سے جان لیتے ہیں اور یاد رکھتے ہیں جو ایک جیسی ہوں چنانچہ ہمارے پڑوس میں بہت سے خاندان آئے اور چلے گئے لیکن وہ بھائی ہمیشہ اس لئے یاد رہے کہ جڑواں تھے۔

ii۔فرق۔تقابل: اسی طرح اس کا کہنا ہے کہ جو اشیاء انہیں میں واضح طور پر مختلف ہوتی ہیں وہ بہت جلد تعلم اور حافظہ کے احاطہ میں آجاتی ہیں۔کئی اچھے اداروں میں نیلے کوٹ کے ساتھ سرخ ٹائی باندھی جاتی ہے۔اس فرق کی وجہ سے ہمیں یہ لباس اور اس کے پہننے والے اکثر یاد رہتے ہیں۔زمانہ لباس میں بھی تقابل کا بہت اہتمام کیا جاتا ہے۔یہی سبب ہے کہ محفل میں بلا ارادہ بھی نگاہ ان کی جانب اٹھ جاتی ہے۔

iii۔قرب Contiguity: ارسطو کو اس بات کا بھی یقین تھا کہ جو واقعات ایک ہی وقت یا ایک ہی مضامین نہیں آتے ہیں زیادہ آسانی سے احاطہ تعلم میں آجاتے ہیں۔چنانچہ آپ نے محسوس کیا ہوگا جن بچوں کی سالگرہ 23 مارچ قرارداد پاکستان 14 اگست حصول پاکستان یا 25 دسمبر تاریخ و پیدائش قائداعظم یا اس قسم کی اہم تاریخوں کو پڑتی ہے۔نہایت آسانی سے یاد رہتی ہے اس لیے ان تاریخوں کے ساتھ پاکستان کی تاریخ کا کوئی اہم واقعہ وابستہ ہوتا ہے۔

تعلم بذریعہ تلازم: ہرگاہ کہ برٹش سکول اور ایسوسی ایشن ازم British School or Association نے بہت پہلے سے تعلم بذریعہ تلازم پر غور و فکر شروع کر دیا تھا لیکن ان کی ذہنی پرواز خالصتاً نظریاتی تھی۔حتیٰ کہ بیسویں صدی کی ابتدا میں ہمیں ایسے دو مرد دان جلیل نظر آتے ہیں۔جنہوں نے اس کو تجرباتی تجزیہ سے روشناس کرایا جن دنوں ایڈورلی تھارن مواتیک اس موضع پر امریکہ میں تجربات کر رہے تھے۔

تھارن ڈائیک نے اپنا نصف صدی سے بھی زیادہ وقت ان تجربات پر صرف کیا اور غالباً امریکہ میں تعلیم اور تعلم کی نفسیات کو انہوں نے سب سے زیادہ متاثر کیا غالباً تعلم بذریعہ تلازم سازی دنیا میں فطری ہونے کے سبب انتہائی مقبول طریقہ تعلیم ہے۔بچے کو نئے الفاظ تلازم ہی ذریعہ اشیاء اور افراد سے ان کو تعلق سکھاتے ہیں یہی صورت اساتذہ کے ساتھ ہے۔وہ بچوں کو تصاویر اور الفاظ حروف کے اصوات اور الفاظ و افکار ہیں رابطہ پیدا کرنا سکھاتے ہیں۔اگر کسی مدرسے کی تمام دن کی فعالیتوں کا جائزہ لیا جائے تو ثابت ہو جائے گا کہ بیشتر فعالیتی ملازم کی ہی مرہون منت ہیں۔جبکہ طالبعلم کا مخصوص قلم مشین کے اس حصے کو چھو سکے گا جہاں لکھا ہوا ہے اس سے گراں گوشی بچہ کے لفظ کو تصویر سے رابطہ کی وجہ سے سمجھ لے گا۔اب آپ کو یہ پتہ چل سکتا ہے کہ یہی سب ملازم کی کارفرما ہوتی ہیں۔

کلاسیکی تشریط: پاف لوف نے تعلم بذریعہ تلازم میں تجربہ کیا گیا تو اس سے کلاسیکی تشریط میں تقدم کی حیثیت رکھتا ہے لیکن اس کا تجربہ بیان کرنے سے پیشتر میں ایک آسان سی مثال کا ماحول کچھ اسطرح سے ہے کہ جیسے ایک طالبعلم حساب میں کمزور ہے اس کو ہر مرتبہ اپنے ہم جماعتوں کے سامنے خفیف ہونا پڑتا ہے استاد اس کو ہر روز جماعت میں ڈانٹتا ہے۔اور اس کے دوست جماعت کے باہر اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔قریب کتری میں کوئی منطقی رابطہ نظر نہیں آتا لیکن ان حالات میں بچہ حساب سے اس درجہ بڑھنے لگتا ہے کہ جب اس کو گھر کے سودا سلف کی قیمتوں کو جمع کرنے کیلئے کہا جاتا ہے تو یہ بات ٹال جاتا ہے یا احساس کمزوری کے سبب غلب جواب نکال لیتا ہے۔

اب اگر پاف لوف کا تجربہ کریں تو اس نے اپنے بھوکے کتے کو ساز میں اس طرح باندھا کہ تجربہ کے دوران وہاں سے ہٹ نہ سکے اور اس کے منہ میں ایک ایسی نلکی رکھ دی جس کے ذریعے سے اس کا لعاب دہن نیچے رکھے ہوتے مقیاس لعاب میں جمع ہو سکتے شروع میں جب گھنٹی بجی اور گھنٹی کے ساتھ ہی اس کے سامنے کھانا آگیا تو کتے نے اس گھنٹی پر کوئی خاص توجہ نہ دی لیکن جب صبح و شام ایسا ہوا کہ ادھر گھنٹی بجی ادھر کھانا لایا گیا تو کتے نے گھنٹی اور کھانے میں ربط کو سمجھنا شروع کر دیا۔اور گھنٹی بجتے ہی کھانے کی توقع میں لعاب دہن نے بہنا شروع کر دیا۔حتیٰ کہ یہاں تک ہوا کہ محض گھنٹی بجنے پر کھانا نہ لانے کے باوجود لعاب دہن پوری مقدار میں بہا چنانچہ وہ جوابی عمل لعاب دہن کا بہنا حد فطری طور پر راتب کیلئے مخصوص تھا گھنٹی پر مشتعل ہو گیا اس قسم کے اشتعال کی کیفیت کو کلاسیکی تشریط کہتے ہیں۔لیکن راتب کے بغیر محض گھنٹی کی آواز کی صورت میں زیادہ عرصے تک قائم نہیں رہتی۔چنانچہ اس تجربہ میں بھی جب بار بار گھنٹی بجنے کے باجود کھانا نہ آیا۔بالآخر ایک وقت آگیا کہ کتے کے نزدیک گھنٹی اور کھانے کا تعلق منہدم ہو گیا اور محض گھنٹی کی آواز پر لعاب نہ بہا۔

آلاتی تشریط Instrumental Conditioning: جس زمانے میں پاف لوف روس میں کتے پر تجربات کر رہا تھا اسی دور میں تھارن وائیک امریکہ میں اپنے تجربات میں بلیوں کو استعمال کر رہا تھا۔یہ اس نظریہ اس کا نظریہ کا پیرو کار تھا۔کہ وہی کام کرتے ہوں جن سے ہمیں راحت نصیب ہو۔اوران

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

کاموں سے گریز کرتے ہیں جن کا انجام ہمارے لیے باعث آزار ہو۔ چنانچہ اس نے بلی کوایک خاص طرز کے پنجرے میں بند کر دیا۔ پہلے تو بلی نے پنجرے میں بظاہر بے مقصد چکر کاٹے پنجوں سے مارا اور جسم کو کھایا۔ پنجرے کی سلاخوں پر زور آزمائی کر کے اسے وسیع کرنے کی کوشش کی لیکن اس کشمکش میں اتفاقاً اس کا پنجہ اس ہول پڑ گیا۔ جن سے پنجرے کا دروازہ کھل گیا اور بلی آزاد ہوگئی۔ اور یہ آزادی اس کیلئے باعث راحت تھی اس کے ساتھ ہی کسی حد تک اس نے آزاد ہونے کا طریقہ بھی سیکھ لیا۔ اس سے تھارن ڈائیٹ نے یہ نتیجہ نکالا کہ ہم راحت بخش صورتحال کی طرف بڑھنا اور تکلیف دہ ماحول سے بچنا سیکھتے ہیں اس نوع کے تعلم کو تھارن ڈائیک نے تعلم بذریعہ آلاتی تشریط کا نام دیا۔

عامل تشریط اور کمک دہی Operant Conditioning and Reinforcement: کمک دہی کا فرد کے افعال سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ انسان اسی فعل کی تکرار کرتا ہے جس میں اس کو تسکین نصیب ہوتی ہے اور جس رویہ سے اس کو مسرت نہیں ہوتی اس کو حتی الامکان ترک کر دیتا ہے ماہرین نفسیات نے ابتداء میں کمک دہی کے تجربے چوہوں پر کئے۔ ان کو بھول بھلیوں میں بند کر دیا جس کے بے شمار راستوں میں سے صرف ایک راستہ پنیر تک جاتا تھا شروع شروع میں چوہوں کو اس تک پہنچنے کیلئے کئی غلط راستوں سے گزر کر جانا پڑا۔ آخر کار وہ کامیاب ہوگئے چنانچہ خوراک کا حصول ان کے لئے کمک دہی تھی۔ چنانچہ چند تجربات کے بعد انہوں نے غلطیاں کرنا چھوڑ دیں۔ بھوک کی صورت میں باآسانی وہی راستہ اختیار کرتے جو انہیں رکاوٹ کے بغیر لے جاتا تھا۔ وہ تعریف جو بچہ استاد کو جماعت میں سب سے پہلے صحیح حل دکھا کر حاصل کرتا ہے وہ اعزاز جو حسن کارکردگی کی بدولت اپنے ہم جماعتوں کی آنکھوں میں اپنے لئے پاتا ہے اس کے لئے حقیقت کمک دہی کا کام کرتے ہیں اور یہ محنت اس کرنے میں زیادہ آمادہ کرتی ہیں۔

تعلم بذریعہ بصیرت: نفسیات کے جرمن مدرسہ فکر کو گسٹالٹ کہتے ہیں۔ اس کی ابتداء جرمنی میں 1912 میں ہوئی۔ اسکے علماء کسی معاملے کو سمجھنے کیلئے پورے ماحول پر نظر رکھنے کیلئے اصرار کرتے ہیں اس کے صرف ایک گوشے کے تجربے کو کافی نہیں سمجھتے۔ ان کا کہنا ہے اس شکل کو محض نقطے اور سطور کہنا کم فہمی کی بات ہوگی۔ ذرا سی توجہ کے بعد یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ شکل درحقیقت سطور و نقاط کے پانچ جوڑوں کا مجموعہ۔ یہ بات تب ہی ذہن میں آئے گی جب پورے ماحول کو منظر عمیق دیکھا جائے ورنہ ایک ایک سطر اور اسکے بالائی حصے کے قریب ایک ایک نقطہ نظر آتا رہے گا۔ حالانکہ اس شکل کی سب سے بڑی خصوصیت اور اس کی روح ان سطور نقاط کا جوڑا ابن ہے جو پوری فضا کو نظر میں رکھتے بغیر سمجھ نہیں آ سکتا۔

اسکی طرح کی ایک اور مثال ہے 2,4,6,8,10 جو نظری میں یہ چند ہندسے لکھ دیئے گئے ہیں۔ اور بس لیکن پورے ماحول کو سمجھنے کے بعد دو باتیں ترتیب سے اور تنظیم سے لکھے گئے ہیں اور وہ ہے کہ ہر دو ہندسوں کے درمیان ہو دو کا فرق ہے۔ چانچہ ان کے نزدیک تعلم کا رویہ کو چھوٹے اجزا میں بانٹ کر اس کا صحیح تجزیہ نہیں ہو سکتا۔ تعلیم کی ذمہ دار تو وہ تمام کی تمام فضا اور پورا کا پورا ماحول ہے جس کا جائزہ خالصتاً طور پر ہو گیا ہے۔ گسٹالٹ کے لغوی معنی نمونہ یا تشکیل کے ہیں۔ اس کے ایک اور پیرو کار کوہلر نے تعلم کے میدان میں خاصا کام کیا۔ پہلی جنگ عظیم میں اسکوٹے کوریف کے جزیرے پر رہنا پڑا جہاں اسے بندروں پر کئی تجربات کرنے کا مواقع میسر آئے۔ چنانچہ اس نے چند بندروں کو ایک بڑے سے پنجرے میں بند کر دیا اور اس کے اندر چند چھڑیاں بھی رکھ دیں اور پنجرے کے باہر اتنے فاصلے پر کیلے لٹکا دیئے جو چھڑی کے استعمال کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ شروع میں بندروں نے ہاتھ بڑھا کر خوراک حاصل کرنا چاہی لیکن کامیابی نہ ہوئی پھر ایک چھڑی اٹھا کر کیلے کو اپنی طرف گھسیٹا اور یوں کیلا حاسل کرنے میں کامیاب ہوگئے بلکہ ایک مرتبہ جو ایک بندر نے تو لمبی شاخ توڑ کر کیلا حاصل کیا۔ غرضیکہ پورے ماحول کو سمجھنا موجودہ اشیا کے تعلق اور ان کو جاننا اور ان کو ایک پُر معنی طریقے میں ترتیب دینا تعلم بذریعہ بصیرت ہے۔ بصیرت سے پہلے اس کو سمجھنا بھی عقلمندی کی نشانی ہے۔

سوال نمبر 285۔ تدریس کے مفہوم اوراس کے طریقوں کا تقابلی جائزہ لیں اور طلبہ کے جسمانی، ذہنی، سماجی اور نفسیاتی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی مناسب طریقے کا انتخاب کریں۔

جواب۔

تدریس کا مفہوم

لغوی اعتبار سے ''تدریس'' کا لفظ عربی زبان کے لفظ ''درس'' سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ''سبق'' یا ''جو چیز پڑھائی جائے'' اس لحاظ سے عرف عام میں تدریس سے مراد ہے۔ استاد کا طلبہ کو کوئی چیز پڑھانا یا کوئی علم، معلومات یا مہارت ان تک منتقل کرنا وغیرہ۔ گویا تعلیمی مقاصد کے حصول کے لیے استاد کی وضع کردہ یا اختیار کردہ تمام حکمت عملیاں طریقے اور تکنیکیں جن کی وساطت سے وہ طلبہ تک کوئی معلومات، مہارتیں یا اقدار منتقل کرنا مقصود ہو تدریس کہلاتے ہیں۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو کمرہ جماعت میں استاد کا ہمہ وقت پڑھانا یا تقریر کرنا ہی تدریس نہیں بلکہ اگر وہ کسی مناسب مرحلے پر خود خاموشی سے جماعت میں چکر لگا رہا ہے اور طلباء خاموش مطالعے میں مصروف ہیں تو بھی استاد کا یہ فعل عمل تدریس کا حصہ شمار ہوگا۔

تدریس کے اہم اصول۔ اب جبکہ آپ نے تدریس کی نوعیت اور اس کے مختلف خصوصیات کا تفصیلی مطالعہ کر لیا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تدریس کے مختلف اصولوں پر بھی کچھ بات چیت ہو جائے فرد کے لیے تعلیم و تدریس کی اہمیت کے پیش نظر یہ ضروری امر ہے کہ استاد تدریس کے لیے کچھ قوانین اختیار کرے گا جو اس تدریس کی بنیاد قرار پاتے ہیں۔ یہی تدریس کے اصول ہیں۔ مقاصد تدریس طلباء اور مواد تدریس کی نوعیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اگرچہ تدریس کے اصولوں کی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے،ایم ایس سی،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے، آئی کام ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس سی ،پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

ایک طویل فہرست مرتب کی جاسکتی ہے،ان میں سے چیدہ چیدہ اور اہم اصول ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

تدریس کے اہم اصول درج ذیل ہیں۔

اصول دلچسپی

اصول دلچسپی سے مراد یہ ہے کہ استاد اپنے سبق کو زیادہ سے زیادہ پرکشش بنا کر پڑھائے تا کہ طلباء اس کی طرف ہمہ تن گوش ہوں۔ظاہر ہے کہ استاد کی تدریس اگر دلچسپ نہیں ہوگی تو طلباء کو سوائے بوریت کے اس سے کچھ نہیں ملے گا۔سبق کو دلچسپ بنانے کے لیے ضروری ہے کہ استاد بچوں کے قدرتی رجحانات کا بغور مطالعہ کرے اور پھر ان کی ضروریات اور دلچسپیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تدریس کی جزئیات طے کرے تا کہ وہ اس میں دلچسپی لینا شروع کر دیں۔

اصول آمادگی

اصول آمادگی سے مراد یہ ہے کہ استاد طالب علم کو سبق پڑھانے پر آمادہ کر کے اپنی تدریس کا آغاز کرے کیونکہ اگر طالب علم سبق کے لیے آمادہ ہی نہیں ہوگا تو تدریس سے کوئی مقاصد حاصل نہیں ہوسکیں گے۔آمادگی کے دو پہلو ہیں۔

۱۔ جسمانی آمادگی: جسمانی آمادگی سے مراد یہ ہے کہ کوئی موضوع یا مہارت شروع کرنے سے پہلے استاد کو یہ دیکھ لینا چاہیے کہ کیا طالب علم طبعی عمر کے اعتبار سے جسمانی طور پر وہ چیز سیکھنے کے قابل بھی ہے یا نہیں کیونکہ بعض تصورات اور مہارتوں کو ایک مخصوص عمر سے پہلے سیکھنا نہیں ہوتا مثلاً چار سال کا بچہ الجبرا کے کلیات کو نہیں سمجھ سکتا تاہم اسے گنتی اور حروف ابجد جیسی بنیادی باتیں آسانی سے سمجھائی جاسکتی ہیں۔

۲۔ ذہنی آمادگی: ذہنی آمادگی ہماری توجہ اس کی طرف دلاتا ہے کہ بچہ خواہ جسمانی طور پر یا بلحاظ عمر کسی تصور کو سمجھنے کے قابل ہو چکا ہو مگر ان کو ذہنی طور پر اس مقصد کے لیے راغب کرنا بھی نہایت ضروری ہے مثلاً تفریح کے بعد بچے ابھی کھیل کی باتوں میں ہی مصروف ہیں اور استاد آکر فوراً انہیں سطح کے لحاظ سے پاکستان کے حصے پڑھانا شروع کر دیتا ہے۔

انفرادی اختلافات کا اصول

کمرہ جماعت میں موجود تمام طلباء یکساں معاشرتی و معاشی پس منظر کے حامل نہیں ہوتے اسی طرح ان کی ذہانت بھی یکساں نہیں ہوتی۔جس کی بناء پر ان کے تعلیمی مسائل جدا جدا ہوں گے۔ استاد کو تدریس میں سب کو ایک لاٹھی سے نہیں ہانکنا چاہیے بلکہ عمر، ذہانت اور قابلیت وغیرہ میں ان کے انفرادی اختلافات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے تدریسی فرائض سرانجام دینے چاہئیں اور جو طلباء خصوصی توجہ کے مستحق ہوں ان کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرنا چاہیے۔

اصول شراکت

تدریس یک طرفہ ٹریفک کا نام نہیں کہ صرف استاد ہی بولتا یا لکھتا چلا جائے اور طلباء کی طرف سے اس ضمن میں کوئی ردعمل نہ ہو۔بلکہ موثر تدریس اس اصول کو بھی مدنظر رکھتی ہے کہ استاد طلباء کو سبق میں برابر کا شریک سمجھے اور دوران تدریس مختلف مسائل و نکات پر انہیں اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دے۔باہمی بات چیت، بحث و تمحیص اور سوال و جواب کی پوری آزادی ہوتا کہ وہ ہر مسئلے پر کھل کر اظہار رائے کر سکیں۔اس سے تعلم پختہ تر ہوگا۔

معلوم سے نامعلوم کا اصول

تدریس میں معلوم سے نامعلوم کے اصول کا مطلب یہ ہے کہ استاد اپنی تدریس کا نقطہ آغاز اس مخصوص سرمایہ علم کو بنائے جو پہلے سے طلباء کے پاس موجود ہے۔اس مقصد کے لیے اسے موضوع سے متعلق طلباء کی سابقہ واقفیت کا جائزہ لینا اشد ضروری ہے تا کہ طلباء کے سابقہ علم کو بنیاد بنا کر وہاں سے تدریس کا عمل شروع ہو۔

آسان سے مشکل کا اصول

آسان سے مشکل کے اصول سے مراد یہ ہے کہ استاد ابتداء میں آسان آسان تصورات، موضوعات، کلیات وغیرہ طلباء کے سامنے پیش کرے اور پھر بتدریج مشکل تصورات و معلومات کو لائے۔اس حکمت عملی سے طلباء کے ذخیرہ معلومات میں آہستہ آہستہ اضافہ ہوتا جائے گا انہیں آنے والی ہر بات قدرے مشکل معلوم ہوگی تو اس طرح ان کے سامنے چیلنج بھی موجود رہے گا۔

اصول حرکت

اصول حرکت کو تدریس میں خاصی اہمیت حاصل ہے۔اس اصول کا مطلب یہ ہے کہ تدریس کے ساتھ کوئی نہ کوئی عملی سرگرمی بھی وابستہ ہونی چاہیے جس میں طلباء بہ نفس نفیس حصہ لے کر تعلم کو پختہ کریں مثلاً سائیفن کے متعلق پڑھانے کے بعد استاد کو عملی طور پر سائیفن چلانے کے لیے طلباء کی رہنمائی کرنا چاہیے تا کہ وہ اسکے اصول اور طریقہ کار کردگی کو پوری طرح سمجھ لیں۔اصول حرکت بلاشبہ تعلم کو مؤثر اور دیرپا بنانے میں بڑا اہم کردار ادا کرتا ہے۔

اصول ربط

اصول ربط سے مراد یہ ہے کہ استاد تدریسی مواد کے انتخاب اور پھر اسے پڑھاتے وقت طلباء کی زندگی سے اس کے ربط کو ہمیشہ مدنظر رکھے۔ظاہر ہے کہ جس چیز کا طلبہ کو اپنی زندگی سے دور کا بھی واسطہ نظر نہیں آتا اور اس کے سیکھنے میں کیوں کر کوشش کریں گے۔اس لیے استاد کو تدریس میں اصول ربط کا خیال رکھتے ہوئے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

تمام تر تدریسی عمل کو اس طرح اختیار کرنا چاہیے کہ طلباء کو اس میں زندگی کے ساتھ ربط اور معنویت نظر آئے نہ کہ وہ اسے فضول سمجھ کر سرے سے ہی نظر انداز کر دیں۔

منصوبی طریقہ تدریس۔

منصوبی طریقہ تدریس کی درج ذیل خوبیاں ہیں۔

ا۔ منصوبے پر چونکہ قدرتی ماحول میں عمل درآمد ہوتا ہے اس لیے مدرسے میں حاصل کئے گئے علم کا حقیقی زندگی میں اطلاق کرنے کا انہیں موقع میسر آتا ہے اس سے تعلم راسخ ہو جاتا ہے۔

۲۔ منصوبے کے تمام مراحل میں استاد اور طلباء کے باہمی اشتراک عمل سے ان کی ہمہ گیر معاشرتی اور جذباتی نشوونما کی راہیں ہموار ہو جاتی ہیں۔

۳۔ طلباء کو ایک دوسرے کی بات بغور سننے اور اختلاف رائے کا احترام کرنے کا عظیم درس ملتا ہے جو بلا شبہ ہماری اسلامی اقدار کے عین مطابق ہے۔

۴۔ منصوبے کی تکمیل کے دوران طلباء کو عملی طور پر کچھ نہ کچھ ضرور کرنا ہوتا ہے۔ اس سے طلباء کو مختلف قسم کی مہارتیں سیکھنے کے مواقع بھی میسر آتے ہیں۔

منصوبی طریقہ تدریس کی خامیاں: منصوبی طریقے میں کچھ خامیاں بھی پائی جاتی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ منصوبی طریقہ تدریس کو تمام مضامین اور موضوعات کی تدریس کے لیے یکساں افادیت سے استعمال نہیں کیا جا سکتا مثلاً معاشرتی علوم میں کسی مقام کی سیر کرنے اور اس کا ماڈل بنانے کے لیے یہ تو مفید ہے جبکہ اردو، انگریزی وغیرہ کی تدریس میں یہ طریقہ اتنا سود مند نہیں۔

۲۔ منصوبی طریقہ واقعات سے متعلقہ تصورات کی تدریس کے لیے زیادہ موثر نہیں۔

۳۔ غریب ممالک میں جہاں مالی وسائل کی اتنی فراوانی نہیں ہے اس طریقہ کا استعمال بہت مہنگا پڑتا ہے۔

۴۔ منصوبے کے مختلف مراحل پر چونکہ خاصا وقت لگتا ہے اس لیے اس وقت کے مقابلے میں ہونے والے تعلم کی رفتار سست ہوتی ہے۔

تقریری طریقہ تدریس۔

تدریس کے طریقوں میں تقریری طریقہ تدریس بھی خاص اہمیت کا حامل ہے اور میرے خیال میں یہ سب سے اہم طریقہ تدریس ہے۔ تقریر کسی چیز کی وضاحت کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ اسے گفتگو یا وعظ سے متماثل قرار دیا جا سکتا ہے۔ مگر ان تینوں میں کچھ اجزاء منفرد ہیں۔ گفتگو دو افراد کے درمیان ایک مکالمہ کی صورت میں تبادلہ خیالات کی ایک شکل ہے۔ وعظ میں پندونصائح کے انبار اور لفاظی کے انبار کا اظہار ہوتا ہے۔ تقریر اظہار مدعا کا ایک مربوط اور منضبط طریقہ ہے۔ جس میں مقرر ایک نکتہ کے بعد دوسرا نکتہ واضح کرتا چلا جاتا ہے۔ جب اس طریقہ کو تعلیم میں بطور ایک طریقہ تدریس استعمال کیا جاتا ہے۔ تو اس کا مقصد کسی مسئلے کی وضاحت یا کسی سوال کے جواب میں طلبہ کے سامنے موضوع کے اہم نکات کی تشریح کرنا ہے۔ تقریر ایک کہانی کی صورت میں پیش کی جاتی ہے۔ تا کہ وہ سامع کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کر سکے اور اس کے تخیل کو حرکت دے۔

جدید تعلیمی نظریات۔

جدید تعلیمی نظریات میں تقریری طریقہ کو ثانوی سکول سطح تک کوئی مقام نہیں دیا جاتا بعض ماہرین تعلیم کے نزدیک کالج اور یونیورسٹی کی سطح کے لئے بھی تقریری طریقہ بطور طریقہ تعلیم کے قابل قبول نہیں موجودہ رجحان ایسے جدید طریقوں کی طرف ہے جن میں طلبہ کو زیادہ سے زیادہ سرگرم عمل دینے کے مواقع میسر آئیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ کہ قدیم فلسفہ ہائے تعلیم جو تعلیمی سرگرمیوں کا مرکز استاد کو قرار دیتے تھے۔ اس استاد مرکز تعلیم میں طالب علم کو ایک خالی برتن تصور کیا جاتا تھا۔ جس میں استاد تقریروں کے ذریعے تمام دانائی انڈیلنے کی کوشش کرتا تھا۔ جسے اس نے اعلیٰ تعلیم تجربہ اور عمر کی وجہ سے حاصل کیا ہوا ہوتا تھا۔ پرانے نظریات کے مطابق مدرسہ کا تمام نظام استاد مرکز تھا۔ اس کی تمام سرگرمیاں استاد کے گرد گھومتی تھیں۔ تعلیم کا مقصد معلومات جمع کرنا تھا۔ جدید طریقوں کے بانیوں نے اپنی اصلاح پسندی میں تقریر یا دوسرے قدیم طریقوں کے مفید پہلوؤں کو نظر انداز کر دیا۔ اب جبکہ ہم جدید طریقوں پر نظر دوڑاتے ہیں تو ایسا بہت کم نظر آتا ہے کہ ان طریقوں کو اسی طرح استعمال میں لایا جا رہا ہو۔ جس طرح ان کے بانیوں نے تجویز کیا تھا۔ یا کر کے دکھایا تھا۔ طریقہ قدیم ہو یا جدید اس میں خامیاں ضرور ہوتی ہیں۔ تقریری طریقہ مکمل طور پر خامیوں کا مجموعہ نہیں بلکہ اس میں خوبیاں بھی پنہاں ہیں جن کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

تقریری طریقہ کار کی ضرورت: اگر ہم کمرہ جماعت کی مجموعی صورت حال کو تصور میں لائیں تو اندازہ ہو گا کہ بے شمار مواقع پر استاد کو مضمون یا موضوع کی وضاحت اور تشریح کے لئے تقریر کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ گفتگو سرگرمی یا عملی کام سے طلبہ جو سیکھتے ہیں اسے منضبط صورت دینے کے لئے ضروری ہے کہ استاد تقریر کی صورت میں طلبہ کے سامنے پیش کرے۔ اس طرح ایک طرف طلباء اپنے حاصل کردہ علم کو منظم اور مربوط صورت میں دیکھ سکیں گے اور دوسری طرف ان کو ایسے نکات معلوم ہونگے جو سرگرمی یا عمل کے دوران ان کی نظر سے اوجھل ہو گئے ہونگے۔ استحصانی اسباق کو تقریری طریقہ کے علاوہ کسی اور دوسرے طریقے سے پڑھانا ممکن نہیں۔ تقریر سے جو فضا پیدا ہوتی ہے۔ وہ ان جذبات کو متحرک کرتی ہے جو ضروری ہوں۔

خوبیاں: نئے موضوع کا تعارف: کسی نئے موضوع کا تعارف کرانے کے لئے تقریری طریقہ سے بہتر اور کوئی موزوں طریقہ نہیں۔ طریقہ ہائے تعلیم کا تعارف اور طر

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختیاری مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم فل پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آئیڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

یق کار کا بیان بھی لیکچر کے بغیر ممکن نہیں۔استاد اپنی تقریر کے ذریعے نہایت نپے تلے انداز میں مختصر طور پر منظّم طریقے سے موضوع کا تعارف کراتا ہے۔

طلبہ کی دل چسپی بڑھتی ہے:۔ استاد تقریر کے ذریعے خصوصی انداز میں اپنے وسیع تجربے اور تخیل کی مدد سے طلبہ میں دل چسپی پیدا کرتا ہے۔واقعات وحالات کو لفظی تصویر کی صورت میں پیش کرتا ہے۔اس سے نہ صرف طلباء حقائق کا ادراک کرتے ہیں بلکہ اپنے اپنے نقطہ نظر کے مطابق ان واقعات کے مختلف کرداروں کے ساتھ متماثل قرار دیتے ہیں۔

تقریر زندگی کی عکاسی کرتی ہے:۔ معاشرت کا تعلق گزشتہ واقعات سے ہے کہانیاں انہی معاشرتی واقعات کی عکاس ہوتی ہیں۔زندہ معاشروں میں معاشرتی تعمیر کا عمل جاری رہتا ہے۔کمرہ جماعت میں واقعات بیان کرنا،کہانیاں سنانا،نظریات پیش کرنا،معاشرتی عمل کا حصہ ہیں۔اس طرح تقریر کا طریقہ کمرہ جماعت کو زندگی کے قریب لے آتا ہے۔

وقت کی بچت:۔ جدید تعلیمی نظریات ایسے طریقہ تعلیم کی حمایت کرتے ہیں جن میں طلباء کو مصروف عمل رہ کر بذاتِ خود جاننے اور سیکھنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ان طریقوں میں وقت ضائع ہوتا ہے۔ اور زیادہ وقت سے معمولی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔لیکن تقریری طریقہ میں وقت کی بچت ہوتی ہے۔سکولز میں رائج موجودہ طویل نصاب کو صرف تقریر طریقہ کے ذریعے ہی مکمل کیا جاسکتا ہے۔

مزید معلومات کی فراہمی:۔ سکولوں میں عموماً درسی کتاب ہی معلومات بہم پہنچانے کا واحد طریقہ ہے۔لیکن درسی کتب میں معلومات اتنی مختصر ہوتی ہیں کہ طلبہ کی تسلی وتشفی نہیں ہوسکتی۔تقریر طریقہ ہی ایسا میتھڈ ہے کہ استاد دوسرے ذرائع سے مواد اکٹھا کر کے بذریعہ لیکچر درسی کتابوں کی معلومات کی فراہمی کی کمی کو دور کرسکتا ہے۔اس کے علاوہ درسی کتب میں مواد کو پیش کرنے کا طریقہ خاصا نقص دار ہوتا ہے۔ بعض نظریات وحقائق کو نظرانداز کردیا جاتا ہے۔جبکہ ایک استاد بذریعہ تقریر ان نظریات وواقعات اور حقائق کی صحیح تشریح کرسکتا ہے۔اس کے علاوہ استاد بذریعہ تقریر واقعات کو مناسب تناظر میں بھی پیش کرنے کا وسیلہ ہے۔

خامیاں: ☆ کچھ ماہرین یہ خیال کرتے ہیں کہ تقریری طریقہ تدریس میں وقت کا ضیاع ہے۔استاد جن کاموں کے متعلق لیکچر دیتا ہے۔وہ طلبہ پہلے ہی کرچکے ہوتے ہیں۔ یا بذریعہ سرگرمی کرچکے ہوتے ہیں۔ اس لئے تقریر کے ذریعے سمجھانے کا مطلب وقت ضائع کرنا ہے۔

☆تقریری طریقہ میں استاد 45 / 40 منٹ تک لیکچر دیتا ہے۔ مسلسل تقریر سننے سے طلبہ بوریت محسوس کرنے لگتے ہیں۔اور تقریر کے نکات پر ان کا دھیان نہیں ہوتا۔نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انہیں لیکچر کے اختتام پر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

سوال نمبر 29۔ تعلیم میں امتحان کا کردار بیان کریں اور اس بات کی وضاحت کریں کہ تعلیم میں امتحانات کے استعمال کے مختلف اغراض ومقاصد کیا ہیں؟

جواب۔

تعلیم میں آزمائش یا امتحان کا کردار۔

آزمائش طلباء کے تحصیل علم کے درجے کو پرکھنے کے لیے ایک آلہ استعمال ہوتا ہے۔اگر کسی مضمون میں کسی طالب علم کے تحصیل علم کے درجہ کو معلوم کرنا ہوتو عام طور پر اساتذہ ایک پرچہ تیار کرتے ہیں جو چند سوالات پر مشتمل ہوتا ہے اس پرچہ کو ٹیسٹ کہتے ہیں سائنس کا مضمون میں طلبہ کے عملی امتحانات ہوتے ہیں ان میں بھی جو سوالات کئے جائیں اور جن تجربات کو کرنے کے لیے کہا جائے ان سوالات یا تجربات کو آزمائش کہا جاتا ہے۔یہ آزمائشیں بچے کی قابلیت اور اہلیت کو جانچنے کے لیے بنیادی آلہ کار کے طور پر استعمال ہوتی ہیں ہمارے ہاں روایتی طریقہ امتحانات میں سوالات پر مشتمل وہ پرچے جو کمرہ امتحانات میں بچوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں آزمائش کہلاتے ہیں۔جدید طریقہ امتحانات میں وہ پرچے معروضی سوالات ہوسکتے ہیں۔

تعلیمی پیمائش اور تعلیمی جائزہ:

تعلیمی جائزہ کا مفہوم بہت سے اساتذہ پر واضح نہیں اور وہ اسے تعلیمی پیمائش کے مترادف ہی سمجھتے ہیں۔ڈکشنری آف ایجوکیشن کے مطابق اس عمل کا نام ہے جس میں پیمائش کے معیاری پیمانے استعمال کر کے کسی چیز کی مقدار یا قدر وقیمت کو معلوم کیا جاتا ہے۔کارٹر۔وی۔غڈ کے مطابق تعلیمی جائزہ عمل ہے جس میں عام طور پر ایک استاد مختلف ذرائع سے حاصل شدہ معلومات کا استعمال کر کے اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش کرتا ہے کہ طالب علم کے رویے میں کس حد تک تبدیلی واقع ہوئی ہے۔تھارن ڈائیگ اور ہیگن کے مطابق جائزہ کا عمل تعلیمی پیمائش کے عمل سے بہت مماثلت رکھتا ہے۔لیکن بعض حیثیتوں سے جائزہ کا عمل زیادہ جامع ہے۔ طالب علم کے تحصیل علم کا جائزہ لینے کے لیے رسمی ذرائع کے علاوہ غیر رسمی ذرائع بھی استعمال میں لائے جاتے ہیں۔اس کے ذریعے یہ بتانے کی کوشش کی جاتی ہے۔کہ یہ طالب علم تعلیمی اعتبار سے اچھا ہے یا بُرا۔تعلیمی پیمائش کا یہ عمل اور اس میں استعمال ہونے والے ذرائع جتنے زیادہ صحیح ہوں گے اس عمل کے نتائج کی صحت اتنی ہی زیادہ قابل اعتماد ہوگی۔نیکسن کے مطابق تعلیمی جائزہ کا عمل بہت جامع ہے۔اس میں تعلیمی پیمائش کے جملہ آلات یعنی تعلیمی آزمائشیں شامل ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں تجربہ گاہوں میں طلباء کی کارکردگی کی رپوٹیں سیر وتفریح میں طلباء کے رویہ پر رپورٹیں تحقیقی مقالات،ٹرم پیپرز اور مجموعی ریکارڈ کا مشاہدہ بھی تعلیمی جائزہ میں شامل ہے۔ان سب سے مل کر تاثر ابھرتا ہے۔اس کی بنیاد پر طلباء کی تحصیل علم کا جائزہ لیا جاتا ہے۔نیکسن کے مطابق تعلیمی پیمائش میں طالب علم کے رویہ کی تبدیلی کے مقداری پہلو کو پرکھا جاتا ہے جبکہ تعلیمی جائزہ کے عمل میں روزانہ کی تبدیلی کے معیاری پہلو کو بڑی احتیاط سے پرکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔جبکہ تعلیمی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

آزمائش تعلیمی پیمائش میں کام آنے والا صرف ایک آلہ ہے۔ تعلیمی آزمائش ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ کون پاس ہوا یا کون فیل ہوا۔ تعلیمی آزمائش ہمیں صرف یہ بتاتی ہے کہ فلاں طالب علم کے فلاں مضمون میں کتنے فیصد نمبر ہیں۔ پاس تیل کے متعلق بتانا تعلیمی جائزہ کے عمل کا حصہ ہے۔

آزمائشوں کی اقسام: فرد کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی پیمائش کے لیے مختلف قسم کی آزمائشیں وضع کی گئی ہیں ان میں سے چند معروف قسم کی آزائشیں درجہ ذیل ہیں۔

تعلیمی تحصیل کی آزمائشیں: اگرچہ تعلیمی تحصیل کو پرکھنے کے لیے مشاہدہ سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ اور اساتذہ مشاہدہ کے ذریعے یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ مختلف طلباء نے کس حد تک مختلف تعلیمی تصورات کو سمجھ لیا ہے لیکن اس مقصد کے لیے مختلف قسم کی تعلیمی آزمائشیں بھی وضع کی گئی ہیں۔ تعلیمی تحصیل کی آزمائشوں کا مقصد عمل تدریس کے نتائج کی پیمائش کرنا ہے۔ ان میں یہ کوشش کی جاتی ہے۔ کہ تعلیم و تربیت سے پیدا ہونے والے استعداد کو پرکھا جائے۔ یہ آزمائشیں مختلف درسی مضامین میں طلباء کی قابلیت کو پرکھنے کے لیے وضع کی جاتی ہیں۔ عام طور پر ہر مضمون کے لے الگ الگ آزمائشیں بنائی جاتی ہیں۔ تعلیمی تحصیل کی آزمائشیں بالعموم دو قسم کی ہیں۔

☆**تحریری آزمائشیں۔** تحریری آزمائشیں تحصیل علم کو پرکھنے کے لیے بہت زیادہ موزوں ہیں۔ کیونکہ طلباء کے پرچے مستقل ریکارڈ ہوتے ہے جن کو مناسب وقت میں ہدایات کے مطابق جانچا جا سکتا ہے۔ اور اس ریکارڈ کو موزوں طریقے سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ تعلیمی تحصیل کی تحریری آزمائشیں دہ قسم کی ہیں جن کی وضاحت درج ذیل ہے۔

موضوعی آزمائش: تاریخی اعتبار سے زبانی آزمائش کے بعد موضوعی آزمائش کا نمبر آتا ہے جو تحصیل علم کے درجے کو پرکھنے کے لیے وضع کی گئی۔ اس قسم کی آزمائش سے آپ لوگ اچھی طرح متعارف ہے۔ میٹرک اور ایف اے کے امتحانات میں سوالات کے جو پرچے آپ دیکھے وہ موضوعی آزمائش کے نمونے تھے۔ ان میں آپ نے دیکھا کہ ایک پرچے میں آپ کے سامنے آٹھ سوالات رکھ دیئے گئے اور آپ سے کہا گیا کہ آپ کوئی سے چار پانچ سوالات کریں۔ ایسے متحانات میں جن طلباء کو اظہار بیان پر زیادہ عبور رہوتا ہے۔ وہ اتنے ہی زیادہ نمبر حاصل کر سکتا ہے۔ اور اگر کوئی طالب علم اپنے خیالات کو اچھی طرح سے بیان نہ کر سکے تو اسے کم نمبر ملتے ہیں۔ ایسے امتحانات اعلیٰ درجوں میں زیادہ موزوں ہیں اور چھوٹی جماعتوں میں کم موزوں میں کیونکہ چھوٹی جماعتوں میں بچوں میں اظہار خیالات کی وہ قدرت نہیں ہوتی جس کا یہ آزمائشیں تقاضا کرتی ہیں۔

☆ معروضی آزمائش: تعلیمی تحصیل کی آزمائشوں میں یہ جدید ترین آزمائش ہے۔ بیسویں صدی کے دوسرے ربع میں ان کا رواج ہوا پاکستان میں پچھلے دس سالوں میں اس قسم کی آزمائشیں تعلیمی اداروں میں متعارف ہوئیں۔ ان آزمائشوں میں عام طور پر درج ذیل چار قسم کے سوالات ہوتے ہے۔ ☆''ہاں یا نہیں'' یا ''صحیح یا غلط'' قسم کے سوالات ☆ کثیر الا انتخاب ☆ تقابلی ☆ تکمیلی۔

(1): ''ہاں / نہیں'' تا ''صحیح / غلط'' قسم کے سوالات:

اس قسم کے سوالات میں طالب علم کے سامنے کچھ فقرات رکھے جاتے ہیں اور ان سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ صحیح ہیں یا غلط اگر صحیح ہیں تو ان کے سامنے لفظ صحیح پر نشان لگاتے ہیں ورنہ غلط پر۔ اگر یہ فقرہ سوالیہ انداز میں رکھا گیا ہو تو سامنے ہاں یا نہیں لکھا ہوتا ہے۔ اور مناسب لفظ پر نشان لگاتے ہیں اس قسم کے سولات میں یہ خامیہو تی ہے۔ کہ درست جوابات پر نشان لگانے میں قیاس آرائی کی جاسکتی ہے اور درست جواب پر نشان کے پچاس فی صد امکانات ہوتے ہیں۔ اگر ایک پرچے میں اس قسم کے ایک سو سوالات ہوں اور طالب علم ان سوالات کو پڑھے بغیر صحیح / غلط یا ہاں / نہیں میں سے کسی پر نشانات لگا تا جائے تو اس بات کا واضح امکان ہے کہ وہ پچاس فیصد نمبر حاصل کرے۔ چنانچہ ایسی آزمائشوں میں حاصل شدہ نمبروں پر شماریاتی فارمولوں کا اطلاق کر کے حقیقی نمبر معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جو طالب علم کی حقیقی قابلیت کو ظاہر کرتے ہیں مثلاً اگر ایک آزمائش میں اس قوم کے سو سوالات تھے اور ایک طالب علم نے جو نشانات لگائے ان کی گنتی سے معلوم ہوا کہ اس کے 60 نشانات درست تھے تو اسے 60 نمبر ملتے ہیں۔ لیکن چالیس نشانات درست نہ ہونے کی وجہ سے اس کے 60 نمبروں میں سے 40 نمبر تفریق کر کے اسے 20 نمبر ملیں گے۔

ذہنی آزمائش:: اگرچہ دماغ انسانی جسم کا ایک حصہ ہے لیکن جسمانی اور ذہنی صحت میں تفریق کی جاتی ہے۔ ذہنی صحت یا آزمائش سے مراد ہماری کیا مراد ہے؟ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ صحت مند ذہن وہ ذہن ہے جو کسی بھی خرابی یا تکلیف سے پاک ہو اس میں بہت سی توانائی ہو اور عرصہ دراز تک زندہ رہ سکتا ہو۔ ممکن ہے آپ اس تعریف سے اتفاق نہ کریں کیونکہ ذہن ایک تصوراتی چیز ہے نہ کہ کوئی مادی شے، جسم مادی چیز ہے۔ اسے دیکھا، ماپا تولا جا سکتا ہے۔ سے ٹکڑیوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ کچھ پرانے حصوں کو نئے حصوں سے بدلا جا سکتا ہے سوچیئے سرجن کون سے اعضاء بدلنے پر قدرت رکھتے ہیں لیکن ذہن کے متعلق آپ یہ انداز اختیار نہیں کر سکتے۔ لہذا ذہنی صحت کیجائے ہم صحت مند شخصیت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ذہنی صحت کی طرح شخصیت بھی ایک منفرد چیز ہے۔ اس سے مراد انسان کے وہ مخصوص طریقے ہیں جن کا وہ زندگی کے مختلف مراحل میں اظہار کرتا ہے۔ پسندیدہ شخصیت صحت مند طریقوں کی حامل ہوتی ہے۔ کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ وہ پسندیدہ طریقے کون سے ہیں جو ذہنی صحت کی عکاسی کرتے ہیں۔

ذہنی آزمائشوں کے لیے سکول میں کوششیں:

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام، بی ایڈ ، بی ایس ایم ایڈ ، ایم اے ایم ایس سی پی ایچ ڈی کی اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹ کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

متذکرہ بالا باتوں کے علاوہ بھی مغربی ممالک میں ذہنی آزمائش کے لیے کچھ تکنیکیں استعمال کی گئی ہیں۔ہم بھی ضرورت کے مطابق کچھ ردوبدل کے بعد ان باتوں کو اپنے سکولوں میں رائج کر سکتے ہیں

(ا) مباحثے کی تکنیک:

اس تکنیک میں ہر ہفتے کسی ایک طالب علم کی ذہنی صحت کے مسئلے کا تجزیہ کرنے کے لیے وقت مقرر کیا جاتا ہے۔تمام اساتذہ، پرنسپل اور سوشل ورکر اکٹھے ہوتے ہیں۔طالب علم کے مسلے کے متعلق معلومات میٹنگ میں تجزیئے کے لیے پیش کی جاتی ہیں۔ان معلومات کا بغور احتیاط کے ساتھ تجزیہ کرنے کے بعد سفارشات اور انسدادی کاروائی متعین کی جاتی ہے۔اس تکنیک سے طالب علم اپنے اساتذہ کی مدد سے ماحول سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔

انسان رابطوں کی تعلیمی جماعت:

یہ طریقہ عام طور سے ساتویں سے نویں جماعت تک استعمال کیا جا سکتا ہے۔اس کا طریقہ کار اسطرح ہوتا ہے۔کہ استاد ہر ہفتے جماعت کے سامنے ایک ایسی کہانی پڑھ کر سناتا ہے جس میں کسی شخص کو کوئی جذباتی مسئلہ درپیش ہو۔طلبہ کو اس بات کی اجازت ہوتی ہے۔کہ وہ آزادی کے ساتھ اس مسئلے پر بحث کریں۔نہ صرف یہ کہ وہ کہانی کے متعلق اپنے اندازے اور رائے بتائیں بلکہ اہم بات یہ ہے کہ وہ اپنے ذاتی تجربات سے کہانی میں بیان کی گئی صورت حال کے متوازی حالات بیان کریں۔بنیادی بات طلبہ کے جذباتی کھچاؤ کو نکاس کا موقع دینا ہے۔وہ اپنے مسائل کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔اکے علاوہ اپنے ہم جماعتوں کے مباحثے سے بھی مسئلے کے لیے بہتر بصیرت اور گہری نظر رکھنا سیکھ سکتے ہیں۔

ذاتی رابطوں کا کورس:

یہ کورس اغاز شباب کے لیے ترتیب دیا جاتا ہے۔ایک خاص منصوبہ کے تحت ایسے عنوانات لائے جاتے ہیں جن کا تعلق طلبہ کی ذات سے ہو مثلا خود کو سمجھنا، دوستی طالب اور اور کا خاندان وغیرہ۔اس ضمن میں مندرجہ ذیل اقدامات کئے جائے ہیں۔

(1) طلبہ اپنے مسائل کی فہرست تیار کرتے ہیں۔

(2) مسئلہ پر بحث کی جاتی ہے۔اور بحث کے دوران طلبہ کے رویے کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

(3) فلم اور سلائیڈر کی مدد سے ذہنی حفظان صحت کے ابتدائی اصولوں کی وضاحت کی جاتی ہے اور ان کا روزمرہ زندگی میں استعمال دکھایا جاتا ہے۔

مضامین میں کمزوری رفع کرنے کے لیے جماعتیں:

وہ طلبہ جنہیں کسی خاص مضمون مثلاً ریاضی، انگلش وغیرہ کے سیکھنے میں دقت ہو ان کے لیے ایسی جماعتوں کا انتظام کیا جاتا ہے جن سے ان کی مزوری دور کی جا سکے۔ایسی معالجاتی جماعتیں کلاسیں کہلاتی ہیں۔

معروضی آزمائش۔ معروضی آزمائش کو بہترین طریقہ آزمائش کہا جا سکتا ہے کیوں کہ اس میں کم وقت میں ذہنی تصورات کو ابھارنے کے ساتھ ساتھ طالب علم کی ذہنی صلاحیت کو کم سے کم وقت میں ماپا جا سکتا ہے آج کل ہمارے تعلیمی اداروں میں وقت کی قلت کے ساتھ ساتھ تعلیمی سہولیات کا بھی فقدار ہے معروضیت کا مقصد طالب علم کے ذہن اور اس کے موجودہ صلاحیتی حیثیت کو جانچ کر اس کے لیے معروضیت اور سبق کا دائرہ کار مرتب کرنا ہے چونکہ طالب علم کے پاس وقت بہت قلیل ہوتا ہے اس لیے معروضی سولات کے زریعے اس کی اہلیت اور سمجھ کو پرکھا جا سکتا ہے اسی لحاظ پر اس پہ سبق کے آموزیت اور بوجھ کر رجحان پیدا کیا جا سکتا ہے جو آگے جا کر طالب علم کی زندگی میں اس کے کام آئے گا۔

سوال نمبر 30۔ تعلیمی تنظیم کے مفہوم، نوعیت اور اہمیت بیان کریں نیز ملکی وصوبائی تعلیمی ڈھانچہ کے بارے میں تبصرہ کریں۔

جواب۔

تعلیمی تنظیم۔

تعلیمی تنظیم یک طرفہ عمل نہیں اور نہ ہی کوئی الگ تھلگ اکائی ہے بلکہ یہ ایک مربوط عمل ہے جو دوسری اکائیوں سے مل کر تشکیل پاتا ہے۔جب تک ان اکائیوں کے بارے میں معلوم نہ ہو تعلیمی تنظیم کا عمل سمجھ میں نہیں آتا۔وہ اکائیاں جن سے مل کر تعلیمی تنظیم مکمل ہوتے ہیں انہیں تنظیم کے عناصر کہا جاتا ہے۔ان جملہ عناصر کا اپنا اپنا کردار ہے اور یہ سب کے سب تعلیمی تنظیم کو موثر بناتے ہیں

نگرانی اور معائنہ:

دنیا میں کوئی بھی کام موثر طریقے سے انجام نہیں پا سکتا جب تک کہ مناسب نگرانی اور وقتاً وقتاً دیکھ بھال نہ کی جائے۔تعلیمی تنظیم کے لیے نگرانی اور معائنہ کی ضرورت سے انکار ممکن نہیں ہے۔اس کا مقصد یہ ہے کہ ایسی خدمات فراہم کی جائیں جن سے کسی استاد کو مدد دے کر ایک اچھا استاد بنایا جا سکے تا کہ استاد اپنے اندر ایسا جذبہ پیدا کرنے کے قابل ہو جس سے وہ بچوں کی مناسب کا مقصد اساتذہ اور اسکول کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ ان کے مسائل معلوم کر کے رہبری فراہم کرنا ہے اور جہاں تک ہو سکے مدد فراہم کی جائے۔معائنے اور نگرانی کا جدید تصور بھی یہ کہ اس کی بدولت مندرجہ ذیل باتوں کی تربیت دی جائے۔

(الف) کیا پڑھایا جائے (ب) کہاں پڑھایا جائے (ج) کب پڑھایا جائے اور کیسے پڑھایا جائے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام ,بی اے بی کام ,بی ایڈ ,بی ایس ,ایم اے ,ایم ایڈ ,ایم ایس سی ,پی ایچ ڈی ,ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے آکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

03345504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

اگر ہم معائنہ اور نگرانی کے اس تصور کا موازنہ پرانے تصور سے کریں تو یہ معلوم ہوگا کہ پرانے تصور میں اس سے مراد اساتذہ میں خوف و ہراس پیدا کر کے اوران ی خامیوں کو معلوم کر کے ان کا کام پر لگانا تھا مگر جدید تصور میں مسائل کو معلوم کے کے ان کا حل تلاش کرنا ہے۔

کردار وافادیت:

نگرانی ومعائنے کی ضرورت اور مقاصد کے بارے میں بہت سے خیالات کو یکجا کرنے کے بعد جو صورت سامنے آتی ہے اس روشنی میں ضرورت اور مقاصد کے اہم نکات یہ ہیں۔

☆ پیشہ ورانہ قیادت فراہم کر کے تعلیمی اداروں کی کارکردگی کو بہتر بنانا۔

☆ تعلیمی اداروں میں بچوں کی تدریسی ضروریات کے مطابق تدریسی طریقوں کو بہتر بنانا۔

☆ تعلیمی کام اور کارکردگی کا تنقیدی جائزہ لے کر اس کو بہتر بنانا۔

☆ اسکول کے نظام کی خامیوں کو دور کرنے کے طریقے دریافت کرنا۔

☆ اساتذہ کو تکنیکی رہنمائی فراہم کرنا اور یہ رہنمائی تدریسی اعانتوں میں ہدایات اور مشوروں کی صورت میں فراہم کی جائے۔ تا کہ وہ طلباء اور طالبات کی ضروریات کا مناسب تجزیہ کر سکیں۔

☆ اساتذہ میں ان تمام عوامل کے بارے میں شعور پیدا کرنا جن سے تدریس متاثر ہوتی ہے۔

☆ انتظامی معاملات میں مشورہ دینا۔

☆ اساتذہ کو دوران ملازمت تربیت فراہم کرنا۔

نظم وضبط: تعلیمی تنظیم کا اہم عنصر نظم وضبط کا قیام ہے۔ ہر کام نظم وضبط کا تقاضا کرتا ہے۔ ہر کام نظم وضبط کا فقدان ہے تو یقیناً ہر کام میں افرادی اور انتشار کا پہلو نمایاں ہوگا یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نظم وضبط کے مفہوم کو بیان کیا جائے۔ ضبط سے عام طور پر یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ ایسے قواعد قونین کو رائج کرنا جن کی بدولت اسکول اپنے فرائض کو بہتر طور پر بجالائے ۔ضبط کے تصورات میں عام طور پر جو چیز جوری طور پر ذہن میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ کسی فرد کو مخصوص احکامات بجالانے کے لیے پابند کرنا اور ان احکامات کی بجا آوری میں تاخیر کی گنجائش نہیں ہوتی۔ ضبط کا یہ تصورات کا تقاضا کرتا ہے کہ فرد کو سخت قسم کی ذہنی، جسمانی اور اخلاقی تربیت دی جائے جس کا مقصد مکمل اطلاعت اور نافرمنی کی صورت میں سزا بھی ہے ضبط کے اس تصور میں خوف کا عنصر نمایاں نظر آتا ہے۔ یہ ضبط کا یا کیفیت کی طرف لوٹ آتا ہے۔ دراصل یہ تصور اپنے وقت کے اخلاقی اور سیاسی تصورات کے تابع تھا اس کے پیچھے یہ تصور تھا کہ بچہ مجرم ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ بڑوں کی خواہشات کے آگے سر جھکادے تا کہ اس کے کردار کی تشکیل ہو سکے۔

وقت نامہ:

وقت نامہ جسے عام طور پر ٹائم ٹیبل کہتے ہیں اس نقشے کا مانند ہے جس کی بدولت ہمیں ان سرگرمیوں کا پتہ چلتا ہے جو کسی بھی اسکول میں انجام دی جاتی ہیں۔ اس کی بدولت اسکول کے اوقات کار، کام کی نوعیت، کام کرنے والے اساتذہ تعداد، تدریس کے لیے استعمال ہونے والے کمروں کی تعداد دوسری ہم نصابی سرگرمیوں اور غیر نصابی سرگرمیوں کا پتہ چلتا ہے یہ اسکول کی کارکردگی کے لیے ایک ہتھیار کا کام دیتا ہے۔ جماعت کے لیے وقت نامہ ایک ناگزیر چیز ہے اس کی بدولت اسکول کے ضبط کو برقرار رکھا جاتا ہے۔ ہر کام مقررہ معیار اور وقت کے مطابق ہوتا ہے۔ اسکول کے مسائل کم سے کم ہوتے ہیں اور خوشگوار اور پر امن طریقے سے تدریس عمل میں آتی ہے۔ اسکول کی کارکردگی کے وقت نامہ ایک ڈھانچہ فراہم کرتا ہے اور اسکول کے مقاصد کو عملی جامہ پہنا تا ہے۔ اسکول کے کام میں باقاعدگی پیدا کیجاتی ہے۔ اسطرح کی قدر و قیمت حسب ذیل ہے۔

☆ وقت اور توانائی کی بچت ہوتی ہے۔

☆ ہر مضمون اور سرگرمی پر مناسب توجہ دی جاتی ہے۔

☆ اخلاقی قدروں کے پیدا کرنے میں مدد ملتی ہے۔

☆ اسکول کے کام میں باقاعدگی پیدا کرنے میں مدد ملتی ہے۔

☆ اسکول کے کام کو مناسب رفتار سے چلانے میں مدد ملتی ہے۔

وقت نامے کی تیاری:

ضبط قائم کرنے میں وقت نامے کا جو کردار ہے اس کی روشنی میں اس کے تیاری خصوصی توجہ کی مستحق ہے۔ اس کا تعین سکول میں ہونے والی سرگرمیوں کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ اگر اسکول میں سرگرمیوں کی تعداد زیادہ ہوگی تو وقت نامہ وسیع تر ہوتا چلا جائے گا۔ ایک عام اسکول میں چار قسم کے وقت نامے مقاصد کے حصول کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ مثلاً جماعت وار وقت نامہ، اساتذہ وار وقت نامہ، اساتذہ کے خای پیریڈ کا وقت نامہ اور اسکول کا مجموعی وقت نامہ وقت نامے کی تیاری میں جن باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔ ان میں اسکول کی توعیت سرفہرست ہے۔ اسکول کے مقام کا تعین کر کے اس کا وقت نامہ تیار کیا جاتا ہے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

مثلاً آیا اسکول لڑکوں کا ہے یا لڑکیوں کا شہری علاقے میں ہے۔ یا دیہاتی علاقے میں بچوں کا ہے یا بڑوں کا دوہری نشست کا ہے یا ایک وقتی ہے۔

ہم نصابی سرگرمیاں:

تعلیمی تنظیم کے عناصر میں سے ایک اہم عنصر ہم نصابی سرگرمیاں یا مشاغل ہیں ۔ہم نصابی سرگرمیاں اسکول کے نصاب کی طرح اسکول کی سرگرمیوں کا لازمی حصہ ہیں اور ان کی با قاعدہ تنظیم کے لیے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ماضی میں انہیں غیر نصابی تصور کیا جاتا تھا مگر بچوں کی تربیت کے ضمن میں ان کے کردار کی روشنی میں اب یہ تعلیمی سرگرمیوں کا لازمی جز و ہیں۔ اسکول کا موجودہ کام یک طرفہ ہے اور ضروری ہے کہ اسے مکمل کرنے کے لیے اس میں مزید کاموں کا اضافہ کیا جائے چنانچہ بچے کی سرگرمیاں اس ضمن میں اہم کردار سرانجام دیتی ہیں۔ جدید دور میں اسکول نے بہت سی سماجی سرگرمیوں کی ذمہ داری قبول کی ہے جس سے بچوں کی ہم نصابی سرگرمیوں کو فروغ حاصل ہوا ہے۔ اس طرح یہ سرگرمیاں نصاب کا حصہ بن گئی ہیں۔ ہم نصابی سرگرمیاں نصابی سرگرمیوں کی پیداوار ہیں اور نصابی سرگرمیوں کو بہتر بنانے کے لیے ہی کام کرتی ہیں تعلیمی تنظیم کے عمل میں ان سرگرمیوں کی اہمیت بہت زیادہ ہے اس لیے کہ ان کی بدولت بچے کی ذہنی نشوونما کے علاوہ اس کی جسمانی ، روحانی اور اخلاقی نشوونما بھی ہوتی ہے۔ چونکہ یہ سرگرمیاں نصاب کی تکمیل کرتی ہیں اور مکمل تربیت کا انتظام فراہم کرتی ہیں اس لیے انہیں ہم نصابی سرگرمیاں کہا جاتا ہے۔

نظم ونسق:

تعلیمی نظم ونسق اپنی نوعیت کے اعتبار سے بڑی اہمیت اور وسعت کا حامل ہے اور ہر نئے وقت میں اس کی وسعت میں اضافہ ہوتا چلا رہا ہے۔ نظم ونسق دو الفاظ کا مرکب ہے یہ الفاظ Ad اور Ministaire ہیں جن کا مطلب ہے To serive اس طرح اس کا مطلب ہے خدمت کرنا۔ اپنی تعمیت کے اعتبار سے نظم و نسق سے مراد خدمت کا بجالانا ہے فرانسیسی زبان میں اس سے مراد بوجھ اٹھانا ہے اور نظم ونسق کا مطلب ذمہ داری قبول کرنا ہے۔ عربی زبان میں نظم ونسق سے مراد موتیوں کو ہار میں اس طرح پرونا ہے کہ وہ خوبصورت نظر آئے۔ اس سے مراد یہ کہ نظم ونسق ملاتا ہے اسے خادم کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عام مقالہ کے مطابق قوم کا سردار قوم کا خادم ہے۔ الغرض اس کا مطلب خدمت کرنا اور فرائض بجالانا ہے۔

تعلیم کا تنظیمی ڈھانچہ

مدرسے میں نظم ونسق کا پروگرام مرتب کرتے وقت اس چیز کا جائزہ لینا بہت اہم ہوتا ہے کہ مدرسہ تعلیم کے تنظیمی ڈھانچے میں کس سطح پر متعین ہے۔ اس سلسلے میں مدرسے کے تعلیمی درجات یعنی پرائمری، مڈل ،سیکنڈری، ہائر سیکنڈری، کالج یا یونیورسٹی لیول کا تعین ضروری ہے۔ اس کے علاوہ تعلیم کی کتنی شاخوں کی تدریسی مدرسے میں فراہم کی جارہی ہے۔ مثلاً عمومی ٹیکنیکل، پیشہ ورانہ یا سائنٹفک تعلیم اور ان کے مطابق مدرسہ کس نوعیت کا ہے۔ تعلیمی ادارے کا کنٹرول کس کے ہاتھ میں ہے۔ یہ بھی نظم ونسق کے اجزاء میں شامل ہے۔ مدرسہ صوبائی حکومت کے تابع ہے یا مرکزی حکومت کے انتظامی ڈھانچے میں آتا ہے۔ اس کلیدی عہدے کیا ہیں اور ہر ایک کے اختیارات کا مدرسے کے نظم ونسق سے کیا تعلق ہے۔

ملکی وصوبائی تعلیمی تنظیمی ڈھانچہ۔

وزارت تعلیم صوبائی تعلیمی شعبہ جات کیلئے پالیسیوں، ان کی تعمیل اوران کے باہمی ربط کی تمام تر سرگرمیوں کی سربراہ (ہیڈ) ہے۔ وزارت تعلیم وفاقی وزیر تعلیم کے ماتحت ہوتی ہے جو کہ کابینہ کا ممبر ہوتا ہے۔ وزیر تعلیم کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ تمام تعلیمی امور اور مسائل کو وزیر اعظم کے سامنے پیش کرے۔ اس کا دفتر تعلیمی سیکرٹریٹ میں ہوتا ہے۔ تعلیمی سکوٗ یکرٹریٹ میں تعلیم اور دیگر متعلقہ شعبہ جات، جنہیں سیل Cell کہا جاتا ہے، موجود ہوتے ہیں۔

تعلیمی سیکرٹریٹ: ۔وفاقی سیکرٹری تعلیم تعلیمی سیکرٹریٹ کا چیف ایگزیکٹو ہوتا ہے۔ وہ تعلیمی سیکرٹریٹ کی تنظیم کے علاوہ حکومت کے تعلیم سے متعلق فیصلوں اور پالیسیوں پر تعمیل کروانے کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے۔ ان تمام ذمہ داریوں کو سرانجام دینے کیلئے اس کے ماتحت متعدد جوائنٹ سیکرٹری/ جوائنٹ ایجوکیشنل ایڈوائزر کام کرتے ہیں جن میں سے ہر ایک وزارت تعلیم میں علیحدہ علیحدہ شعبے کا نگران ہوتا ہے۔ فی الوقت تعلیمی سیکرٹریٹ میں درج ذیل شعبہ جات موجود ہیں:

۱) **شعبہ انتظام:** ۔شعبہ انتظامی تعلیمی سیکرٹریٹ کے عمومی انتظام کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس کے وظائف وافعال میں افراد کی تعیناتی ،سیکرٹریٹ کے قوانین وضوابط ،ذاتی اور دیگرا کاؤنٹس کی دیکھ بھال کے علاوہ مسائل اور دیگر ممالک میں پاکستان کی طرف سے تعینات کی دیکھ بھال ونگرانی بھی شامل ہے۔

۲) **شعبہ منصوبہ بندی اور ترقی:** ۔شعبہ منصوبہ بندی وترقی کا تعلق تمام سطحوں پر تعلیمی منصوبہ بندی سے ہے۔ اس کے وظائف وافعال میں پراجیکٹس کی تشکیل و منظوری، پانچ سالہ منصوبہ بندی کی تیاری، تعلیمی سکیموں کی سالانہ جانچ تعمیل، مانیٹرنگ وغیرہ شامل ہے۔ اس شعبے کا ایک خودمختار ادارہ اکیڈمی آف ایجوکیشنل پلاننگ اینڈ منیجمنٹ اسلام آباد ہے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لے کر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لے کر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

۳) **پرائمری اور غیر رسمی تعلیمی شعبہ:۔** پرائمری اور غیر رسمی تعلیمی شعبہ قومی تعلیمی منصوبوں کے جائزہ اور تحقیق کے کام کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ یہ شعبہ تعلیمی منصوبوں کی تکمیل و جائزہ مثلاً تیسرے پراجیکٹ اور پاکستان پرائمری ایجوکیشن پراجیکٹ کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس شعبے سے ملحق ادارہ چیف ایگزیکٹو لٹریسی کمیشن ملک میں تعلیمی فروغ اور تعلیم بالغاں کیلئے سہولیات فراہم کرنے کا ذمہ دار ہے۔

۴) **فیڈرل انسٹی ٹیوشن ونگ:۔** کنٹونمنٹ اور آرمی گیریژن کے علاوہ اندرون اور بیرون ملک انسٹی ٹیوشن ونگز کی تمام تر ذمہ داریاں فیڈرل گورنمنٹ ایجوکیشنل کے اداروں سے وابستہ ہیں۔ اس ونگ کا تعلق متعلقہ اداروں مثلاً:

(الف) فیڈرل ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن، اسلام آباد

(ب) ڈیپارٹمنٹ آف لائبریریز، ملحقہ دفتر مثلاً فیڈرل کالج آف ایجوکیشن، اسلام آباد اور خود مختار ادارے مثلاً فیڈرل بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن، اسلام آباد، سندھ مدرسۃ الاسلام، کراچی اور انٹر بورڈ کمیٹی آف چیئرمین، اسلام آباد سے ہے۔

۵) **تحصیلی ادارے، کھیلوں اور بہبود ونگ:۔** تحصیلی اداروں Learned Bodies سپورٹس اور ویلفیئر ونگ کی ذمہ داریاں سکاؤٹنگ گرل گائیڈز اور سپورٹس سیکٹر میں ہیں۔ اس ونگ کے اہم وظائف وافعال میں سکاؤٹ اور گرلز گائیڈنگ پروگرام، سٹوڈنٹ اینڈ ٹیچر ویلفیئر، ایوارڈز مثلاً خصوصی تمغے، وظائف، کھیلوں کے پروگرام کا انعقاد ونگرانی اور وفاقی وصوبائی سطح پر سرگرمیوں کا انعقاد ہے۔ اس ونگ کا تعلق خود مختار اداروں مثلاً اقبال اکیڈمی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اردو سائنس بورڈ، لاہور، پاکستان اکیڈمی آف لیٹرز، اسلام آباد وغیرہ سے بھی ہے۔

۶) **کریکولم ونگ:۔** کریکولم ونگ قومی ایجنسی ہے جو کہ قومی نصابی پالیسی (کریکولم پلاننگ وتعمیل) کلاس 1 سے 12 تک اور اساتذہ کی تربیت کی ذمہ دار ہے۔ اس ونگ کا تعلق ملک میں درسی کتب کی تیاری اور دوران ملازمت اساتذہ کی تربیت سے بھی ہے۔

۷) **سائنس اینڈ ٹیکنیکل ایجوکیشن ونگ:۔** سائنس اینڈ ٹیکنیکل ایجوکیشن ونگ کا تعلق وفاقی تعلیمی اداروں کی تنظیم سے ہے۔ ان اداروں کا تعلق سائنس وتکنیکی تعلیم کی فراہمی سے ہے جیسے نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف سائنس اینڈ ٹیکنیکل ایجوکیشن اس ادارے کا کام ملک میں سائنسی وتکنیکی تعلیم کا فروغ ونگرانی، تربیت (گریڈ 1 سے پی ایچ ڈی تک) ہے۔ یہ ادارہ تمام صوبوں کی سائنسی وتکنیکی تعلیم کی فراہمی کیلئے گائیڈ لائنز بھی فراہم کرتا ہے۔

سائنس وٹیکنیکل ایجوکیشن ونگ کے ماتحت نیشنل ٹیچر ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، اسلام آباد، پولی فونک انسٹی ٹیوٹ آف وومن اسلام آباد، نیشنل میوزیم آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی لاہور اور نیشنل ایجوکیشنل آلات سنٹر لاہور شامل ہیں۔

۸) **بین الاقوامی تعاون کا شعبہ:۔** بین الاقوامی تعاون کے شعبے IC کا تعلق پاکستان میں غیر ملکی طلبہ کے داخلے، بیرون ممالک میں پاکستانی طلبہ کے داخلے، وظائف کی فراہمی، طلبہ کی تربیت، غیر ملکی تعلیم وتربیت کو فراہمی، فیلوشپ اور پاکستان سے متعلقہ یونیسکو کے پروگراموں کے اطلاق سے ہے۔ آئی سی ونگ کے ساتھ پاکستان نیشنل کمیشن برائے یونیسکو کا ادارہ اشتراک سے کام کرتا ہے۔

۹) **ہائر ایجوکیشن اینڈ ریسرچ ونگ:۔** ہائر ایجوکیشن اینڈ ریسرچ ونگ کا تعلق ملک میں یونیورسٹیوں اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن سے ہے۔ علاوہ ازیں اعلیٰ اداروں میں تحقیقاتی کاموں کا انتظام وانصرام بھی اسی ونگ کے ذمہ ہے۔ اس ونگ کے تحت دیگر اداروں میں مختلف شعبوں میں اعلیٰ تخصیصی ادارے مثلاً مختلف یونیورسٹیوں کے پاکستان سٹڈی سنٹرز اور یونیورسٹیوں کے ایریا سٹڈی سنٹرز شامل ہیں۔

انتظام وانصرام کو درپیش مسائل۔

سکول انتظام وانصرام کی پیش رفت میں بہت سے مسائل کا سامنا ہوتا رہتا ہے۔

بنیادی اجتماعات کا ادراک: جہاں تک بعد از تعلیم رابطہ کا تعلق ہے اس میں دو قسم کے اجتماعات کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔ ایک وہ اجتماعات جو مقامی کونسل یا علاقائی کونسل منعقد کرتے ہیں اور جن کا تعلق تعلیم عامہ کے پروگراموں کے ساتھ ہے اور دوسرے دو اجتماعات جن کا ناخواندہ افراد مقامی یا علاقائی کونسلوں کی سرپرستی میں اہتمام کیا جاتا ہے۔ مقامی کونسلوں یا علاقائی کونسلوں کے اجتماعات میں تعلیم عامہ کے پروگراموں کا جائزہ لینا مقصود ہوتا ہے۔ مسائل اور مشکلات کی نشاندہی کی جاتی ہے اور ان کا مناسب حال تلاش کیا جاتا ہے۔ ناخواندہ افراد کے اجتماعات کا مقصد اجتماعی طور پر یا انفرادی طور پر خواندگی کی قابلیتوں اور مہارتوں کو مزید تقویت دینا ہے۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں کہ اگر ناخواندہ افراد سال میں ایک دن ''یوم نجات'' یعنی جہالت کے خلاف جہاد کا دن جوش وخروش کے ساتھ منائیں۔ دنیا میں بعض ممالک مثلاً کوریا میں ''وکٹری ڈے'' یعنی جہالت کے خلاف فتح حاصل کرنے کا دن پورے شان وشوکت سے منایا جاتا ہے۔ ایسے ان رنگا

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

رنگ پروگرام منعقد کئے جاتے ہیں۔ جلسے جلوس ہوتے ہیں' تقریریں ہوتی ہیں' مباحثے ہوتے ہیں' کھیلیں ہوتی ہیں کوئز شو ہوتے ہیں' پوسٹروں' چارٹوں' ماڈلوں وغیرہ کے ذریعے تعلیمی مواد کی نمائش ہوتی ہے۔اس کے علاوہ ایک دن ناخواندہ افراد کے لئے تقسیم انعامات کی تقریب کا بھی اہتمام کیا جاسکتا ہے۔جس میں ان انعامات کتابوں' سٹیشنری یا نقدی کی صورت میں تقسیم کئے جائیں۔اس طرح سے ان افراد کی جنہوں نے اپنی تعلیمی قابلیت اور مہارت کو بڑھانے کی کوشش کی ہے حوصلہ افزائی ہوجائے گی وہ اس قسم کی خدمات دوسروں کیلئے بھی رضا کارانہ طور پر سرانجام دے سکیں گے اس قسم کے اجتماعات بذات خود تحریک کی حیثیت رکھتے ہیں۔خواندہ افراد مذہبی تہواروں اور قومی اہمیت کے دنوں مثلاً عید میلادالنبیؐ یوم پاکستان' یوم آزادی کے موقعوں پر جلسے جلوسوں کا اہتمام کر سکتے ہیں۔

مقامی مسائل سکول / کالج' ہسپتال یا ڈسپنسری کا کردار: سکول پرائمری ہو یا ہائی یا علاقے کا کالج اپنے گاؤں اور علاقے میں تعلیم عامہ کے رابطہ کے پروگراموں میں نمایاں کردار ادا کر سکتے ہیں بلکہ لیڈرشپ کا کردار ادا کر سکتے ہیں۔سکول کی عمارت' سامان' اساتذہ کی تعلیمی اور انتظامی صلاحیتیں' طلبہ کا جوش و خروش' ان کی بے لوث خدمت کا جذبہ تعلیم کے فروغ میں اور برقرار رکھنے میں اہم قوتیں ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ان وسائل اور قوتوں کو کیسے بروئے کار لایا جائے۔سکولوں یا کالجوں کی ادبی تنظیمیں' ڈرامیٹک سوسائٹی' سکاؤٹ' گرلز گائیڈ' انجمن ہلال احمر اور دیگر نصابی اور تفریحی مشاغل سے ناخواندہ افراد مستفید ہو سکتے ہیں۔ان کے علاوہ اگر سکولوں میں انفارمیشن سروس' سکول ہیلتھ سروس' سول ڈیفنس سروس وغیرہ کو اگر حصول مقاصد کے پیش نظر منظم کیا جائے تو ان کا عوام کی تعلیم اور خاص طور پر ناخواندہ پر بڑا اچھا پڑے گا۔اس قسم کی معلومات ان تک چارٹوں' پوسٹروں' کتبوں اور ماڈلوں کے ذریعے ان تمام مشاغل کا مظاہرہ اور نمائش کے ذریعے دلچسپ انداز سے بہم پہنچائی جاسکتی ہے۔ بالکل اسی طرح گاؤں یا علاقے کا ہسپتال یا ڈسپنسری خاص طور پر صحت وصفائی' خوراک کی عادات' بیماریوں کی روک تھام' وبائی امراض' صحت کے اصولوں' نگہداشت وغیرہ کے بارے میں اہم معلومات وتدابیر عوام تک دلچسپ انداز سے پوسٹروں' چارٹوں ماڈلوں اور نمائش کے ذریعے پہنچائی جاسکتی ہیں جس سے نوخواندہ اور نخواندہ سب مستفید ہو سکتے ہیں ناخواندہ افراد ہسپتال یا ڈسپنسری کی سرپرستی میں صفائی کا ہفتہ صفائی کا دن اپنے گاؤں یا قصبہ میں منا سکتے ہیں۔بعد از تعلیم رابطہ کے مشاغل میں اور ابتدائی تعلیم کے مشاغل میں ہم آہنگی اور مطابقت کا پیدا کرنا ضروری ہے ورنہ ہر دو کوششیں غیر یقینی اور بے سود ثابت ہوں گی۔

تعطیلات اور رخصت: محکمہ تعلیم میں چھٹیوں کے وہ قواعد لاگو نہیں ہوتے جو عام طور پر دوسرے محکموں میں لاگو ہوتے ہیں۔سکول اور کالجز میں تعطیلات تین طرح کی ہوتی ہیں۔موسم بہار کی تعطیلات یکم اپریل سے ایک ہفتے کے لئے ہے۔موسم گرما کی تعطیلات۔سکولز میں 70 دن یا 10 ہفتے اور کالجز میں 90 دن یا 12 ہفتے ہوتی ہے۔ جو سم گرما کی چھٹیاں عموماً جون کے شروع میں ہوتی ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں سردی اور برفباری کے پیش نظر یہ چھٹیاں دسمبر جنوری میں ہوتی ہیں۔موسم سرما کی تعطیلات دسمبر کے آخری عشرے میں ہوتی ہیں۔تعلیمی اداروں کے دفتری ملازمین کو لمبی چھٹیاں نہیں ملتیں۔انہیں گورنمنٹ قواعد کے مطابق چھٹیاں ملتی ہیں۔تعطیلات کے علاوہ سالانہ منظور شدہ چھٹیاں۔عید الفطر۔عید الاضحیٰ۔محرم۔یوم قائداعظم۔یوم وفات قائداعظم۔علامہ اقبال کی یوم پیدائش۔ 25 دسمبر۔اور اس کے علاوہ 6 مقامی یا Optional چھٹیاں ڈپٹی کمشنر کی جانب سے ملتی ہیں۔

سوال نمبر 31۔ طلبہ کی ذہنی صحت کے لیے اسکول کے صحیح ماحول اور ذمہ داریوں کی اہمیت پر تبصرہ کریں نیز طلبہ کی ذہنی صحت کے لیے اساتذہ کا کردار واضح کریں۔

جواب: ذہنی صحت کے اصول:

عمدہ صحت کی تعریف ایک مشکل امر ہے تاہم چند رہنما اصول ایسے ہیں جو صحت مند جذباتی اور ذہنی رجحان اور طور طریقوں کی عکاسی کرتے ہیں:

۱۔ وہ خود سے مطمئن ہوتے ہیں۔

۲۔ وہ اپنے جذبات مثلاً ڈر خوف غصہ، محبت، حسد، احساس جرم اور الجھنوں کے باوجود اپنے ہوش وحواس پر قابو میں رکھتے ہیں

۳۔ وہ زندگی کی ناکامیوں کو بھی بخوبی نبھاتے ہیں۔

۴۔ وہ دوسروں کی کمزوریوں کو برداشت کرتے ہیں اور اپنے اور دوسروں کے لیے اپنے رویئے میں سہل پسند ہوتے ہیں۔

۵۔ وہ خود پر ہنس سکتے ہیں۔

۶۔ وہ اپنی صلاحیتوں کا اندازہ بہت کم کرتے ہیں۔اور نہ بہت زیادہ۔

۷۔ وہ اپنے کمزوریوں کو تسلیم کرتے ہیں۔

۸۔ ام میں عزت نفس ہوتی ہے۔

۹۔ وہ خود کو ان تمام مسائل سے نمٹنے کے قابل سمجھتے ہیں جو ان کی راہ مین آئیں۔

۱۰۔ وہ روزمرہ زندگی کی عام خوشیوں سے مطمئن ہوتے ہیں۔

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

۱۱۔ ان کے دوسروں کے متعلق رویئے اور احساسات عمومی مثبت ہوتے ہیں۔

۱۲۔ وہ دوسروں سے محبت کرتے ہیں اور ان کی دلچسپیوں کا خیال رکھتے ہیں۔

۱۳۔ دوسروں سے ان کے ذاتی تعلقات اطمینان بخش اور دیرپا ہوتے ہیں۔

۱۴۔ وہ دوسروں کو پسند کرتے ہیں اور ان پر بھروسہ کرتے ہیں اور انہیں اس بات پر پورا یقین ہوتا ہے کہ دوسرے بھی ان پر بھروسہ کرتے ہیں۔

۱۵۔ وہ ان اختلافات کی قدر کرتے ہیں جو دوسرے ان سے رکھتے ہیں۔

۱۶۔ نہ وہ دوسروں پر زبردستی کرتے ہیں اور نہ دوسروں کی زبردستی برداشت کرتے ہیں۔

۱۷۔ وہ خود کو ایک گروپ کا حصہ تصور کرتے ہیں۔

۱۸۔ وہ اپنے ہمسایوں اور دوسرے ساتھیوں کے لیے احساس ذمہ داری رکھتے ہیں۔

۱۹۔ وہ زندگی کے لوازمات کی طلب کو پورا کرتے ہیں۔

۲۰۔ وہ پیش آنے والے مسائل کا حل تلاش کرنے میں ہر ممکن جدوجہد کرتے ہیں۔

۲۱۔ وہ اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہیں۔

۲۲۔ جس طرح بھی ممکن ہو وہ ماحول کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ایسا نہ کر سکیں تو خود کو ماحول کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔

۲۳۔ وہ مستقبل کی منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ اس سے ڈرتے نہیں۔

ذہنی صحت کے لیے سکول کی ذمہ داریاں: ذہنی صحت اور تعلیم کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ کسی بھی قسم کی تعلیم کے لئے ذہنی صحت شرط اول ہے۔ اگر طلبہ کی ذہنی صحت ٹھیک نہیں تو وہ نہ تو سیکھتے ہوئے توجہ قائم رکھ سکتے ہیں اور نہ ہی سیکھے ہوئے علم کو یاد رکھ سکتے ہیں۔ صحت مند بچے زیادہ سیکھنے اور معلومات حاصل کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ جدید تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ تعلیم یعنی سیکھنا سیکھنے والے کی مکمل شخصیت پر منحصر ہے۔ ذہنی صحت تعلیم میں اس قدر ضروری ہے جیسے ذہانت لیکن طلبہ کی ذہنی صحت کو برقرار رکھنے موثر اور پائیدار بنانے کیلئے استاد کا کردار بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اس ضمن میں اساتذہ کو جو مسائل پیش آتے ہیں ان کے حل کیلئے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی جا سکتی ہیں لیکن اس سے پہلے کہ تجاویز دی جائیں یہ معلوم ہو کہ اساتذہ کو ذہنی صحت کے کون سے مسائل لاحق ہیں۔ ان مشکلات میں ہمہ گیر تعلیم کی مشکلات سرفہرست ہیں۔ اساتذہ میں عدم مطابقت کی وجوہات بھی ذہنی صحت کی بہتری کیلئے مسئلے سے کم نہیں۔ استاد کا اپنے پیشے کی طرف میلان طبع یا رجحان کا نہ ہونا روزگار کے متعلق اندیشے۔ اساتذہ کا اکثر و بیشتر نشانہ و تنقید بننا۔ معاشرے کی طرف سے بے جا پابندیوں کا سامنا۔ غیر متعلقہ کام مثلاً مردم شماری الیکشن ڈیوٹی جیسی خدمات سرانجام دینا۔ معاشرے میں استاد کا جائز عزت کا مقام نہ ہونا۔ کم تنخواہ ملنا۔ بے اندازہ اعلیٰ اقدار کی توقعات کام کی زیادتی۔ تفریح کی سہولت کا فقدان۔ استادوں کے آپس میں تعلقات۔ انتظامیہ اور اساتذہ کے تعلقات۔ تدریسی معاونات کا فقدان جیسے مسائل استاد کے سامنے سر اٹھائے کھڑے رہتے ہیں۔ جن سے اس کا نکلنا مشکل کام ہے۔ مندرجہ ذیل عناصر اور مسائل جو سکول کے اندر اور باہر اساتذہ کی ذہنی صحت پر اثر انداز ہوتے ہیں آخران کا سدباب بھی وقت کی ضرورت ہے اور اساتذہ کیلئے اپنی ذہنی صحت کو برقرار اور بہتر بنا سکتا ہے۔

ذہنی صحت کو بہتر بنانے کے لئے تجاویز و تدابیر:

اساتذہ کا کردار: سکول کی کامیابی کا انحصار اساتذہ کے تعلقات میں بہتری پر ہے۔ اس میں کام کرنے والے ارکان کی یک جہتی۔ تعاون اور قابلیت پر ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سکول میں ایسا ماحول پیدا کیا جائے جو اساتذہ میں ذہنی آسودگی کا باعث بنے۔ وقتاً فوقتاً ایسے پروگرام جیسے منعقد کئے جائیں جن میں اساتذہ کے مسائل پیش ہوں۔ اس کے علاوہ اگر آپس میں کوئی بدگمانی یا غلط فہمی پیدا ہو جائے تو اس کو بھی رفع کیا جائے۔ ایسے کلب قائم کئے جائیں جن میں اساتذہ کو ایک دوسرے کے قریب آنے کا موقع ملے۔ تعلیمی دور تعلیمی سیر و سیاحت کے مواقع فراہم کئے جائیں تاکہ اساتذہ میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کی عادت پختہ ہو سکے۔

اساتذہ اور سربراہ ادارہ کے تعلقات: اساتذہ اور سربراہ کے تعلقات میں بہتری من حیث القوم ہمارے معاشرے میں ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہرانے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ سربراہ سکول کے ہر محکم میں خرابی کیلئے اساتذہ کو مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔ اور استاد کے نقطہ نظر سے ہر برائی کا ذمہ دار سربراہ یعنی ہیڈ ہے۔ اس برائی کی اصل وجہ اس کا تحکمانہ انداز ہے یا پھر وہ کچھ اساتذہ کے ساتھ ترجیحی سلوک روا رکھتا ہے۔ دراصل کسی بھی ادارے کا سربراہ ایک راہبر۔ ایک لیڈر کی حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔ سکول کی کامیابی کا دارومدار ہی اس کی رہبری کی صلاحیت اور شخصیت کی پختگی پر ہے۔ سکول کے عملے کے تعلقات بہتر بنانے کے لئے سربراہ کو چاہئے کہ معمولات کو کم سے کم رکھا جائے۔ غیر ضروری پابندیاں روا نہ رکھے۔ اساتذہ کی شکایات سنے اور ان کا ازالہ کرنے کی کوشش کرے۔ سکول میں جمہوری انداز روا رکھے غیر کا نب دار رویہ اپنائے کسی کی حق تلفی نہ کرے۔ اساتذہ کی مدد کیلئے اپنے آپ کو آمادہ رکھے۔ اساتذہ کے کام پر علیحدگی میں تنقید کرے۔ اپنے رویے میں لچک رکھے وقت سے پہلے منصوبہ بندی کرے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس پی ایچ ڈی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

0334 5504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

پیشہ ورانہ تربیت: استاد کی ذہنی صحت برقرار رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ دوران ملازمت اساتذہ کی تربیت کا خاطر خواہ انتظام کیا جائے تا کہ اساتذہ کے علم میں تازگی اور پڑھانے کے طریقوں میں بہتری اور جدت پیدا ہو۔ان میں نئے دور کے تقاضوں کے مطابق رجحانات میں تبدیلیوں کے لحاظ سے تربیت کی سہولت فراہم کی جائے اساتذہ کو ہر پانچ سال بعد دوران سروس ٹیچنگ کورسز ریفریشر کورسز کرائے جائیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ لائبریری اور تدریسی معاونات کا حتی الوسیع انتظام کیا جائے تا کہ یہ ان چیزوں سے مستفید ہو کر اپنی تدریس کو موثر اور پائیدار بنا سکیں ان اساتذہ کی ہمت اور حوصلہ افزائی کی جائے جو نئے تدریسی طریقے استعمال کرنے کے خواہش مند ہوں۔

ملازمت میں تحفظ: اساتذہ کی ملازمت کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے ایسے قوانین وضع کیے جائیں جن سے اساتذہ کو تحفظ حاصل ہو اور پرائیویٹ یا نجی تعلیمی اداروں کی انتظامیہ بھی اپنی مرضی سے اساتذہ کی ملازمت ختم نہ کر سکے اساتذہ کی ترقی بھی دوسرے پیشوں کے متوازی ہونی چاہیئے۔ان کی تنخواہوں کی ادائیگی بھی بروقت کی جائے اور دوسری مراعات دینے کا بھی خاطر خواہ انتظام ہونا چاہیئے تا کہ اساتذہ پر کون ہو کر اپنی ملازمت کر سکیں۔

استاد کا کمیونٹی سے تعلق: استاد اور کمیونٹی میں بہت زیادہ فرق ہونے کے سبب اساتذہ پر نکتہ چینی کی جاتی ہے کہ اساتذہ کا کمیونٹی سے تعلق بہت کم ہوتا ہے کوشش یہ کی جائے کہ اساتذہ اور کمیونٹی میں قریبی تعلق قائم کیا جائے۔اس کے لئے کمیونٹی کو سکول کے کاموں میں شریک کیا جانا چاہیئے۔مثلاً صاف پانی کی فراہمی کا انتظام کرنا یا محلے اور ارد گرد کی کمیونٹی میں صفائی وغیرہ کا انتظام کرنا کمیونٹی کے فلاحی کاموں میں حصہ لینا۔ایسے کاموں سے استاد اپنے طلبہ کے ساتھ مل کر ایسے کام سرانجام دے کہ جن سے کمیونٹی مستفید ہو سکے اور کمیونٹی میں زندگی بہتر ہو سکے۔اس کے علاوہ استاد کمیونٹی کی تنقید کا برا نہ منائے۔ بلکہ اس تنقید کو مدنظر رکھ کر مثبت انداز میں آگے بڑھنے کی کوشش کرے۔

سوال نمبر 32۔ **ہر تعلیمی مسئلے کا جائزہ لے کر پاکستان کے حالات کے پیش نظر مناسب حل پیش کریں۔**

جواب۔

پاکستان میں تعلیمی نظام ابتداء سے ہی گراوٹ اور بدنظمی کا شکار ہے قیام پاکستان سے اب تک تعلیمی قومی تعلیمی کمیشن اور تعلیمی پالیسیاں مرتب کی گئیں لیکن حکومتوں کی غیر مستحکم ہونے کی وجہ سے ایک تعلیمی پالیسی بنتی ہے تو دوسری حکومت آ جاتی ہے جب جمہوری حکومت ہو تو فوجی مارشل لاء آ جاتا ہے جمہوری حکومتوں کی بنائی گئی تعلیمی پالیسیاں اپنے اہداف مکمل نہیں کر پاتیں کہ مارشل لاء حکومت اپنی تعلیمی پالیسی کا اعلان کر دیتی ہے۔اس طرح آج تک ہم ایک مستحکم قومی تعلیمی پالیسی مرتب ہی نہ کر سکے جس کی وجہ سے پاکستان کے تعلیمی مسائل گوناگوں بڑھتے جا رہے ہیں ان مسائل کا جائزہ اور ان کی بہتری کے حل کیلئے سفارشات مندرجہ ذیل ہیں۔

تعلیمی اداروں اور تجربہ گاہوں کی کمی: پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے اور ترقی پذیر ملک کی حیثیت سے تعلیم کے میدان میں ترقی کیلئے ضروری ہے کہ شرح خواندگی میں اضافہ کیا جائے اور یہ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے کہ جب تعلیمی اداروں کی کمی کو پورا کیا جائے اکثر تعلیمی اداروں میں تعلیم کی بنیادی سہولتوں کا فقدان ہے بیشتر ادارے خستہ حالت میں ہیں ان میں نہ تو معقول فرنیچر ہے نہ لیبارٹری تجربہ گاہیں ہیں۔اگر کسی تعلیمی ادارے میں تجربہ گاہیں ہیں بھی سہی تو ان میں سامان پورا نہیں جس سے اساتذہ طلبہ کو عملی طور پر مطمئن کر سکیں۔کسی معقول تعلیمی ادارے کے لئے ایک اچھا کتب خانہ۔اچھی تجربہ گاہیں کھیل کے میدان اور کھیلوں کے لوازم ضروری ہیں۔اگر ان میں سے کسی ایک کی بھی کمی ہے تو مجموعی طور پر اس کا اثر تمام طلبہ پر پڑتا ہے تعلیم کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے تحت گھروں اور چھوٹی چھوٹی جگہوں پر جگہ جگہ پرائیویٹ نجی سکول قائم ہیں یہ دیہاتی علاقوں میں کم جبکہ شہری علاقوں میں زیادہ نظر آتی ہے۔

پیشہ روانہ رہنمائی کی کمی۔ کالجوں کی حالت بھی تسلی بخش نہیں ان کے کتب خانے تجربہ گاہیں اور کھیل کے میدان اور تعلیمی و پیشہ ورانہ رہنمائی کے انتظامات معاری نہیں انہیں اور بھی زیادہ جامع بنانے کی ضرورت ہے۔اعلیٰ تعلیم کی طرف بھی توجہ بہت کم ہے بڑے شہروں کے مسائل چھوٹے شہروں سے مختلف ہیں پاکستان میں 10 لاکھ کی آبادی کے شہر ہیں اس کی آبادی کے لحاظ سے ایک یا دو اچھے سائنس کالجز کا قیام ضروری ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان میں تعلیمی اداروں کی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے پرائمری سطح سے لیکر اعلیٰ تعلیم تک حکومت کی بھرپور توجہ کی ضرورت ہے۔حکومت کو چاہیئے کہ امریکہ برطانیہ جرمنی و جاپان جیسے ممالک کی پیروی کرتے ہوئے ایسے ادارے قائم کیے جائیں جن سے تعلیمی کمی کو پورا کیا جا سکے اور تعلیم کے معیار کو ترقی یافتہ ممالک کے معیار کے مطابق ڈھالا جائے تا کہ ہمارے آج کے بچے کل کے راہنما ثابت ہو سکیں۔

ناقص امتحانی نظام: پاکستان کے تعلیمی نظام کے مسائل میں اس کا ناقص امتحانی نظام بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔دراصل امتحان ایک پیمانہ ہے جس سے متعلم کے اکتساب کو ناپا جاتا ہے اور یہ متعین کیا جاتا ہے کہ اس نے ایک موضوع پر کیا کچھ پڑھا ہے اور اسی سے جو کچھ استنباط کیا ہے اس کی نظری اور عملی شکل کیا ہے آج تک ہمارے ہاں یہی طے نہیں ہو سکا کہ کونسا طرز امتحان اختیار کیا جائے خارجی یا داخلی موضوعی یا معروضی اگر تاریخ کے لحاظ سے مسلمانوں کے عہد میں نظام امتحان کا آج کے نظام کے ساتھ موازنہ نہ کریں تو ہمیں یہ بہت مختلف نظر آتا ہے۔دراصل امتحان پڑھانے والے کا اپنا ذاتی جائزہ تھا جو وہ تدریس کے زمانے میں لیتا تھا یہ جائزہ متعلم کی روزمرہ کی تعلیمی پرداخت سوجھ بوجھ فہم و فراست علمی بصیرت اخلاق و اطوار حتیٰ کہ اس کے شب و روز کا ایک ایسا ریکارڈ تھا جو معلم کے ذہن اور آنکھوں میں محفوظ رہتا تھا آج کا آموختہ کل کی تدریس کا اعادہ ہوتا تھا۔اعلیٰ مدارج میں بھی جائزہ یا امتحان بحث و تمحیص اور فکر و نظر کی بالیدگی کی پرکھ تھی لیکن آج

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

03345504551 Download free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

کے دور کے امتحانی نظام پر قیام پاکستان سے لیکر اب تک دھواں دار تقاریر ہوتی ہیں۔ کانفرنسوں میں بڑے بڑے فیصلے کئے جاتے ہیں خارجی اور داخلی امتحانوں موضوعی اور معروضی امتحانوں کے جائزے پیش کئے جاتے ہیں میٹرک کی سطح پر آج تک یہ فیصلہ نہ ہوکا کہ 9th اور 10th کا اکھٹے امتحان لیا جائے یا علیحدہ علیحدہ امتحان لیا جائے آج آرڈر ہوتا ہے کہ 9th کا امتحان بورڈ کا ہوگا اور 10th کا بھی بورڈ کا ہوگا دو سال بعد آرڈر ملتا ہے کہ نہیں 9th کا امتحانی داخلی اور 10th کا امتحان خارجی سطح پر لیا جائے اس طرح موضوعی اور معروضی امتحان کا بھی آج تک فیصلہ نہ ہوسکا کہ طرز پر لیا جائے حالانکہ خارجی امتحان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پڑھانے والے کو طالب علم کی کارکردگی کا جائزہ لینے سے اس قدر دور رکھا جائے کہ دوران امتحان اس کا سایہ طالب علم پر نہ پڑے کوئی دوسرا شخص جس سے اس کا کوئی ذہنی تعلق نہ ہو وہ اس کے پرچوں کو شخص طور پر دیکھ کر اس کی معلومات کی حد مقرر کرے جبکہ داخلی امتحان کا مقصد ہے کہ معلم خود اپنے متعلم کا سال بھر یا تدریس کی مقررہ مدت تک برابر جائزہ لیتا رہے۔ تحریری امتحان ایک مقررہ نصاب کے اندر طلبہ کی تحریری یادداشت طریق استدلال اور اسلوب تحریر کا جائزہ ایک متعین وقت میں لیا جاتا ہے دور جدید میں بھی اس قسم کے امتحان کو وہی حیثیت حاصل ہے۔

جدید تکنیک کا استعمال نہ کرنا۔ آج سے 100 سال پہلے تھی معروضی امتحانات نئے دور کی جدید تکنیک ہے اس میں طلبہ کا اس طرح جائزہ لیا جاتا ہے کہ اس کی معلومات کا وسعت کا بار بار احاطہ کیا جاسکے اور تمام نصاب و کورس کا احاطہ کیا جاسکے۔ ہمارے امتحانی نظام میں موضوعی اور معروضی امتحان کا امتزاج نہ بن سکا ملک میں تعلیم کی نچلی سطح پر یکساں نظام رائج نہیں ابتدائی مدارج میں داخلی وخارجی دونوں رائج ہیں معروضی اور موضوعی کی کوئی حد نہیں۔ ثانوی انٹرمیڈیٹ اور اعلیٰ سطحوں کے امتحانات کی صورت حال بھی یہی ہے۔ پاکستان اس وقت ترقی وتعمیر کے دور سے گزر رہا ہے۔ ہمیں اپنے مزاج اور فکر ونظر میں کشادگی پیدا کرنے کی ضرورت ہے دلیل برائے دلیل کی بجائے واقفیت کی بساط پر اپنے عقل وخرد اور اقتدار کے مہروں کو چلانا چاہئے اس میں ذاتی پسند اور ناپسند کا اتنا دخل نہیں جتنا کہ وقت کی ضرورت کا دور جدید میں اعلیٰ سطح پر علم کے عمومی پھیلاؤ سے کہیں زیادہ اس کے استحکام پر نظر رکھی جاتی ہے یعنی جو کچھ پڑھایا جائے اس طرح کہ اس کا نتیجہ امتحان کے بھول جانا نہ ہو بلکہ اسے زندگی میں صحیح طور پر استعمال کیا جائے اس کے لئے لچک دار پالیسی بے لچک حکمت عملی سے زیادہ مناسب ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس کا مقصد علم کی مختلف جہتوں کو روشن کر کے ترقی پسندی کی راہوں کو جگمانا ہوتا ہے۔ اگر اس نقطہ کو پیش نظر رکھا جائے تو پاکستان کو اس نہج پر سوچنے کی ضرورت ہے کہ نصاب کو چھوٹے چھوٹے اجزاء میں تقسیم کر کے انہیں زیادہ تفصیل سے پڑھایا جائے خواہ ایسا کرنے میں برطانوی مزاج پارس کے تقلیدی مزاج کو جھٹکا ہی کیوں نہ سکے اس لئے یہی وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔

پست معیار تعلیم۔ پاکستان میں معیار تعلیم گرنے کے عام طور پر بے شمار اسباب بتائے جاتے ہیں انمیں سے چیدہ چیدہ کچھیوں ہیں کہ تعلیم کی بڑھتی ہوئی مانگ کے پیش نظر تعلیمی اداروں اور پڑھانے والوں کی کمی ہے بہتری تعلیم کے لئے بہتر کتب خانے بہتر ادارے اور بہتر تجربہ گاہوں کی ضرورت ہے ہماری بڑھتی ہوئی ضروریات کے مطابق تعلم گاہوں اور ان کے سامان میں اضافہ نہیں ہورہا یہی وجہ ہے کہ اکثر بچے اور نوجوان زیور تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں اور جو طلبہ کسی نہ کسی طرح درسگاہوں تک پہنچ جاتے ہیں انکے لئے تعلیم کا مناسب انتظام نہیں متعلم اور معلم کی تعداد غیر مناسب ہے ابتدائی اور ثانوی کلاسز میں تعداد طلبہ اتنی زیادہ ہے کہ نہ معلم انہیں صحیح طور پر پڑھا سکتا ہے اور نہ انفرادی طور پر جان سکتا ہے۔ اس ضمن میں نصاب تعلیم کی بات بھی بہت لمبی ہے۔

نصابی مسائل۔ پاکستان میں نصاب چونکہ امتحانی ضروریات کے مطابق مرتب ہوتے ہیں اس لئے وہ اس قدر جامع متنوع اور جاندار نہیں ہوتے جو طلبہ کو از خود اپنی طرف مائل کرسکیں بعض اوقات اس میں درجہ وار ارتباط بھی نہیں ہوتا کڑیاں کہیں سے کہیں ٹوٹی نظر آتی ہیں جس سے تعلیمی عمل میں ایک خلا پیدا ہوتا ہے اور کسی موضوع کا منطقی انداز میں تسلسل برقرار نہیں رہتا۔ اس سلسلے میں دوسری بات خالص نفسیاتی ہے کہ جو مندرجات میں تسلسل برقرار نہیں رہتا اس سلسلے میں دوسری بات خالص نفسیاتی ہے کہ جو مندرجات نصاب ایک خاص درجے کے لئے متعین کئے جاتے ہیں انہیں طلبہ کی دلچسپی اور استعداد سے مطابقت نہیں جو اسباق اس میں شامل کئے جاتے ہیں وہ طلبہ کی ضروریات اور اشکال کے اعتبار سے تدریجی ہیں یا کہ نہیں اگر اس بات کا خیال رکھا جائے تو تدریس میں آسانی پیدا ہوسکتی ہے ایک اور خاص پوائنٹ ہماری معاشرتی اور اقتصادی ضروریات ہیں اس کی اہمیت ملک کی معاشی اور اقتصادی لحاظ سے درماندگی کی وجہ سے ہے اسے قوم کے بچوں اور نوجوانوں کی بڑی تعداد کی مالی اعانت کا اہتمام کرنا قومی مفاد میں ہوتا ہے اس کے دو واضح اسباب ہیں یعنی وہ پڑھ لکھ کر ایک کارگزار شہری بن جائیں یا پھر تھوڑی بہت تعلیم حاصل کر کے دوبارہ جاہل بن جانے سے بچ جائیں۔

انصرام کی کمی۔ ہمارا تعلیمی نظام ایک منقلب انصرام کی طرح ہے جو کسی ٹھوس بنیاد کی بجائے الٹا اوپر سر کئے کھڑا ہے۔ اس کی وجہ یہ کہ تعلیمی مدارج کی صحیح درجہ بندی نہیں ہوسکی۔ ہمارا تعلیمی نظام اور نصاب اور تعلیمی فکر یک طرفہ ہے جس میں زیادہ اہمیت اعلیٰ تعلیم کو دیکر پرائمری اور ثانوی مدارج کو نظرانداز کردیا جاتا ہے جو اعلیٰ تعلیم کے تابع رکھے ہوئے ہیں۔

طلبہ کی عدم دلچسپی۔

طلبہ کی عدم توجہی بھی ایک دیرینہ مسئلہ ہے کیونکہ ہمارا تعلیمی نظام ایک عجیب بے کیفی کا شکار ہے جس کا سبب طلبہ ہی ہیں اگر دیکھا جائے تو طالب علم ایک علیحدہ اکائی نہیں جس کا کسی سے کوئی تعلق نہ ہو وہ بھی اس معاشرے کا ایک فرد ہے۔ اس پر وہی عمل اور ردعمل ہوتا ہے جس کا عام حالات میں ایک فرد پر ہوتا ہے طالب علم کو اس بات کا قطعی ذمہ دار ٹھہرنے سے پہلے ہمیں ان عوامل کے بارے میں ضرور سوچنا ہوگا جو اس افراتفری میں بحیثیت ایک فریق میں شامل ہیں اگر معاشرے میں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

اخلاقی ذہنی اور معاشی اور اقتصادی خلفشار ہے تو اس کے اثرات سے تعلیمی اداروں کو بچانا ممکن نہیں۔ معاشرے کا استحکام دراصل طلبہ کا استحکام ہے اگر معاشرہ مستحکم ہے تو طلبہ بھی مستحکم ہوں گے البتہ کچھ باتیں ایسی ہیں کہ جن سے طلبہ کو روکا جا سکتا ہے بلکہ انہیں ان باتوں کا روکنا معاشرے کے ایک ذمہ دار رکن کی حیثیت سے سب کا فرض ہے۔

معیار تعلیم اور پالیسیوں کا عدم استحکام۔

پاکستان میں معیار تعلیم گرنے کے عام طور پر بے شمار اسباب بتائے جاتے ہیں جن میں سے بعض واقعی قابل غور ہیں۔ان میں سے چند ایک کا اعادہ کیا جاتا ہے۔

01۔ تعلیم کی بڑھتی ہوئی مانگ کے پیش نظر تعلیمی اداروں اور پڑھانے والوں کی کمی ہے۔اچھی اور موثر تعلیم کے لیے اچھے تعلیمی ادارے اچھے کتب خانے اور اچھی تجربہ گاہوں کی ضرورت ہوتی ہے۔اس وقت جو اعداد و شمار سرکاری طور پر فراہم کئے جاتے ہین اس سے اس بات کی صراحت ہو جاتی ہے کہ جس تیزی سے ساتھ ہماری ضروریات بڑھ رہی ہیں اس تیزی کے ساتھ تعلیم گاہوں اور ساز و سامان میں اضافہ نہیں ہو رہا۔اس کے دو نقصان دہ نتیجے نکلتے ہیں ۔اول یہ کہ اکثر بچے اور نوجوان تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں اور کسی نہ کسی طرح سے تعلیم گاہوں میں پہنچ جاتے ہیں ان کی تعلیم کا بھی مناسب انتظام نہیں ہوتا ۔متعلم اور معلم کی تعداد غیر متناسب ہوتی ہے۔ابتدائی اور ثانوی مدارج میں حالت یہ ہے کہ طلبہ کی تعداد اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ نہ معلم صحیح طور پر پڑھا سکتا ہے اور نہ انہیں انفرادی طور پر جان سکتا ہے۔

۔ نصاب تعلیم کی بات بڑی لمبی ہے ہمارے ملک میں چونکہ نصاب امتحانی ضرورت کے تابع مرتب ہوتا ہے۔اس لیے وہ اس قدر جامع ،متنوع اور جاندار نہیں ہوتا جو طلبہ کو از خود اپنی طرف مائل کر سکے۔بعض اوقات اس میں درجہ وار ارتباط بھی نہیں ہوتا اور کہیں کہیں سے کڑیاں ٹوٹی ہوئی نظر آتی ہیں۔جس سے ایک قسم کا تعلیمی خلا پیدا ہو جاتا ہے اور کسی موضوع کا منطقی انداز میں تسلسل برقرار نہیں رہتا۔دوسری اہم بات خالص نفسیاتی ہے۔یعنی جو مندرجات نصاب ایک خاص درجے کے لیے متعین کئے جاتے ہیں وہ طلبہ کی دلچسپی اور استعداد کے مطابق ہیں یا نہیں اور جو اسباق اس میں شامل کئے جاتے ہیں وہ طلبہ کی ضروریات اور اشکال کے اعتبار سے تدریجی ہیں یا نہیں۔اگر تدریج کا خیال رکھا گیا ہے تو اس کی مدد سے تدریس میں آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔

03۔ تیسری بات جو خاصی اہمیت کی حامل ہے وہ ہماری معاشرتی اور اقتصادی ضروریات ہیں۔اس کی اہمیت اس لحاظ سے بھی بڑھ جاتی ہے کہ جو ملک معاشی اور اقتصادی لحاظ سے درماندہ ہے اسے قوم کے بچوں اور نوجوانوں کی بہت بڑی تعداد کی مالی اعانت کا اہتمام کرنا قومی مفاد میں ہوتا ہے۔اس کے دو واضح اسباب ہیں۔اول یہ کہ وہ پڑھ لکھ کر ایک کارگزار شہری بن جائے گا۔دوم یہ کہ وہ تھوڑی بہت تعلیم حاصل کر کے دوبارہ جاہل بن جانے سے بچ جائے گا۔

04۔ ہمارا تعلیمی نظام ایک منقلب الصرام کی مانند ہے جو کسی ٹھوس بنیاد کے بجائے الٹا اوپر کے سرے پر کھڑا ہے۔اسکی وجہ سے اس وقت تک تعلیمی مدارج کی صحیح درجہ بندی نہیں ہو سکتی۔چنانچہ ہمارا تعلیمی نظام ہمارا نصاب اور خود ہماری تعلیمی فکر یک طرفہ ہے جس میں سب سے زیادہ اہمیت اعلی تعلیم کو دی جاتی ہے ۔اور پھر ایک خاص نظام امتحانات کے تابع ثانوی اور ابتدائی مدارج کو یعنی دونوں مدارج تعلیم اعلی تعلیمی مدارج کے تابع ہیں جن میں سب سے زیادہ فوقیت اعلی تعلیم کو حاصل ہے اس کے بعد ثانوی تعلیم کو اور پھر آخری درجہ پر ابتدائی تعلیم کو۔

مسائل کا حل۔

تعلیمی منصوبہ بندی میں ملک کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے مطابق جہاں وسعی ترقی کی ضرورت ہے وہاں اس کی وصفی ترقی کو بھی مقدم رکھنا ضروری ہے ۔اعادے کے طور پر یہاں ہم کہہ سکتے ہیں کہ تعلیم کی وصفی ترقی کے لیے جن باتوں کی ضرورت ہے وہ یہ ہیں۔

01۔ اچھے کتب خانے۔
02۔ اچھی تجربہ گاہیں۔
03۔ کھیل کے میدان۔
04۔ تحقیق کا بہترین نظام۔
05۔ اچھے اساتذہ اور محنتی محققین
06۔ اچھا ماحول اور مطمئن اساتذہ
07۔ طلبہ کی ذہنی اور خلاقی پرورش و پرداخت کا صحیح انتظام
08۔ موزوں ذہن کے لیے موزوں تعلیم اور ذہانت کو اس کے صحیح سیاق میں بروئے کار لانا۔
09۔ اعلیٰ مدارج میں طلب علم کی اہلیت ہی حصول تعلیم کے یکساں مواقع کا معیار ہو۔اس میں سیاسی ،گوہی اور علاقائی عناصر کا دخل نہ ہو۔
10۔ نظام امتحانات کی از سر نو تنظیم

اگر ان خصوصیات کی طرف توجہ دی جائے تو تعلیم کا معیار یقیناً بلند ہو گا۔زندہ قومیں وقتی رکاوٹوں سے سراسیمہ نہیں۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی گیس پیپرز ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی ، پی ایچ ڈی اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ، ایم ایس سی ، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

کاشان اکیڈمی
0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔